نمازِ نبوی

صحیح احادیث کی روشنی میں

تصحیح و تخریج سے مزین جدید ایڈیشن

ترتیب
ڈاکٹر شفیق الرحمن

تخریج و تحقیق
ابو الطاہر حافظ زبیر علی زئی

تصحیح
حافظ صلاح الدین یوسف
عبد الصمد رفیقی

دار السلام
DARUSSALAM

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659

E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com

Website: www.darussalam.com

• الریاض۔العلیا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 • الملز فون: 4735220 01 فیکس: 4735221 • سویلم فون: 2860422 01

• مندوب الریاض: موبائل: 0503459695-0505196736 • قصیم (بریدہ): فون/فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156

• مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948-0506640175 • مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0503417155

• جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 • الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551

• ینبع البحر فون/فیکس: 3908027 04 موبائل: 0500887341 • خمیس مشیط فون/فیکس: 2207055 07 موبائل: 0500710328

شارجہ فون: 5632623 6 00971 **امریکہ** • ہوسٹن فون: 7220419 713 001 • نیویارک فون: 6255925 718 001

لندن فون: 4885 539 208 0044 **آسٹریلیا** فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم)

• 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 7240024-7232400-7111023-7110081 42 0092 فیکس: 7354072 موبائل: 0322-8484569

Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

لاہور غزنی سٹریٹ، اردو بازار فون: 7120054 فیکس: 7320703 موبائل: 0321-4439150

• مون مارکیٹ اقبال ٹاؤن فون: 7846714 موبائل: 0321-4156390

• Y-260 بلاک کمرشل ایریا، فیز III ڈیفنس، لاہور فون: 042-5084895 موبائل: 0321-4212174

اسلام آباد F-8 مرکز، فون/فیکس: 2281513 051 موبائل: 0321-5370378

کراچی (D.C.H.S / 110,111-Z) مین طارق روڈ، ڈالمین مال سے (بہادر آباد کی طرف) دوسری گلی، کراچی

فون: 4393936 021 فیکس: 4393937 موبائل: 0321-2441843

Darussalamkhi@darussalampk.com

صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي

نماز اُسی طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو (فرمانِ نبوی)

نمازِ نبوی

صحیح احادیث کی روشنی میں

ترتیب: ڈاکٹر شفیق الرحمٰن   تحقیق و تخریج: ابو الطاہر حافظ زبیر علی زئی

تصحیح و تنقیح: حافظ صلاح الدین یوسف، عبدالصمد رفیقی

مولانا عبدالولی خان

مضامین

عرضِ ناشر

روزانہ بلاناغہ نمازِ پنجگانہ پڑھنا ہر مسلمان عورت اور مرد پر فرضِ لازم ہے۔ یہ فرض خیروبرکت کے بے شمار امکانات و معظمات کا خزینہ ہے۔ نماز آخرت ہی کی کامیابی کی ضامن نہیں، یہ اِس دنیا میں بھی مہذب زندگی کا ایسا عظیم الشان سلیقہ سکھاتی ہے جس کی نظیر دنیا کے کسی اور نظام میں نہیں ملتی۔ اللہ کی بارگاہ میں حاضری کا اعزاز، مسلمانوں کا روزانہ پنجگانہ اجتماع، نظمِ جماعت، اطاعتِ امیر، پابندیٔ اوقات اور طہارت و نظافت کا جو رُوح پرور نظارہ نماز میں دکھائی دیتا ہے، وہ روئے زمین کے کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتا۔ نماز کی اس سے بڑھ کر اہمیت اور ضرورت کیا ہوگی کہ یہ مومن اور کافر کے درمیان خطِ امتیاز ہے۔ جس نے نماز ترک کی اُس نے کفر کیا۔ نماز فواحش و منکرات سے روکتی ہے۔ عزت و سرخروئی کی ضامن ہے۔ رسالت مآب ﷺ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ قرآن کریم نے بشارت دی ہے کہ جو اہلِ ایمان نمازوں میں اللہ کے حضور گڑگڑاتے ہیں، ربِ جلیل انھیں ضرور کامیاب فرماتا ہے۔ رسالت مآب ﷺ کو نماز کی اہمیت و عظمت کا کس قدر زبردست احساس تھا؟ اس کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ عین اُس وقت بھی جبکہ نزع کا عالم طاری تھا اور آپ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہو رہے تھے، آپ ﷺ کی لسانِ مبارک پر یہی وصیت جاری تھی «اَلصَّلَاةَ اَلصَّلَاةَ وَ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ»

نمازکی اسی فرضیت، اہمیت اور ابدی افادیت کے پیشِ نظر دارالسلام نے نماز کی تعلیم و تفہیم

کے لیے ایک جامع کتاب ''نماز نبوی'' شائع کی تھی۔ اس کتاب کی جان اور جواز یہ ہے کہ اس میں نماز کے احکام وتعلیمات، اصول ومبادیات اور جزئیات وتفصیلات کے ساتھ ٹھیک وہی نماز سکھانے کی مخلصانہ کوشش کی گئی ہے جیسی نماز امامِ انسانیت حضرت محمد ﷺ پڑھا کرتے تھے۔ اب یہ کتاب دارالسلام لاہور کے خوش خصال مدیر عزیزی حافظ عبدالعظیم اسد کی سعیٔ جمیل سے ضروری اصلاحات اور جدید اضافوں کے ساتھ نئی سج دھج سے دوبارہ جلوہ گر ہورہی ہے۔

اس کتاب کے مؤلف محترم ڈاکٹر شفیق الرحمٰن ہیں۔ ان کا اسلوب تحریر بڑا سادہ اور مؤثر ہے۔ اس کی تحقیق وتخریج علامہ ابوالطاہر حافظ زبیر علی زئی نے کی تھی۔ موصوف نے دوبارہ زحمت فرمائی اور نہایت باریک بینی سے اس کی ازسرنو تحقیق وتخریج کی۔ بزرگ عالم دین حافظ صلاح الدین یوسف اور مولانا عبدالصمد رفیقی حفظہما اللہ نے تصحیح وتنقیح فرمائی۔ فاضل اجل مولانا عبدالولی خان نے اس کا حتمی جائزہ لیا، جابجا جہاں ضرورت محسوس کی تصحیح وترمیم فرمائی اور حسب ضرورت نہایت اہم مضامین بڑھا کر اس کتاب کی افادیت اور قدر وقیمت میں بدرجہا اضافہ کردیا۔

نقاش کا نقشِ ثانی، نقشِ اول سے ہمیشہ بہتر ہوتا ہے۔ اب آپ جوں جوں اس جدید ایڈیشن کا مطالعہ فرمائیں گے اس کی اہمیت اور منفعت آپ پر روشن ہوتی چلی جائے گی۔ فہرست پر نظر ڈالیے۔ پہلی ہی نگاہ میں اندازہ ہوجائے گا کہ یہ کتاب ایسا کوزہ ہے جس کے 384 صفحات میں جزئیات سمیت نماز کے تمام اصول ومبادیات کا بحرِ ذخار سمٹ آیا ہے۔ ہر صفحے کے مندرجات قرآن وسنت کے حوالوں سے مزین ہیں۔ ابتدائے نگارش ہی میں بتا دیا گیا ہے کہ اصل نماز وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ نے پڑھی اور صحابہ کرام کو سکھلائی۔ آپ ﷺ کو نماز سکھانے کا اس قدر اہتمام تھا کہ ایک موقع پر آپ نے منبر پر کھڑے ہوکر

عملاً نماز پڑھ کر دِکھائی تاکہ صحابہ کرام ادائے نماز کا ہر جُز اچھی طرح دیکھ لیں اور ہمیشہ کے لیے اپنے عمل میں محفوظ کر لیں۔

نماز کے لیے خوب پاک صاف ہو کر اچھے اور پاکیزہ لباس میں ملبوس ہونا ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے پیشِ نظر کتاب میں احکامِ طہارت بڑی وضاحت سے بتائے گئے ہیں۔ خواتین کے لیے مخصوص ایام کی مناسبت سے حصول طہارت کی علیحدہ تشریح کی گئی ہے۔ نجاست آلود کپڑے پاک کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔ غسلِ جنابت کے احکام، وضو اور تیمّم کے طریقے دلنشین انداز میں سمجھائے گئے ہیں۔

مسجد کے ادب اور فضیلت کے باب میں نہایت ضروری باتیں بتائی گئی ہیں۔ تحیۃ المسجد کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اوقاتِ نماز کی صراحت کی گئی ہے، اذان و اقامت کے احکام بتائے گئے ہیں۔ باجماعت نماز کے فضائل و فیوض کھول کھول کر سمجھائے گئے ہیں۔ صف بندی کی اہمیت جتلائی گئی ہے۔ محترم خواتین مسجد میں آئیں تو کون کون سے احتیاطی لوازم ملحوظ رکھیں؟ یہ بات خوب روشن کر دی گئی ہے۔ ائمہ کرام کے فرائض اُجاگر کیے گئے ہیں۔ نماز میں اعتدال کی شان بتائی گئی ہے۔ طویل نماز پڑھانے پر رسول اللہ ﷺ کا ردعمل بھی ظاہر کیا گیا ہے۔ تکبیر اُولیٰ کی اہمیت اور سکون و وقار ملحوظ رکھنے کی ضرورت عیاں کی گئی ہے۔ نمازِ سفر، نمازِ جمعہ اور نمازِ عیدین کے احکام و آداب الگ الگ عنوانات کے تحت درج کیے گئے ہیں۔ نمازِ توبہ، نوافلِ لیلۃ القدر، نماز استسقاء، نماز اشراق، نماز استخارہ اور نماز جنازہ کی جُداگانہ تعلیمات اور طریقے ضمنی عنوانوں میں نمایاں کیے گئے ہیں۔

موت ایک ناقابل تسخیر حقیقت ہے۔ اس سے پہلے کہ فرشتۂ اجل آ پہنچے، جلد از جلد بارگاہِ ربانی میں جھک جائیے۔ اس مقدس کتاب کے مطالعے کو روزمرہ کا معمول بنائیے۔ نہایت اہتمام سے تکبیر اولیٰ کے دوام کے ساتھ نماز پڑھیے۔ اس طرح آپ کا نام اللہ تعالیٰ کے

صحیفۂ خوشنودی میں درج ہو جائے گا اور آپ صحیح معنوں میں 'احسن تقویم' قرار پائیں گے۔ میری دعا ہے کہ اس کتاب کی مقدس تعلیمات ہر مسلمان بہن اور بھائی کے ذہن اور زندگی میں ہمیشہ بیدار اور تازہ کار رہیں اور فوز وفلاح کے برگ و بار لائیں۔

یہ کتاب دارالسلام کے شعبہ فقہ ومتفرقات کی نگرانی میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ اللہ تعالیٰ اس شعبے کے سربراہ حافظ محمد ندیم اور ان کے معاونین مولانا منیر احمد رسولپوری، مولانا مشتاق احمد اور کمپوزنگ سیکشن کے محمد رمضان شاؔد، خرم شہزاد اور حافظ عبدالماجد کو اپنی رحمتوں سے نوازے!

خادم کتاب وسنت

عبدالمالک مجاہد

مینیجنگ ڈائریکٹر دارالسلام الریاض، لاہور

اگست 2008ء

ابتدائیہ

تمام تر حمد وثنا اس اللہ کے لیے ہے جس نے اپنے بندوں پر نماز فرض کی، اسے قائم کرنے اور اچھے طریقے سے ادا کرنے کا حکم دیا، اس کی قبولیت کو خشوع وخضوع پر موقوف فرمایا، اسے ایمان اور کفر کے درمیان امتیاز کی علامت اور بے حیائی اور برے کاموں سے روکنے کا ذریعہ بنایا۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام ہو، جنھیں اللہ تعالیٰ نے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَأَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ﴾

”اور ہم نے آپ کی طرف یہ ذکر (قرآن) اتارا ہے تاکہ جو کچھ لوگوں کے لیے نازل کیا گیا ہے آپ اس کی توضیح وتشریح کر دیں۔“[1]

چنانچہ آپ اللہ کے حکم کی تعمیل میں کمر بستہ ہوگئے اور جو شریعت آپ پر نازل ہوئی، آپ نے اسے پوری وضاحت کے ساتھ لوگوں کے سامنے پیش کر دیا، تاہم نماز کی اہمیت کے پیش نظر اسے نسبتاً زیادہ واضح شکل میں پیش کیا اور اپنے قول وعمل سے اس کا عام پرچار کیا یہاں تک کہ ایک بار نبیٔ کریم ﷺ نے منبر پر نماز کی امامت فرمائی، قیام اور رکوع منبر پر کیا، نیچے اتر کر سجدہ کیا، پھر منبر پر چڑھ گئے اور نماز سے فارغ ہو کر فرمایا:

«إِنَّمَا صَنَعْتُ هٰذَا لِتَأْتَمُّوا بِي وَلِتَعَلَّمُوا صَلَاتِي»

”میں نے یہ کام اس لیے کیا ہے کہ تم نماز ادا کرنے میں میری اقتدا کرسکو اور میری

① النحل 44:16.

نماز کی کیفیت معلوم کر سکو۔"[1]

نیز اس سے بھی زیادہ زوردار الفاظ میں اپنی اقتدا کو واجب قرار دینے کے لیے فرمایا:

«صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي»

"تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔"[2]

مزید فرمایا:

«خَمْسُ صَلَوَاتٍ افْتَرَضَهُنَّ اللهُ عَزَّوَجَلَّ ، مَنْ أَحْسَنَ وُضُوءَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَأَتَمَّ رُكُوعَهُنَّ وَخُشُوعَهُنَّ ، كَانَ لَهُ عَلَى اللهِ عَهْدٌ أَنْ يَّغْفِرَ لَهُ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ عَلَى اللهِ عَهْدٌ ، إِنْ شَاءَ غَفَرَ لَهُ وَإِنْ شَاءَ عَذَّبَهُ»

"اللہ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں جو شخص ان کے لیے اچھی طرح وضو کرے، انھیں وقت پر ادا کرے اور ان میں مکمل صحیح رکوع کرے اور خشوع کا اہتمام کرے تو اس انسان کا اللہ پر ذمہ ہے کہ اسے معاف کر دے اور جو شخص ان باتوں کو ملحوظ نہ رکھے گا اس کا اللہ پر کوئی ذمہ نہیں ہے، چاہے تو اسے معاف کرے اور چاہے تو اسے عذاب دے۔"[3]

نبیٔ اکرم ﷺ پر درود وسلام کے ساتھ اہل بیت اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی درود وسلام ہو، جو نیکوکار اور پرہیزگار تھے۔ جنھوں نے نبیٔ اکرم ﷺ کی عبادت، نماز، اقوال اور افعال کو نقل کر کے امت تک پہنچایا اور صرف آپ کے اقوال، افعال اور تقریرات کو دین اور قابل اطاعت قرار دیا، نیز ان نیک انسانوں پر بھی درود وسلام ہو جو ان کے نقش قدم پر چلتے رہے

① صحيح البخاري، الجمعة، باب الخطبة على المنبر، حديث: 917، وصحيح مسلم، المساجد، باب جواز الخطوة والخطوتين في الصلاة......، حديث:544. ② صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان للمسافرين......، حديث: 631. ③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب في المحافظة على الصلوات، حديث: 425، وسنده صحيح.

اور چلتے رہیں گے۔

اما بعد! اسلام میں نماز کا اہم مرتبہ ہے اور جو شخص اسے قائم کرتا ہے اور اس کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا وہ اجر و ثواب اور فضیلت و اکرام کا مستحق ہوتا ہے۔ پھر اجر و ثواب میں کمی بیشی کا معیار یہ ہے کہ جس قدر کسی انسان کی نماز رسول اکرم ﷺ کی نماز کے زیادہ قریب ہوگی وہ اسی قدر زیادہ اجر و ثواب کا حقدار ہوگا اور جس قدر اس کی نماز نبیٔ کریم ﷺ کی نماز سے مختلف ہوگی اسی قدر کم اجر و ثواب حاصل کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الْعَبْدَ لَيَنْصَرِفُ وَمَا كُتِبَ لَهُ إِلَّا عُشْرُ صَلَاتِهِ تُسْعُهَا ثُمُنُهَا سُبُعُهَا سُدُسُهَا خُمُسُهَا رُبُعُهَا ثُلُثُهَا نِصْفُهَا»

''بے شک بندہ نماز ادا کرتا ہے لیکن اس کے نامۂ اعمال میں اس (نماز) کا دسواں، نواں، آٹھواں، ساتواں، چھٹا، پانچواں، چوتھا، تیسرا یا نصف حصہ لکھا جاتا ہے۔''[1]

شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''ہمارے لیے رسول اکرم ﷺ کی مانند نماز ادا کرنا اس وقت ممکن ہے جب ہمیں تفصیل کے ساتھ آپ کی نماز کی کیفیت معلوم ہو اور ہمیں نماز کے واجبات، آداب، ہیئات اور ادعیہ و اذکار کا علم ہو، پھر اس کے مطابق نماز ادا کرنے کی کوشش بھی کریں تو ہم امید رکھ سکتے ہیں کہ پھر ہماری نماز بھی اسی نوعیت کی ہوگی جو بے حیائی اور منکر باتوں سے روکتی ہے اور ہمارے نامۂ اعمال میں وہ اجر و ثواب لکھا جائے گا جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔''[2]

تنبیہ: عرض ہے کہ واجبات و آداب وغیرہ کا علم ہونا ضروری نہیں بلکہ صرف یہی کافی ہے کہ خود تحقیق کرکے یا کسی مستند اور صحیح العقیدہ عالم سے رسول اللہ ﷺ کی نماز کا علم حاصل کیا جائے اور پھر سنت کے مطابق نماز پڑھی جائے۔

① [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب ماجاء في نقصان الصلاة، حديث: 796،بعد الحديث: 789. ② صفة صلاة النبي ﷺ، ص: 36، مطبوعة مكتبة المعارف.

یہاں یہ ذکر کرنا بھی انتہائی ضروری ہے کہ توحید تمام اعمال صالحہ کی اصل ہے۔ اگر توحید نہیں تو تمام اعمال بے کار، لغو اور بے سود ہیں۔ توحید نہیں تو ایمان نہیں۔ توحید اور شرک ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ توحید کے بغیر نجات نہیں اور شرک کی موجودگی میں نجات ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدِ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝﴾

”بے شک اللہ شرک نہیں بخشے گا اور اس کے علاوہ جس گناہ کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے وہ بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔“[1]

نیز فرمایا:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ ۝﴾

”جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے ملوث نہیں کیا تو ایسے ہی لوگوں کے لیے امن ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔“[2]

آیت بالا میں ظلم سے مراد شرک ہے۔[3]

اس سے ثابت ہوا کہ بعض لوگ ایمان لانے کے بعد بھی شرک کرتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ ۝﴾

① النسآء 48:4. ② الأنعام 82:6. ③ صحيح البخاري، التفسير، سورة الأنعام، باب: ﴿وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُم بِظُلْمٍ﴾ (الأنعام 82:6) حديث: 4629و4776، والإيمان، باب ظلم دون ظلم، حديث: 32، وصحيح مسلم، الإيمان، باب صدق الإيمان وإخلاصه، حديث: 124.

''اور بہت سے لوگ اللہ پر ایمان لانے کے باوجود مشرک ہوتے ہیں۔''[1]

لہٰذا نماز کی قبولیت کے لیے شرط اول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات و صفات میں یکتا مانا جائے اور تسلیم کیا جائے کہ اللہ کی نہ بیوی ہے اور نہ ہی اولاد۔ کوئی اللہ کے نور کا ٹکڑا «نور من نور اللّٰہ» نہیں۔ اللہ کا کسی انسان میں اتر آنے کا عقیدہ، حلول، وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کھلا شرک ہے۔ یہ بھی مانا جائے کہ کائنات کے تمام امور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ واختیار میں ہیں۔ عزت و ذلت اسی کے پاس ہے۔ ہر نیک و بد کا وہی مشکل کشا اور حاجت روا ہے۔

نفع ونقصان کا مالک بھی وہی ہے اور اللہ کے مقابلے میں کسی کو ذرا سا بھی اختیار نہیں۔ ہر چیز پر اسی کی حکومت ہے اور کوئی اللہ کے مقابلے میں کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اس کے علاوہ ہر چیز کو فنا ہے۔ یہ بھی صرف اللہ تعالیٰ کا حق ہے کہ وہ لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کا طریقہ، یعنی دین نازل کرے کیونکہ حلال وحرام کا تعین کرنا اور دین سازی اسی کا حق ہے اور حقیقی اطاعت صرف اللہ کے لیے ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ دین، محمد ﷺ کے ذریعے سے ہمارے پاس بھیجا، لہٰذا آج اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا واحد ذریعہ وہ احکام ہیں جو محمد ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے ذریعے سے پوری امت تک پہنچائے۔ اور ائمۂ حدیث (رحمہم اللہ) نے کتب احادیث میں اس طریقے کو جمع کر دیا۔

کتاب وسنت کی بجائے کسی مرشد، پیر یا امام کے نام پر فرقہ بندی کی اسلام میں کوئی اجازت نہیں ہے اور کسی پارلیمنٹ کو بھی یہ حق نہیں کہ وہ مسلمانوں کی زندگی اور موت کے تمام معاملات پر مشتمل ایسے تعزیراتی، مالیاتی، سیاسی، اقتصادی، سماجی اور بین الاقوامی قوانین

[1] یوسف 106:12.

بنائے جو اللہ کے نازل کردہ احکام کے خلاف ہوں۔ نماز کی ادائیگی سے قبل مذکورہ تمام عقائد پر ایمان لانا ضروری ہے۔[1]

الحمدللہ اس کتاب کی ترتیب میں کوشش کی گئی ہے کہ احادیث صحیحہ سے مدد لی جائے۔ اس سلسلے میں ''القول المقبول في تخريج صلاة الرسول''[2] سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور جن دوستوں نے اس کتاب کی ترتیب و تزئین میں تعاون کیا ہے ان تمام معاونین کی اخروی نجات کا ذریعہ بنائے۔ خصوصًا مولانا عبدالرشید صاحب (ناظم ادارہ علوم اسلامیہ، سمن آباد، جھنگ) کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے جنھوں نے اپنے قیمتی اوقات میں سے وقت نکال کر پوری کتاب کا مطالعہ کیا اور بعض مقامات پر اصلاح فرمائی۔ آمین!

میں دارالسلام پبلشرز کے ذمہ داران خصوصًا برادرم حافظ عبدالعظیم اسد مینجنگ ڈائریکٹر لاہور کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے خصوصی دلچسپی لے کر اس کتاب کی تصحیح و تنقیح میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا اور نہایت محبت سے اس کتاب کی شایانِ شان اشاعت کا اہتمام کیا۔

سید شفیق الرحمٰن

---

① کیونکہ اللہ کی بارگاہ میں کسی عمل کی قبولیت کا انحصار بالترتیب تین چیزوں پر ہے: ① عقیدے کی درستی ② نیت کی درستی ③ عمل کی درستی۔ ان میں سے کسی ایک میں خلل واقع ہونے سے سارا عمل مردود ہو جاتا ہے۔ اور یاد رہے کہ کتاب اللہ، سنت ثابتہ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا مجموعی طرز عمل اور اجماع امت ہی وہ کسوٹی ہے جس پر کسی عقیدے یا عمل کی صحت کو پرکھا جا سکتا ہے۔ (ع، ر)

② یہ کتاب مولانا عبدالرؤف سندھو حفظہ اللہ (فاضل مدینہ یونیورسٹی) کی تالیف ہے اور مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کی کتاب ''صلاۃ الرسول ﷺ'' میں مذکور احادیث و آثار کی تحقیق و تخریج پر مشتمل ہے۔

مقدمۃ التحقیق

(جدید ایڈیشن)

قارئین کرام!

نماز، دین کا انتہائی اہم رکن ہے۔ اس کی فرضیت قرآن مجید اور متواتر احادیث سے ثابت ہے۔ تمام مسلمانوں کا نماز کے فرض عین ہونے پر اجماع ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جب سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو فرمایا:

«فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ»

''پھر انھیں بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔''[1]

رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھایا اور انھیں حکم دیا:

«صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي»

''تم اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔''[2]

نماز کی اسی اہمیت کے پیش نظر بہت سے ائمۂ مسلمین نے نماز کے موضوع پر متعدد کتابیں لکھی ہیں، مثلاً: ابونعیم فضل بن دکین رحمہ اللہ (متوفی 218ھ) کی ''کتاب الصلاۃ'' وغیرہ۔ علاوہ ازیں عصر حاضر میں بھی اردو اور علاقائی زبانوں میں متعدد کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر کتابیں اکاذیب، موضوع احادیث، ضعیف و مردود روایات،

① صحيح البخاري، الزكاة، باب وجوب الزكاة، حديث: 1395. ② صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان للمسافرين، حديث: 631.

تضادات اور علمی مغالطوں پر مشتمل ہیں، مثلاً:

- ''الدلائل السنية في إثبات الصلاة السنية'' تصنیف: محمد امان اللہ ابوبکر محمد کریم اللہ۔
- ''رسول اکرم ﷺ کا طریقۂ نماز'' تصنیف: مفتی جمیل احمد نذیری۔
- ''دپیغمبر خدا ﷺ مونځ'' (پشتو) تصنیف: ابو یوسف محمد ولی درویش۔
- ''نماز مدلل'' تصنیف: فیض احمد ککروی ملتانی۔
- ''نماز پیغمبر'' تصنیف: محمد الیاس فیصل۔
- ''نماز مسنون کلاں'' تصنیف: صوفی عبدالحمید سواتی۔
- ''نبوی نماز مدلل'' پہلا حصہ (سندھی) تصنیف: علی محمد حقانی۔

گو یہ مختصر مقدمہ تفصیلی بحث کا متحمل نہیں ہے، تاہم بطور نمونہ مذکورہ بالا نقائص کی چند مثالیں پیش خدمت ہیں:

اکاذیب

- ''الدلائل السنية'' میں ہے:

«عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ قَالَ : اِعْتَمُّوا تَزْدَادُوا حِلْمًا» رواه أبو داود، والبيهقي والبزار، والطبراني(ص:65,64).

''ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عمامہ باندھا کرو (اس سے) حلم بڑھے گا۔'' (ابو داود، بیہقی، بزار، طبرانی) الدلائل السنیہ اردو نسخہ، ص: 45)

حالانکہ اس روایت کا سنن ابو داود میں کوئی وجود نہیں ہے بلکہ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں بھی یہ روایت نہیں ہے۔ غیر صحاح ستہ میں بھی یہ سخت ضعیف سندوں سے مروی ہے۔

- اسی طرح صاحب کتاب نے ایک اور موضوع روایت کو ترمذی اور ابو داود کی طرف منسوب کر کے اس کی تحسین امام ترمذی سے اور تصحیح امام ابن حزم سے نقل کی ہے۔ (دیکھیے

الدلائل السنية (عربي)، ص:132,131. اردو، ص:74.)

حالانکہ یہ روایت بھی جامع ترمذی اور سنن ابوداود میں موجود نہیں ہے اور اسے امام ترمذی نے حسن کہا ہے نہ ابن حزم نے صحیح، البتہ یہ روایت امام ابن جوزی کی کتاب ''الموضوعات'' (جھوٹی حدیثوں کا مجموعہ) میں ضرور پائی جاتی ہے۔①

● ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی صحیح بخاری میں ایک حدیث ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں (رات کو) گیارہ رکعات پڑھتے تھے، پہلے چار پڑھتے، پھر چار پڑھتے، پھر تین پڑھتے ...... الخ②

اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی جمیل احمد نذیری صاحب فرماتے ہیں:

''اس حدیث میں ایک سلام سے چار چار رکعتیں پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ تراویح ایک سلام سے دو دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں۔''③

حالانکہ صحیح بخاری کی اس حدیث میں ''ایک سلام سے'' کے الفاظ قطعاً نہیں ہیں۔ بلکہ صحیح مسلم میں ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت درج ذیل الفاظ کے ساتھ مروی ہے:

«يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوتِرُ بِوَاحِدَةٍ»

''آپ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے اور ایک وتر پڑھتے تھے۔''④

● شرح معانی الآثار (1/129، ایک نسخے کے مطابق، ص:151، ایک اور نسخہ کے مطابق، ص:219) اور نصب الرایہ (2/12) میں ابن عمر، زید بن ثابت اور جابر رضی اللہ عنہم سے ایک حدیث مروی ہے جبکہ جناب فیض احمد ککروی صاحب اسے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب

① دیکھیے الموضوعات: 2/96. ② صحیح البخاري، صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، حديث: 2013.

③ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ نماز، ص:296.

④ صحیح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ، حديث: 736.

کرتے ہیں۔[1]

موضوع احادیث (من گھڑت روایتیں)

جامع ترمذی اور سنن ابن ماجہ میں فائد بن عبدالرحمٰن أبوالورقاء عن عبداللّٰه بن أبي أوفٰى کی سند سے «صلاة الحاجة» والی حدیث مروی ہے۔[2]

اسے ابوالقاسم رفیق دلاوری نے ''عماد الدین'' (ص: 440,439 بحواله جامع ترمذی وقال: حدیث غریب) میں نقل کیا ہے۔ حالانکہ فائد مذکور کے بارے میں امام ابوحاتم رازی (متوفی 277ھ) فرماتے ہیں:

«وَأَحَادِيثُهُ عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفٰى بَوَاطِيلُ»

''اور اس کی سیدنا ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ احادیث باطل ہیں۔''[3]

حاکم نیشاپوری فرماتے ہیں:

«يَرْوِي عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفٰى أَحَادِيثَ مَوْضُوعَةً»

''وہ سیدنا ابن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ (کے حوالے) سے موضوع روایات بیان کرتا تھا۔''[4]

محمد زکریا صاحب کے ''تبلیغی نصاب'' میں بھی فائد مذکور کو ''متروک'' لکھا گیا ہے۔[5]

محدث ابن جوزی نے فائد کی یہ روایت اپنی کتاب ''الموضوعات'': 140/2 میں ذکر کی ہے۔

① نماز مدلل، ص: 91. ② جامع الترمذي، الوتر، باب ما جاء في صلاة الحاجة، حديث: 479، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في صلاة الحاجة، حديث: 1384. ③ تهذيب التهذيب: 230,229/8، وكتاب الجرح والتعديل: 84/7. ④ المدخل إلى الصحيح ص: 184 ـ 55، وتهذيب التهذيب: 230/8. ⑤ تبلیغی نصاب، ص: 599، وفضائل ذکر، ص: 121، حديث: 35.

● سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک موضوع روایت کا تذکرہ ص:10 پر گزر چکا ہے۔ متعدد مصنفین نے یہ روایت بطور استدلال ذکر کی ہے، مثلاً: ابو یوسف درویش نے "دپیغمبر خدا ﷺ مونځ" (پشتو، ص:293) میں، فیض احمد ککروی نے "نماز مدلل" (ص: 131) میں اور صوفی عبدالحمید سواتی نے "نماز مسنون کلاں" (ص:343) میں۔

درویش صاحب نے اس روایت کے مرکزی راوی محمد بن جابر کا دفاع کرنے کی کوشش کی ہے اور خود اپنی اسی کتاب میں ص:52 پر لکھا ہے:[1]

اس حدیث میں مرکزی راوی محمد بن جابر ہے اور اسے یہ سب ضعیف کہتے ہیں۔

● مسعود احمد بی ایس سی نے اپنی کتاب "صلاۃ المسلمین" کے بارے میں یہ بلند و بالا دعویٰ کر رکھا ہے کہ "اس کتاب میں کوئی ضعیف حدیث نہیں لی گئی۔"

حالانکہ اسی کتاب کے صفحہ: 305 تا صفحہ: 307 پر مصنف عبدالرزاق :116/3 سے "معمر عن عمرو عن الحسن" کی سند سے ایک اثر نقل کر کے لکھا ہے: "سنده صحیح" یعنی اس کی سند صحیح ہے۔ عمرو سے مراد، ابن عبید ہے۔ (دیکھیے مصنف عبدالرزاق: 83/11، حدیث: 19985)۔ تہذیب الکمال وغیرہ میں یہ صراحت ہے کہ امام حسن بصری کا شاگرد، عمرو بن عبید معتزلی تھا۔ اس شخص کے بارے میں امام ایوب سختیانی وغیرہ نے کہا: «يَكْذِبُ» یعنی "جھوٹ بولتا ہے۔" امام حمید الطّویل نے کہا: «كَانَ يَكْذِبُ عَلَى الْحَسَنِ» "وہ حسن (بصری) پر جھوٹ بولتا تھا۔" بلکہ امام یحییٰ بن معین نے گواہی دی:

«كَانَ عَمْرُو بْنُ عُبَيْدٍ رَجُلَ سُوءٍ مِّنَ الدَّهْرِيَّةِ»

"عمرو بن عبید گندا آدمی تھا (اور) دہریوں میں سے تھا۔"[2]

① په هغه حدیث کښې محمد بن جابر راوی دے، او ده ته دوئی ټول ضعیف وائی.

② تهذیب الکمال : 276/14.

ایسے دہریہ کذاب کی روایت کو «سنده صحيح» کہنا بہت بڑی جرأت اور حوصلے کی بات ہے۔ إنا لله و إنا إليه راجعون.

● مستدرک حاکم 2/562، 563 میں صحیح مسلم کے ایک راوی (إسماعيل بن عبدالرحمٰن بن أبي كريمه السُّدّي) کی ایک روایت ہے جسے امام حاکم اور حافظ ذہبی دونوں صحیح مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیتے ہیں۔ مستدرک کی اسی جلد میں (ص 258-260 پر) السدی کے ساتھ اسماعیل بن عبدالرحمٰن (اس کے نام) کی صراحت ہے۔ مسعود صاحب اس سند کے بارے میں لکھتے ہیں:

''سند میں اَلسُّدِّي كَذَّابٌ ہے۔''[1] حالانکہ اسماعیل بن عبدالرحمٰن السدی صحیح مسلم کا راوی اور ''حسن الحدیث'' ہے۔[2] اس پر امام ابو حاتم وغیرہ کی معمولی جرح مردود ہے۔ اسے کسی محدث نے کذاب نہیں کہا، البتہ جوزجانی (ناصبی) نے محمد بن مروان السدی کو ''کذاب شتام'' لکھا ہے۔ جو غلطی سے اسماعیل مذکور کی طرف منسوب ہو گیا ہے۔ ابن عدی (جو مختلف راویوں کی بابت جوزجانی کے اقوال بھی نقل کرتے ہیں) نے اسماعیل مذکور کے ترجمہ میں جوزجانی کا یہ قول ذکر نہیں کیا۔ یہ ہے مسعود صاحب کا مبلغِ علم کہ وہ موضوع کو صحیح اور صحیح کو موضوع گردانتے ہیں! اور پھر وہ اپنی زندگی میں عام مسلمانوں کی تکفیر پر بھی کمربستہ رہے۔!

ضعیف روایات

ان کتب میں بے شمار ایسی روایات موجود ہیں جن کے ضعیف و مردود ہونے پر اتفاق ہے، مثلاً: یزید بن ابی زیاد کی ترک رفع یدین والی روایت۔ دیکھیے ''نبوی نماز (سندھی) ص: 355'' ''د پیغمبر خدا ﷺ مونځ، ص: 294'' اور ''نماز مدلل'' ص 130، 131 وغیرہ۔

① تاریخ إسلام و المسلمین مطول: 95/1، حاشیہ: 8، طبع دوم۔ ② الکاشف للذهبي: 79/1

ان کے علاوہ درج ذیل کتابوں میں بھی ضعیف روایات موجود ہیں: ''صفة صلاة النبي ﷺ، ص: 135 ''(دیکھیے القول المقبول في تخريج صلاة الرسول، ص: 440، حديث: 382) ''صلاة النبي ﷺ'' از خالد گرجاکھی، ص: 343,342 اور ''صلاة الرسول ﷺ، ص: 214 (دیکھیے القول المقبول، حديث: 310) وغیرہ۔

تناقضات

علی محمد حقانی دیوبندی اپنی ایک پسندیدہ روایت کے بارے میں لکھتے ہیں:

''یزید بن ابی زیاد کوفی پر بعض محدثین [1] نے کلام کیا ہے مگر وہ ثقہ ہے۔'' (نبوی نماز مدلل، سندی یا گو پھریوں، ص: 355)

اور جب یہی یزید بن ابی زیاد ''مخالفین'' کی حدیث (مسح علی الجوربین میں آ جاتا ہے تو ''حقانی'' صاحب فرماتے ہیں:

''زیلعی فرماتے ہیں کہ [2] اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔''

(نبوی نماز، ص: 165)

کیا انصاف اسی کا نام ہے!

محدث شام شیخ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ سے ایک عجیب سہو ہوا ہے، انھوں نے ''صفة صلاة النبي ﷺ'' (ص: 80) میں ایک ضعیف اور غیر صریح روایت کی بنیاد پر جہری نمازوں میں قراءت فاتحہ کو منسوخ قرار دیا ہے، حالانکہ ان کی مستدل روایت کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے جہری وسری دونوں نمازوں میں مقتدی کا سورۂ فاتحہ پڑھنا ثابت ہے۔ [3]

---

① يزيد بن ابي زياد كوفئ تي توڙى جو بعض محدثينن كلام كيو آهي مگر اهو ثقة آهي.

② زيلعي فرمائيندو آهي ته هن جى سندم يزيد بن ابي زياد آهي ۽ اهو ضعيف آهي.

③ دیکھیے: صحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة......، حديث: 395، وصحيح أبي عوانة: 128/2، وسنده صحيح.

مختصر یہ کہ نماز کے موضوع پر اردو اور دیگر زبانوں کی اکثر کتب پر اندھا دھند اعتماد صحیح نہیں ہے بلکہ ایسی متعدد کتابوں نے عوام کو شکوک وشبہات میں مبتلا کر رکھا ہے۔

ڈاکٹر شفیق الرحمٰن صاحب نے عوام وخواص کے لیے عام فہم اردو میں ''نماز نبوی'' کے نام سے کتاب مرتب کی ہے۔ جس میں انھوں نے کوشش کی ہے کہ کوئی ضعیف حدیث شامل نہ ہونے پائے۔ راقم نے بھی تحقیق وتخریج کے دوران میں اس بات کی بھرپور سعی کی ہے کہ اس میں صرف مقبول احادیث کو لایا جائے اب ماشاء اللہ جدید ایڈیشن میں تحقیق و تخریج کی نظر ثانی کی گئی ہے، لہٰذا وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ اس میں کوئی ضعیف روایت نہیں ہے۔ لیکن چونکہ انسان غلطی اور خطا کا پتلا ہے، لہٰذا اہل علم سے درخواست ہے کہ اگر کسی حدیث کی علت پر مطلع ہوں تو راقم کو آگاہ کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی تلافی کی جا سکے۔

یہ انتہائی مسرت کی بات ہے کہ کتاب وسنت کی نشر واشاعت کے معروف عالمی ادارے ''دارالسلام'' کو اسے جدید ترین اور اعلیٰ ترین انداز میں شائع کرنے کا اعزاز حاصل ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سلسلے میں جناب مولانا عبدالمالک مجاہد ڈائریکٹر دارالسلام، حافظ عبدالعظیم اسد حفظہ اللہ اور دیگر وابستگان دارالسلام کی گراں قدر مساعی قبول فرمائے اور اسے میرے لیے بھی توشۂ آخرت بنائے۔ آمین!

ابو طاہر حافظ زبیر علیزئی محمدی　　　　　　(اگست 2008ء)

کتاب ہذا کے حواشی میں ''ع۔و'' سے دارالسلام لاہور کے سینئر ریسرچ سکالرز مولانا مفتی عبدالولی خان اور ''ع۔ر'' سے مولانا عبدالصمد رفیقی مراد ہیں۔

کتاب وسنت کی اتباع کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾

''(اے مسلمانو!) آج میں نے تمھارے لیے تمھارا دین مکمل کر دیا ہے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے، اور تمھارے لیے اسلام کو (بطور) دین پسند کر لیا ہے۔''①

یہ آیت 9 ذوالحجہ 10 ہجری کو میدان عرفات میں نازل ہوئی۔ اس کے نازل ہونے کے تین ماہ بعد رسول اللہ ﷺ یہ کامل اور اکمل دین امت کو سونپ کر رفیق اعلیٰ سے جا ملے اور امت کو یہ وصیت فرما گئے:

«تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ»

''میں تمھارے اندر دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، جب تک تم انھیں مضبوطی سے پکڑے رہو گے، ہرگز گمراہ نہیں ہو گے، اللہ کی کتاب اور اس کے نبیٔ اکرم (ﷺ) کی سنت۔''②

① المآئدة 5:3. ② [حسن] السنن الكبرى للبيهقي، آداب القاضي، باب ما يقضي به القاضي و يفتي به المفتي: 114/10، حديث: 20337، والموطأ للإمام مالك، القدر، باب النهي عن القول بالقدر، حديث: 1708. یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ حسن ہے۔

معلوم ہوا کہ اسلام، کتاب وسنت میں محدود ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ مسئلہ وفتویٰ صرف وہی صحیح اور قابل عمل ہے جو قرآن وحدیث سے مدلل ہو۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبٰى، قَالُوا : يَارَسُولَ اللهِ! وَمَنْ يَّأْبٰى؟ قَالَ: مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ أَبٰى»

''میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔'' لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! انکار کرنے والا کون ہے۔ آپ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی تو اس نے انکار کیا۔''[1]

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز پڑھائی، پھر آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور مؤثر نصیحت فرمائی۔ وعظ سن کر ہماری آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور دل دہل گئے۔ ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ وعظ تو ایسا ہے جیسے کسی رخصت کرنے والے کا ہوتا ہے، اس لیے ہمیں خاص وصیت کیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور (اپنے امیر کی جائز بات) سننا اور ماننا اگرچہ (تمھارا امیر) حبشی غلام ہی ہو۔ میرے بعد جو تم میں سے زندہ رہے گا، وہ سخت اختلاف دیکھے گا۔ اس وقت تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کا طریقہ لازم پکڑنا، اسے ڈاڑھوں سے مضبوط پکڑے رہنا اور (دین کے اندر) نئے نئے کاموں (اور طور طریقوں) سے بچنا کیونکہ (دین میں) ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''[2]

① صحيح البخاري،الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللهﷺ، حديث: 7280. ② [صحيح] سنن أبي داود، السنة، باب في لزوم السنة، حديث: 4607، وسنده صحيح، وجامع الترمذي،

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔کوئی بدعت حسنہ نہیں۔
عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ''ہر بدعت گمراہی ہے،خواہ لوگ اسے اچھا سمجھیں۔''[1]

حدیث کے معاملے میں چھان بین اور احتیاط

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ○﴾

''اور ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن مجید) نازل کیا ہے تاکہ آپ لوگوں کے لیے بیان کریں جو کچھ ان کی طرف نازل کیا گیا ہے تاکہ وہ غور وفکر کریں۔''[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا ! إِنِّي أُوتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ مَعَهُ»

''یاد رکھو! مجھے قرآن مجید اور اس کے ساتھ اس جیسی ایک اور چیز (حدیث) دی گئی ہے۔''[3]

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو فرض کیا ہے، اسی طرح اپنے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت بھی فرض قرار دی ہے۔فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ○﴾

''اے اہل ایمان ! اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کے) رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو۔اور (اس اطاعت سے ہٹ کر) اپنے اعمال باطل نہ کرو۔''[4]

◄◄ العلم، باب ماجاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدعة، حديث: 2676. امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ ① السنة لمحمد بن نصرالمروزي، ص: 82 وسنده صحيح. ② النحل 44:16. ③ [صحيح] سنن أبي داود ، السنة، باب في لزوم السنة، حديث: 4604، وسنده صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 97 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ④ محمد 33:47.

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کی طرح حدیث نبوی بھی شرعی دلیل اور حجت ہے مگر حدیث سے دلیل لینے سے قبل اس بات کا علم ضروری ہے کہ آیا وہ حدیث، رسول اللہ ﷺ سے ثابت بھی ہے یا نہیں؟ نبیٔ کریم ﷺ نے فرمایا:

«يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِّنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ»

''آخری زمانے میں دجال اور کذاب ہوں گے، وہ تمھیں ایسی ایسی احادیث سنائیں گے جنھیں تم نے اور تمھارے آباء واجداد نے نہیں سنا ہوگا، لہٰذا ان سے اپنے آپ کو بچانا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمھیں گمراہ کر دیں اور فتنے میں ڈال دیں۔''①

مزید فرمایا:

«مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ»

''جو شخص مجھ پر عمداً جھوٹ بولے تو وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنا لے۔''②

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ»

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سُنی سنائی بات بیان کر دے۔''③

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جس نے مجھ سے ایسی کوئی

---

① صحيح مسلم، المقدمة، باب النهي عن الرواية عن الضعفاء والاحتياط في تحملها، حديث: 7. ② صحيح البخاري، العلم، باب إثم من كذب على النبيﷺ، حديث: 107، 108 و110. ③ صحيح مسلم، المقدمة، باب النهي عن الحديث بكل ماسمع، حديث: 5، ترقيم دارالسلام.

حدیث بیان کی جسے وہ جانتا ہے کہ جھوٹ ہے تو یہ شخص جھوٹوں میں سے ایک ہے۔'' اس حدیث کے بارے میں امام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اسے مسلم نے روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جو آدمی بھی نبیٔ اکرم ﷺ سے ایسی حدیث بیان کرتا ہے جس کے بارے میں اُسے شک ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا صحیح نہیں تو یہ شخص جھوٹوں میں سے ایک ہے۔''①

متعدد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت ہے کہ وہ حدیث بیان کرنے میں انتہائی احتیاط برتتے تھے۔

حافظ ابن عدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ سے حدیث بیان کرنے سے محض اس لیے گریز کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حدیث بیان کرنے میں غلطی، زیادتی یا کمی ہو جائے اور وہ آپ کے اس فرمان (جو شخص مجھ پر عمداً جھوٹ بولتا ہے، اس کا ٹھکانا آگ ہے۔) کے مصداق قرار پائیں۔''②

امام مسلم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جو شخص حدیث کے ضعیف راوی کا ضعف جاننے کے باوجود ضعف بیان نہیں کرتا تو وہ اپنے اس فعل کی وجہ سے گناہ گار ہے اور عوام الناس کو دھوکا دیتا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی بیان کردہ احادیث سننے والا ان سب پر یا ان میں سے بعض پر عمل کرے اور ممکن ہے کہ وہ سب احادیث یا ان میں سے اکثر اکاذیب (جھوٹ) ہوں اور ان کی کوئی اصل نہ ہو جبکہ صحیح احادیث اس قدر ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے ضعیف احادیث کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ پھر بہت سے لوگ علم ہو جانے کے باوجود عمداً ضعیف اور مجہول اسناد والی احادیث محض اس لیے بیان کرتے ہیں کہ عوام الناس میں ان کی شہرت

① أطراف الغرائب والأفراد للدارقطني، تاليف محمد بن طاهر المقدسي: 22/1، وسنده صحيح. ② الكامل لابن عدي:80/1.

ہو اور یہ کہا جائے کہ ''اس کے پاس بہت احادیث ہیں اور اس نے بہت کتابیں تالیف کر دی ہیں۔'' جو شخص علم کے معاملے میں اس روش کو اختیار کرتا ہے۔ اس کے لیے علم میں کچھ حصہ نہیں اور اسے عالم کہنے کی بجائے جاہل کہنا زیادہ مناسب ہے۔''[1]

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ائمہ میں سے کسی نے نہیں کہا کہ ضعیف حدیث سے کسی عمل کا واجب یا مستحب ہونا ثابت ہو سکتا ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے، اس نے اجماع کی مخالفت کی۔''[2]

جمال الدین قاسمی فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین، ابن حزم اور ابوبکر ابن العربی رحمہم اللہ کے نزدیک فضائل اعمال میں بھی صرف مقبول احادیث ہی قابل استدلال ہیں۔[3]

شیخ احمد شاکر، شیخ البانی اور شیخ محمد محي الدین عبدالحمید اور دیگر محققین کا بھی یہی موقف ہے۔[4]

① صحيح مسلم، المقدمة، باب بيان أن الإسناد من الدّين (کے آخری الفاظ) ② التوسل والوسيلة، ص: 95. ③ قواعد التحديث، ذكر المذاهب في الأخذ بالضعيف......، ص: 113.

④ یاد رہے کہ ضعیف حدیث (جسے مسلکی تعصب کی بنیاد پر نہیں بلکہ اصول حدیث کی روشنی میں خالص فنی بنیادوں پر دلیل کے ساتھ ضعیف قرار دیا جائے) سے استدلال کے ضمن میں محدثین کرام کے مختلف اقوال ہیں، مثلاً:

- اگر عمل قوی دلائل سے ثابت ہے اور ضعیف حدیث میں صرف اس کی فضیلت بیان کی گئی ہے تو لوگوں کو اس عمل کی ترغیب دینے کے لیے اس ضعیف حدیث کو بیان کرنا جائز ہے۔
- کسی مسئلے کے متعلق قرآن مجید اور مقبول احادیث مکمل طور پر خاموش ہوں، صرف بعض ضعیف روایات سے کچھ راہنمائی ملتی ہو تو اس مسئلے میں کسی امام کے قول پر عمل کرنے کی بجائے بہتر یہ ہے کہ اس ضعیف حدیث پر عمل کر لیا جائے۔

مگر دونوں گروہ اس بات پر متفق ہیں کہ صرف وہی ضعیف حدیث بیان کی جائے گی جس کا ضعف معمولی ہو، نیز اس کے ضعیف ہونے کی صراحت کی جائے گی۔

- تیسری رائے یہ ہے کہ اگر ضعیف حدیث کی تائید میں دیگر قوی دلائل موجود ہوں تو پھر اسے بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ »

علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''محققین، محدثین اور ائمہ رحمہم اللہ کا کہنا ہے کہ جب حدیث ضعیف ہو تو اس کے بارے میں یوں نہیں کہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا آپ نے کیا ہے۔ یا آپ نے کرنے کا حکم دیا ہے۔ یا منع کیا ہے۔ یہ اس لیے کہ جزم کے صیغے روایت کی صحت کا تقاضا کرتے ہیں، لہٰذا ان کا اطلاق اسی روایت پر کیا جانا چاہیے جو ثابت ہو ورنہ وہ انسان نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے والے کے مانند ہوگا مگر (افسوس کہ) اس اصول کو جمہور فقہاء اور دیگر اہل علم نے ملحوظ نہیں رکھا، سوائے محققین محدثین کے اور یہ قبیح قسم کا تساہل ہے کیونکہ وہ (علماء) بہت سی صحیح روایات کے بارے میں صیغۂ تمریض کے ساتھ کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی گئی۔ اور بہت سی ضعیف روایات کے بارے میں صیغۂ جزم کے ساتھ کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ یا اسے فلاں نے روایت

» ● چوتھا قول یہ ہے کہ ضعیف حدیث کے بیان کا دروازہ نہ کھولا جائے کیونکہ:

● کسی عمل کی جس فضیلت کو بیان کیا جائے گا، سننے والا اس فضیلت کی سچائی پر ایمان لائے گا (تبھی اس عمل کو بجا لائے گا) اور اسی بات کا نام عقیدہ ہے اور عقائد میں ضعیف حدیث سے استدلال بالاتفاق ناجائز ہے۔

● تقریباً ہر باطل فرقہ، کتاب وسنت کے فہم میں صحابہ وتابعین کے مجموعی فہم وعمل سے کافی دور ہے کیونکہ اس کے بغیر وہ اپنے خود ساختہ امتیازی مسائل کا دفاع نہیں کر سکتا، اب اگر ضعیف احادیث کے بیان کا دروازہ کھول دیا گیا تو وہ یہ جھوٹا دعویٰ کرے گا کہ ''فلاں حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر اس کی تائید فلاں آیت کریمہ یا مقبول حدیث سے ہو رہی ہے، لہٰذا یہ حدیث ضعف کے باوجود قابل استدلال ہے۔'' حالانکہ فہم سلف کے مطابق اس فلاں آیت یا مقبول حدیث سے اس ضعیف حدیث کی قطعاً تائید نہیں ہوتی۔

● آج کل عملاً جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ مفاد پرست علمائے سوء صرف فضائل ہی نہیں بلکہ عقائد واعمال کو بھی مردود بلکہ موضوع روایات سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور لوگوں کو یہ تأثر دیتے ہیں کہ ''اول تو یہ احادیث بالکل صحیح ہیں اور اگر کوئی حدیث ضعیف ہوئی تو بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث بالاتفاق قابل قبول ہوتی ہے۔'' «

کیا ہے۔ اور یہ صحیح طریقے سے ہٹ جانا ہے۔''[1]

معلوم ہوا کہ صحیح اور ضعیف روایات کی پہچان اور ان میں تمیز کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف غیر ثابت شدہ حدیث کی نسبت کرنے سے بچا جا سکے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: «ولا فرق في العمل بالحديث في الأحكام أو في الفضائل إذ الكل شرع» ''احکام ہوں یا فضائل، حدیث پر عمل کرنے میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ یہ سب شریعت میں سے ہیں۔''[2]

'' ● اس میں شک نہیں کہ دین محمدی کا اصل محافظ اللہ تعالیٰ ہے، لہٰذا یہ نہیں ہوسکتا کہ دین الٰہی کی کوئی بات مروی نہ ہو یا مروی تو ہو مگر اس کی تمام روایات ضعیف ہوں، اور یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ ایک چیز دین الٰہی نہ ہو مگر مقبول احادیث کے ذخیرے میں موجود ہو، دوسرے الفاظ میں جو اصل دین ہے وہ مقبول روایات میں موجود ہے اور جو دین نہیں ہے اس روایت پر مؤثر جرح موجود ہے۔ ان حقائق کے پیش نظر بہتر یہی ہے کہ ضعیف حدیث سے استدلال کا دروازہ بند ہی رہنے دیا جائے۔ واللہ اعلم۔ مزید دیکھیے: ''رياض الصالحين'' (اردو) طبع ''دارالسلام'' فوائد حدیث: 1381. (ع،ر)

[1] مقدمة المجموع: 63/1. [2] تبيين العجب بما ورد في فضائل رجب، ص: 73.

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ، مَنْ يَّهْدِهِ اللهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَ[أَشْهَدُ]أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ. أَمَّا بَعْدُ:

فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ[ﷺ] وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ ①

''بلاشبہ سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔ ہم اس کی تعریف کرتے ہیں، اس سے مدد مانگتے ہیں، جسے اللہ راہ دکھائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اپنے در سے دھتکار دے اس کے لیے کوئی رہبر نہیں ہو سکتا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود برحق صرف اللہ تعالیٰ ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔''

''حمد و صلاۃ کے بعد:

یقیناً تمام باتوں سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور تمام طریقوں سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا ہے اور تمام کاموں سے بدترین کام وہ ہیں جو (اللہ کے دین میں) اپنی طرف سے نکالے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔''

① صحیح مسلم، الجمعة، باب تخفیف الصلاة و الخطبة، حدیث: 867,868، وسنن النسائي، النكاح، باب مایستحب من الكلام عند النكاح، حدیث: 3280.

نماز: فرضیت، فضیلت اور اہمیت

اولاد کو نماز سکھانے کا حکم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مُرُوا أَوْلَادَكُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَبْعِ سِنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ سِنِينَ وَفَرِّقُوا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ»

''اپنے بچوں کو نماز پڑھنے کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب وہ دس برس کے ہوں تو انھیں ترکِ نماز پر مارو اور ان کے بستر جدا کر دو۔''[1]

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ والدین کو حکم فرما رہے ہیں کہ وہ اپنی اولاد کو سات برس کی عمر ہی میں نماز کی تعلیم دے کر نماز کا عادی بنانے کی کوشش کریں اور اگر وہ دس برس کے ہو کر نماز نہ پڑھیں تو والدین تادیبی کارروائی کریں، انھیں سزا دے کر نماز کا پابند بنائیں اور دس برس کی عمر کا زمانہ چونکہ بلوغت کے قریب ہے اس لیے انھیں اکٹھا نہ سونے دیں۔

ترکِ نماز، کفر کا اعلان ہے

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایمان اور شرک و کفر

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة ؟ حديث: 494، وسنده حسن، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء متى يؤمر الصبي بالصلاة؟حديث: 407 وقال: ''حسن صحيح'' اس حدیث کو امام ابن خزیمہ ، (حديث: 1002)، حاکم (1/201: على شرط مسلم) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔

کے درمیان فرق، نماز کا چھوڑ دینا ہے۔“[1]

اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام اور کفر کے درمیان نماز دیوار کی طرح حائل ہے۔ دوسرے لفظوں میں ترکِ نماز مسلمان کو کفر تک پہنچانے والا عمل ہے۔

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہمارے اور ان (منافقوں) کے درمیان عہد نماز ہے۔ جس نے نماز چھوڑ دی، پس اس نے کفر کیا۔“[2]

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ منافقوں کو جو امن حاصل ہے کہ وہ قتل نہیں کیے جاتے اور ان کے ساتھ مسلمانوں جیسا سلوک روا رکھا جاتا ہے اور انھیں مسلمان سمجھا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور ان کا نماز پڑھنا ان کے اور مسلمانوں کے درمیان ایک عہد ہے جس کے سبب منافقوں کی جان اور ان کا مال مسلمانوں کی تلوار اور یلغار سے محفوظ ہے اور جس نے نماز ترک کی تو اس نے اپنے کفر کا اظہار کر دیا۔ مسلمان بھائیو! غور کرو، کس قدر خوف کا مقام ہے کہ ترک نماز، کفر کا اعلان ہے۔

عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اعمال میں سے کسی چیز کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے سوائے نماز کے۔[3]

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ”جو شخص نماز چھوڑ دے تو یقیناً اس سے (اللہ کی حفاظت کا) ذمہ ختم ہو گیا۔“[4]

① صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان إطلاق إسم الكفر على من ترك الصلاة، حديث: 82.
② [صحيح] جامع الترمذي، الإيمان، باب ما جاء في ترك الصلاة، حديث: 2621، وسنده صحيح، و سنن النسائي، الصلاة، باب الحكم في تارك الصلاة، حديث: 464. اسے امام ترمذی، ابن حبان (الإحسان: 1452)، حاکم (المستدرك: 7,6/1) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔
③ [صحيح] جامع الترمذي، الإيمان، باب ما جاء في ترك الصلاة، حديث: 2622، وسنده صحيح وللحديث طريق آخر عند الحاكم: 7/1، حديث: 12، وسنده حسن. ④ [حسن] سنن ابن ماجه، الفتن، باب الصبر على البلاء، حديث: 4034، وسنده حسن، وحسنه البوصيري.

ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کی نماز عصر فوت ہو جائے تو گویا اس کا اہل (گھربار) اور مال لوٹ لیا گیا۔''[1]

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے نماز عصر چھوڑ دی، اس کے اعمال باطل ہو گئے۔''[2]

فضیلتِ نماز

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَةٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ مَا لَمْ تُغْشَ الْكَبَائِرُ»

''پانچ نمازیں، ان گناہوں کو جو ان نمازوں کے درمیان ہوئے، مٹا دیتی ہیں اور (اسی طرح) ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، جب کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا گیا ہو۔''[3]

مثلاً: فجر کی نماز کے بعد جب ظہر پڑھیں گے تو دونوں نمازوں کے درمیانی عرصے میں جو گناہ، لغزشیں اور خطائیں ہو چکی ہوں گی، اللہ تعالیٰ انھیں بخش دے گا۔ اسی طرح رات اور دن کے تمام صغیرہ گناہ نماز پنجگانہ سے معاف ہو جاتے ہیں، گویا پانچوں نمازوں پر ہمیشگی مسلمانوں کے نامۂ اعمال کو ہر وقت صاف اور سفید رکھتی ہے حتیٰ کہ انسان نماز کی برکت سے آہستہ آہستہ صغائر سے باز رہتے ہوئے کبیرہ گناہوں کے تصور ہی سے کانپ

① صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب إثم من فاتته العصر، حديث: 552، وصحيح مسلم، المساجد، باب التغليظ في تفويت صلاة العصر، حديث: 626. ② صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب من ترك العصر، حديث: 553، وباب التبكير بالصلاة في يوم غيم، حديث: 594. ③ صحيح مسلم، الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة......، حديث:233.

اٹھتا ہے۔[1]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: ''بھلا مجھے بتاؤ اگر تم میں سے کسی کے دروازے کے باہر نہر ہو اور وہ اس میں ہر روز پانچ بار نہائے، کیا پھر بھی اس کے جسم پر میل باقی رہے گا؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے سبب گناہوں کو معاف کر دیتا ہے۔''[2]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ (میں نے گناہ کیا اور بطور سزا) میں حد کو پہنچا ہوں، لہٰذا مجھ پر حد قائم کریں۔ آپ نے اس سے حد کا حال دریافت نہ کیا (یہ نہ پوچھا کہ کون سا گناہ کیا ہے۔) اتنے میں نماز کا وقت آ گیا۔ اس شخص نے آپ کے ساتھ نماز پڑھی جب آپ نے نماز پڑھ لی تو وہ شخص پھر کھڑا ہو کر کہنے لگا کہ اے اللہ کے رسول! تحقیق میں حد کو پہنچا ہوں، لہٰذا مجھ پر اللہ کا حکم نافذ کیجیے۔ آپ نے فرمایا: ''کیا تو نے ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟'' اس نے کہا: پڑھی ہے تو آپ نے فرمایا: ''اللہ نے تیرا گناہ بخش دیا ہے۔''[3]

اللہ کی رحمت اور بخشش کتنی وسیع ہے کہ نماز پڑھنے کے سبب اللہ نے اس کا گناہ، جسے وہ اپنی سمجھ کے مطابق ''حد کو پہنچنا'' کہہ رہا تھا، معاف کر دیا۔ معلوم ہوا کہ نماز گناہوں کو مٹانے والی ہے۔

① اگر عقیدہ، طریقۂ نماز اور نیت درست ہو تو نماز پر ہمیشگی بندے کو گناہوں سے روک دیتی ہے۔ اگر کوئی شخص نماز پڑھنے کے باوجود کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہو تو یقیناً مذکورہ تین اوصاف میں سے کسی ایک میں ابھی تک خلل موجود ہے جس کی اصلاح ضروری ہے۔ (ع، ر)

② صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب الصلوات الخمس كفارة، حديث: 528، وصحيح مسلم، المساجد، باب المشي إلى الصلاة تمحى به الخطايا ......، حديث: 667. ③ صحيح مسلم، التوبة، باب قوله تعالى: ﴿إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ﴾ (هود 11:114)، حديث: 2764.

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بندہ جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے گناہ اُس کے سر اور کندھوں پر آ جاتے ہیں، پھر جب وہ رکوع یا سجدہ کرتا ہے تو یہ گناہ ساقط، یعنی معاف ہو جاتے ہیں۔①

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ جس نے ان کے لیے اچھا وضو کیا، انھیں وقت پر ادا کیا، انھیں خشوع کے ساتھ پڑھا اور ان کا رکوع پورا کیا تو اس نمازی کے لیے اللہ کا عہد ہے کہ وہ اسے بخش دے گا اور جس نے ایسا نہ کیا، اس کے لیے اللہ کا عہد نہیں ہے، چاہے وہ اُسے بخش دے اور چاہے تو اسے عذاب دے۔''②

سیدنا عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص آفتاب کے طلوع وغروب سے پہلے (فجر اور عصر کی) نماز پڑھے گا، وہ شخص ہرگز آگ میں داخل نہیں ہوگا۔''③

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے نماز عشاء باجماعت ادا کی (تو اس کے لیے اتنا ثواب ہے کہ) گویا اس نے آدھی رات تک قیام کیا اور جس نے صبح کی نماز باجماعت پڑھی (تو اتنا ثواب پایا کہ) گویا اس نے تمام رات نماز پڑھی۔''④

سیدنا جندب قسری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے

① السنن الكبرٰى للبيهقي: 10/3 وسنده حسن، وشرح معاني الآثار للطحاوي: 477/1.
② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب المحافظة على الصلوات، حديث: 425، وسنده صحيح، والسنن الكبرٰى للبيهقي: 215/2 فيه الصنابحي وهو أبو عبدالله وللحديث طريق آخر عند ابن حبان (الموارد: 252، الإحسان: 1728) وسنده حسن. ③ صحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاتي الصبح والعصر والمحافظة عليهما، حديث: 634. ④ صحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة، حديث: 656.

صبح کی نماز پڑھی، وہ اللہ کے ذمے (عہد وامان) میں ہے۔"[1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمھارے پاس فرشتے رات اور دن کو باری باری آتے ہیں۔ وہ (آنے اور جانے والے فرشتے) نماز فجر اور نماز عصر میں جمع ہوتے ہیں۔ جو فرشتے رات کو تمھارے پاس رہے وہ آسمان پر جاتے ہیں تو ان کا رب ان سے پوچھتا ہے، حالانکہ وہ اپنے بندوں کا حال خوب جانتا ہے: "تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا؟" وہ کہتے ہیں: ہم نے انھیں اس حال میں چھوڑا کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے اور ہم ان کے پاس اس حال میں گئے کہ وہ نماز پڑھ رہے تھے۔"[2]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "منافقوں پر فجر اور عشاء سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں۔ اگر انھیں ان نمازوں کا ثواب معلوم ہو جائے تو وہ ان میں ضرور پہنچیں اگرچہ انھیں سرین پر گھسٹ کر ہی آنا پڑے۔"[3]

سرین پر گھسٹ کر آنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر پاؤں سے چلنے کی طاقت نہ ہو تو ان نمازوں کے ثواب اور اجر کی کشش انھیں چوتڑوں کے بل چل کر مسجد پہنچنے پر مجبور کر دے، یعنی ہر حال میں پہنچیں۔

نبیٔ کریم ﷺ کو نماز عصر اس قدر پیاری تھی کہ جب جنگ خندق کے دن کفار کے حملے اور تیر اندازی کے سبب یہ نماز فوت ہوگئی تو آپ کو شدید رنج پہنچا، اس پر نبیٔ اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے: "ہمیں کافروں نے درمیانی نماز، یعنی نماز عصر سے باز رکھا

① صحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة، حديث: 657.
② صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل صلاة العصر، حديث: 555، وصحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاتي الصبح والعصر......، حديث: 632. ③ صحيح البخاري، الأذان، باب فضل صلاة العشاء في الجماعة، حديث: 657، وصحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة، حديث: 651.

حتی کہ سورج بھی غروب ہو گیا، اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔''[1]

نمازی اور شہید

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک قبیلے کے دو شخص ایک ساتھ مسلمان ہوئے، ان میں سے ایک جہاد فی سبیل اللہ میں شہید ہو گئے اور دوسرے صاحب ایک سال کے بعد فوت ہوئے۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ وہ صاحب جن کا ایک سال بعد انتقال ہوا، اس شہید سے پہلے جنت میں داخل ہو گئے۔ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: مجھے بڑا تعجب ہوا (کہ شہید کا رتبہ تو بہت بلند ہے، اس لیے جنت میں اسے پہلے داخل ہونا چاہیے تھا۔) میں نے صبح کے وقت خود ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس (تقدیم و تاخیر) کی وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا: ''جس شخص کا بعد میں انتقال ہوا (کیا تم اس کی نیکیاں نہیں دیکھتے، کس قدر زیادہ ہو گئیں؟) کیا اس نے ایک رمضان کے روزے نہیں رکھے؟ اور سال بھر کی (فرض نمازوں کی) چھ ہزار یا اتنی اتنی رکعتیں زیادہ نہیں پڑھیں؟''[2]

فائدہ: یہ دونوں صحابی مہاجرین میں سے تھے اور دونوں نے اکٹھے ہجرت کی تھی۔ جہاد وغیرہ تمام اعمالِ صالحہ میں یہ دونوں شریک و یکساں تھے۔ ان میں سے ایک میدانِ جہاد میں شہید ہو گیا اور دوسرا جہاد کی تیاری میں مصروف و مرابط رہا اور ساتھ ساتھ اعمالِ صالحہ بھی کرتا رہا۔ چونکہ حدیث میں آیا ہے کہ مرابط کا اجر و عمل جاری رہتا ہے، لہٰذا یہ اپنے اس بھائی سے بڑھ گیا جو پہلے شہید ہو گیا تھا۔[3]

① صحيح البخاري، الجهاد، باب الدعاء على المشركين بالهزيمة والزلزلة، حديث: 2931، وصحيح مسلم، المساجد، باب الدليل لمن قال الصلاة الوسطى هي صلاة العصر، حديث: 627. ② [حسن] مسند أحمد: 333/2، وسنده حسن، اسے حافظ منذری نے الترغيب والترهيب: 244/1 میں حسن کہا ہے۔ ③ دیکھیے مشكل الآثار للطحاوي: 301/3. معلوم ہوا کہ منکرین جہاد کا اس حدیث سے استدلال غلط ہے۔

اہمیتِ نماز

- سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ نے فرمایا: ''وقت پر نماز پڑھنا۔'' میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: ''ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔'' میں نے کہا: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: ''اللہ کے راستے میں جہاد کرنا۔''[1]
- اور فرمایا: ''آدمی اور شرک کے درمیان نماز ہی حائل ہے۔''[2]
- نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ بعض دوزخیوں پر رحمت کرنے کا ارادہ فرمائے گا تو فرشتوں کو حکم دے گا کہ وہ دوزخ سے ایسے لوگوں کو باہر نکال لائیں جو اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے۔ فرشتے انھیں نشانِ سجدہ سے پہچان کر دوزخ سے نکال دیں گے (کیونکہ) سجدے کی جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ حرام کر دی ہے وہاں آگ کا کچھ اثر نہ ہوگا۔''[3]
- نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''سب سے افضل عمل اول وقت پر نماز پڑھنا ہے۔''[4]
- آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی آدمی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو رحمتِ الٰہی

① صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب فضل الصلاة لوقتها، حديث: 527، وصحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون الإيمان بالله تعالى أفضل الأعمال، حديث: 85. ② صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة، حديث: 82. ③ صحيح البخاري، الأذان، باب فضل السجود، حديث: 806، و صحيح مسلم، الإيمان، باب معرفة طريق الرؤية، حديث: 182. ④ [صحيح] صحيح ابن خزيمة، الصلاة، باب اختيار الصلاة في أول وقتها، حديث: 327. امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ میں، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 280 میں، امام حاکم نے المستدرك: 189,188/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔‘‘[1]

● رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ’’میں نے خواب میں اپنے بابرکت اور بلند قدر پروردگار کو بہترین صورت میں دیکھا، پس اس نے کہا: اے محمد! میں نے کہا: اے میرے رب! میں حاضر ہوں۔ اللہ نے فرمایا: مقرب فرشتے کس بات میں بحث کر رہے ہیں۔ میں نے کہا: اے میرے پروردگار! میں نہیں جانتا۔ اللہ نے تین بار پوچھا۔ میں نے ہر بار یہی جواب دیا۔ پھر میں نے اللہ کو دیکھا کہ اس نے اپنا ہاتھ میرے کندھوں کے درمیان رکھا۔ یہاں تک کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی انگلیوں[2] کی ٹھنڈک اپنی چھاتی کے درمیان محسوس کی۔ پھر میرے لیے ہر چیز ظاہر ہوگئی اور میں نے سب کو پہچان لیا۔[3] پھر فرمایا: اے محمد! میں نے کہا: میرے رب! میں حاضر ہوں۔ اللہ نے فرمایا: مقرب فرشتے کس بات میں بحث کر رہے ہیں۔ میں نے کہا: کفارات (گناہوں کا کفارہ بننے والی نیکیوں) کے بارے میں۔

① [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب مسح الحصى في الصلاة، حديث: 945، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في كراهية مسح الحصى في الصلاة، حديث: 379، وسنن النسائي، السهوء، باب النهي عن مسح الحصى في الصلاة، حديث: 1192، وسنده حسن، امام ترمذی نے اسے حسن اور حافظ ابن حجر نے، بلوغ المرام، حدیث: 238 میں صحیح کہا ہے۔

② اللہ کا ہاتھ اور انگلیاں: ہاتھ اور انگلیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، ان کی کیفیت ہم نہیں جانتے، ہم انھیں مخلوق کے ہاتھوں اور انگلیوں سے تشبیہ نہیں دیتے بلکہ دیگر غیبی امور کی طرح اللہ کی ان صفات پر بھی ایمان بالغیب رکھتے ہیں۔ الحمد للہ۔ (ع، ر)

③ خواب کے وقت زمین و آسمان کی ہر وہ چیز میں نے دیکھی اور پہچان لی جو اللہ نے مجھے دکھانا چاہی۔ سوال و جواب سے بھی یہی مفہوم اخذ ہو رہا ہے، نیز ایک روایت میں صرف مشرق و مغرب کا ذکر ہے (جنوب و شمال کا نہیں)، لہٰذا اس حدیث کا ہرگز یہ معنی نہیں ہے کہ پیدائشِ آدم سے لے کر لوگوں کے جنت اور دوزخ میں داخل ہونے تک کائنات کے ہر زمان و مکان کی ہر چیز اور ہر راز مجھے معلوم ہو گیا، اگر ایسے ہوتا تو اس خواب کے بعد نبی اکرم ﷺ پر وحی نہیں آنی چاہیے تھی کیونکہ جو چیز آپ کو پہلے ہی معلوم کروا دی گئی اس کی وحی بھیجنا تحصیل حاصل ہے مگر ایسا نہیں ہوا اور وحی آتی رہی بلکہ بسا اوقات آپ وحی کا انتظار فرمایا کرتے تھے۔ (ع، ر)

اللہ نے فرمایا: وہ کیا ہیں؟ میں نے کہا: نماز باجماعت کے لیے پیدل چل کر جانا، نماز کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا اور مشقت (سردی یا بیماری وغیرہ) کے وقت پورا وضو کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ میں نے کہا: درجات کی بلندی کے بارے میں۔ اللہ نے پوچھا: وہ کن چیزوں میں ہے؟ میں نے کہا: لوگوں کو کھانا کھلانے، نرم بات کرنے اور رات کو نماز پڑھنے میں جبکہ لوگ سو رہے ہوں، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اب جو چاہو دعا کرو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ پھر میں نے یہ دعا کی:

«اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِينِ، وَأَنْ تَغْفِرَلِي وَتَرْحَمَنِي، وَإِذَا أَرَدْتَّ فِتْنَةً فِي قَوْمٍ فَتَوَفَّنِي غَيْرَ مَفْتُونٍ، وَأَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ وَحُبَّ عَمَلٍ يُّقَرِّبُ إِلٰى حُبِّكَ»

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں نیکیوں کے کرنے کا، برائیوں کے چھوڑنے کا، مسکینوں کے ساتھ محبت کرنے کا اور یہ کہ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرمائے، اگر تیرا کسی قوم کو آزمائش میں ڈالنے کا ارادہ ہو تو مجھے آزمائش سے بچا کر موت دے دینا اور میں تجھ سے تیری محبت اور ہر اس شخص کی محبت مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے اور میں تجھ سے وہ عمل کرنے کی توفیق مانگتا ہوں جو (مجھے) تیری محبت کے قریب کر دے۔'' نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میرا یہ خواب حق ہے، پس اسے یاد رکھو اور دوسرے لوگوں کو بھی یہ خواب سناؤ۔''[1]

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے صبح کی نماز پڑھی، وہ اللہ کی حفاظت اور ذمے میں

[1] [حسن] جامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة صٓ، حديث:3235، وسنده حسن، ومسند أحمد: 243/5. امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

ہے۔ پس اللہ تعالیٰ تم سے اپنی حفاظت کے بارے میں کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے، اس لیے کہ جس سے وہ یہ مطالبہ کرے گا، یقیناً اسے اپنی گرفت میں لے کر منہ کے بل جہنم میں پھینک دے گا۔''[1]

مطالبے کا مطلب یا تو نماز میں کوتاہی پر مطالبہ ومؤاخذۂ الٰہی سے ڈرانا ہے یا فجر کی نماز پڑھنے والے سے تعرض کرنے کی صورت میں مطالبہ ومؤاخذۂ الٰہی سے ڈرانا ہے۔

● ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَمَّنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْبَيْتِ مَرَّتَيْنِ»

''جبرئیل (علیہ السلام) نے خانہ کعبہ کے پاس میری دو دفعہ امامت کرائی ہے۔''[2]

امامتِ جبرئیل کی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز کا درجہ اتنا بلند، اس کی اہمیت اللہ کے نزدیک اتنی اعلیٰ وارفع اور اسے مخصوص ہیئت، مقررہ قاعدوں، متعینہ ضابطوں اور نہایت خشوع وخضوع سے ادا کرنا اس قدر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تعلیم امت کے لیے جبرئیل کو ہادیٔ عالم ﷺ کے پاس بھیجا۔ جبرئیل نے اللہ کے حکم کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو نماز کی کیفیت، ہیئت، اس کے اوقات اور اس کے قاعدے سکھائے اور پھر آپ ﷺ جبرئیل کے بتائے اور سکھائے ہوئے وقتوں، طریقوں، قاعدوں اور ضابطوں کے مطابق نماز پڑھتے رہے اور امت کو بھی حکم دیا: ''اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو۔''[3]

---

① صحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاة العشاء والصبح في جماعة، حديث: 657.
② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب في المواقيت، حديث: 393، وسنده حسن، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في مواقيت الصلاة......، حديث: 149. اسے امام ترمذی نے اور ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ، حدیث: 325 میں، ابن ابی رود نے المنتقٰی: 150,149 میں، حاکم نے المستدرك: 193/1 میں اور ابوبکر ابن العربی نے عارضة الأحوذي: 202/1 میں صحیح کہا ہے۔
③ صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان للمسافرين، حديث: 631.

احکامِ طہارت

پانی کے احکام

نماز کے لیے وضو شرط ہے۔ وضو کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔ اسی طرح وضو کے لیے پانی کا پاک ہونا شرط ہے۔

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: کیا ہم بضاعہ کے کنویں سے وضو کر سکتے ہیں۔ یہ ایسا کنواں ہے جس میں حیض والے کپڑے، کتوں کا گوشت اور بدبودار اشیاء (بعض اوقات) گر جاتی ہیں۔ بضاعہ کا کنواں ڈھلوان پر تھا اور بارش وغیرہ کا پانی ان چیزوں کو بہا کر کنویں میں لے جاتا تھا۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«اَلْمَاءُ طَهُورٌ لَّا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ»

''اس کا پانی پاک ہے (اور اس میں دوسری چیزوں کو پاک کرنے کی صلاحیت ہے۔) اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔''[1]

معلوم ہوا کہ کنویں کا پانی پاک ہے۔

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دریا اور سمندر کا پانی پاک کرنے والا ہے اور اس کا مردار

[1] [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب ما جاء في بئر بضاعة، حديث: 66، وسنده حسن، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء أن الماء لاينجسه شيء، حديث: 66. امام ترمذی نے اسے حسن جبکہ ابن حزم نے المحلّٰی: 100/1 میں اور نووی رحمہ اللہ نے المجموع: 82/1 میں صحیح کہا ہے۔ نیز دیکھیے التلخيص الحبير: 13/1، حديث: 2.

(مچھلی) حلال ہے۔''①

رسول اللہ ﷺ نے جنبی کو ٹھہرے ہوئے پانی میں غسل کرنے سے منع فرمایا۔②

نبیٔ اکرم ﷺ نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے اور پھر اس سے غسل کرنے سے منع فرمایا۔③

نبیٔ اکرم ﷺ نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے اور پھر اس سے وضو کرنے سے منع فرمایا۔④

① [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، حديث: 83، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في ماء البحرأنه طهور، حديث:69. اس حدیث کو امام ترمذی، ابن خزیمہ نے صحیح، حدیث:111 میں، ابن حبان نے صحیح (الموارد): 119 میں، حاکم نے المستدرك: 141،140/1 میں، امام ذہبی نے تلخيص المستدرك میں اور نووی نے المجموع: 82/1 میں صحیح کہا ہے۔ ② صحيح مسلم، الطهارة، باب النهي عن الاغتسال في الماء الراكد، حديث: 283. ③ صحيح البخاري، الوضوء، باب البول في الماء الدائم، حديث: 239. ④ [صحيح] جامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في كراهية البول في الماء الراكد، حديث: 68، وسنده صحيح. امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ اس کے راوی صحیحین کے راوی ہیں۔

کنویں کا پانی بھی ساکن ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ پاک ہوتا ہے اور پاک کرتا بھی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی مقدار عموماً قُلَّتَیْن (227 کلوگرام) سے زیادہ ہوتی ہے اور کسی نجاست کے گرنے سے اس کا وصف (رنگ، بو یا ذائقہ) تبدیل نہیں ہوتا لیکن اگر اس سے کم مقدار والے ساکن پانی میں نجاست گر جائے تو اس سے غسل یا وضو نہیں کرنا چاہیے، خواہ اس کا وصف تبدیل ہو یا نہ ہو، یاد رہے کہ ایک کلوگرام، ایک سیر آٹھ تولہ کے برابر ہوتا ہے۔ (ع، ر)

جبکہ بعض دیگر محققین یہ کہتے ہیں کہ پانی کم ہو یا زیادہ، یعنی دو قلوں سے کم ہو یا زیادہ، نجاست پڑنے سے جب تک اس کے تین اوصاف میں سے کوئی وصف تبدیل نہیں ہوتا، وہ پانی پاک ہے اور پاک کرنے والا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: تهذيب السنن على هامش عون المعبود لابن القيم: 73/1. (ع۔ و)

بیت الخلا میں جاتے وقت کی دعا

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رفع حاجت کے لیے بیت الخلا میں داخل ہونے کا ارادہ کرتے تو فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

''اے اللہ! یقیناً میں تیری پناہ پکڑتا ہوں ناپاک جنوں اور ناپاک جنیوں (کے شر) سے۔''[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیت الخلا جنوں اور شیطانوں کے حاضر ہونے کی جگہ ہے جب تم بیت الخلا میں جاؤ تو کہو:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

''میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں نر اور مادہ خبیث جنوں (کے شر) سے۔''[2]

بیت الخلا سے نکلتے وقت کی دعا

عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا سے نکلتے تو فرماتے:

(1) صحيح البخاري، الوضوء، باب مايقول عند الخلاء ؟ حديث: 142، وصحيح مسلم، الحيض، باب مايقول إذا أراد دخول الخلاء ؟ حديث: 375. (2) [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب ما يقول الرجل إذا دخل الخلاء؟ حديث: 6، وسنده حسن. امام حاکم نے

غُفْرَانَكَ

”اے اللہ! میں تجھ سے بخشش چاہتا ہوں۔“[1]

رفع حاجت کے مسائل

- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جب تم قضائے حاجت کے لیے آؤ تو قبلے کی طرف منہ کرو نہ پیٹھ۔“[2]
- نبی اکرم ﷺ نے گوبر اور ہڈی کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا۔[3]
- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”لعنت کا سبب بننے والے دو کاموں سے بچو۔“ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا، وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: ”لوگوں کے راستے میں اور ان کے سائے کی جگہوں میں رفع حاجت کرنا۔“[4]
- نبی اکرم ﷺ نے دائیں ہاتھ سے استنجا کرنے سے منع فرمایا۔[5]
- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جو کوئی پتھر سے استنجا کرے وہ طاق پتھر لے۔“[6]

المستدرك: 187/1 میں، ذہبی نے تلخیص المستدرك میں، ابن حبان نے الإحسان: 1400 میں اور ابن خزیمہ نے حدیث: 69 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [1] [صحیح] سنن أبي داود، الطهارة، باب مايقول الرجل إذا خرج من الخلاء؟ حديث: 30، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الطهارة، باب مايقول إذا خرج من الخلاء؟ حديث: 7، وسنن ابن ماجه، الطهارة، باب مايقول إذا خرج من الخلاء ؟ حديث: 300. امام ترمذی نے اسے حسن، جبکہ امام حاکم نے المستدرك: 158/1 میں، ذہبی نے اور نووی نے المجموع: 75/2 میں صحیح کہا ہے۔ [2] صحيح البخاري، الصلاة، باب قبلة أهل المدينة وأهل الشام والمشرق، حديث: 394، وصحيح مسلم، الطهارة، باب الاستطابة، حديث: 265,264. اگر بیت الخلا ہی قبلہ رخ بنے ہوئے ہوں تو پھر قبلے کی طرف منہ کی بجائے پشت کی جائے۔ دیکھیے صحيح البخاري، الوضوء، باب التبرز في البيوت، حديث: 148. (ع،ر) [3] صحيح مسلم، الطهارة، باب الاستطابة، حديث: 262. [4] صحيح مسلم، الطهارة، باب النهي عن التخلي في الطرق و الظلال، حديث: 269. [5] صحيح البخاري، الوضوء، باب النهي عن الاستنجاء باليمين، حديث: 154,153، وصحيح مسلم، الطهارة، باب النهي عن الاستنجاء باليمين، حديث: 267. [6] صحيح البخاري، الوضوء، باب

- نبیٔ اکرم ﷺ نے تین ڈھیلوں سے استنجا کرنے کا حکم دیا۔[1]
- رسول اللہ ﷺ نے تین ڈھیلوں سے کم کے ساتھ استنجا کرنے سے منع فرمایا۔[2]
- نبیٔ اکرم ﷺ جب رفع حاجت کے لیے جاتے تو دور چلے جاتے۔[3]
- آپ ﷺ پانی کے ساتھ بھی استنجا فرماتے تھے۔[4]
- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیشاب کر رہے تھے کہ ایک آدمی نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے اس کا جواب نہ دیا۔[5]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رفع حاجت کی حالت میں کلام کرنا مکروہ ہے۔

- سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب نبیٔ اکرم ﷺ قضائے حاجت کے لیے جاتے تو میں ایک برتن میں پانی لے آتا، آپ اس سے استنجا کر لیتے، میں پھر ایک اور برتن میں پانی لے آتا جس سے آپ وضو کر لیتے۔[6]
- جس شخص کو رفع حاجت کی طلب ہو اور نماز کھڑی ہو چکی ہو تو پہلے وہ حاجت سے

»الاستنثار في الوضوء، وباب الاستجمار وترا، حديث: 162,161، وصحيح مسلم، الطهارة، باب الإيتار في الاستنثار، حديث: 237. ① [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب كراهية استقبال القبلة عند قضاء الحاجة، حديث: 8، وسنده حسن، وسنن النسائي، الطهارة، باب النهي عن الاستطابة بالروث، حديث: 40. امام نووی نے المجموع: 104/2 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح مسلم، الطهارة، باب الاستطابة، حديث: 262. ③ [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب التخلي عند قضاء الحاجة، حديث: 1، وسنده حسن، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء أن النبي كان إذا أراد الحاجة أبعد في المذهب، حديث: 20، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 50 میں اسے صحیح کہا ہے، نیز اسے حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ دیکھیے المستدرك: 140/1. ④ صحيح البخاري، الوضوء، باب الاستنجاء بالماء، حديث: 150، وصحيح مسلم، الطهارة، باب الاستنجاء بالماء من التبرز، حديث: 270. ⑤ صحيح مسلم، الحيض، باب التيمم، حديث: 370. ⑥ [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب الرجل يدلك يده بالأرض إذا استنجى، حديث: 45، وسنده«

فراغت پائے، پھر نماز پڑھے۔[1]

● نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب کھانا حاضر ہو یا پاخانہ و پیشاب کی حاجت شدید ہو تو نماز نہیں ہوتی۔''[2]

بول و براز کے دباؤ کی حالت میں انسان اگر نماز پڑھے گا تو نماز میں خشوع، خضوع اور اطمینان حاصل نہ ہوگا، اس لیے نبی اکرم ﷺ نے ان سے فراغت حاصل کرنے کو مقدم فرمایا۔

پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کی سخت تاکید

ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دو قبروں کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''ان دونوں قبروں والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور باعث عذاب (بچنے کے لحاظ سے تمھارے نزدیک) کوئی بڑی (مشکل) چیز نہیں (اگرچہ گناہ کے لحاظ سے بہت بڑی ہے) ان دونوں میں سے ایک پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغل خور تھا۔''[3]

»» حسن. ابن حبان نے الموارد، حدیث: 138 میں اسے صحیح کہا ہے۔ معلوم ہوا کہ استنجا اور وضو کا برتن علیحدہ ہونا بہتر ہے۔ ① [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب أيصلي الرجل وهو حاقن؟ حديث: 88، وهو حديث صحيح، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء إذا أقيمت الصلاة ووجد أحدكم الخلاء فليبدأ بالخلاء، حديث: 142، وسنن ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في النهي للحاقن أن يصلي، حديث: 616. امام ترمذی نے، حاکم نے المستدرك: 168/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح مسلم، المساجد، باب كراهة الصلاة بحضرة الطعام......، حديث: 560. ③ صحيح البخاري، الوضوء، باب من الكبائر أن لا يستتر من بوله، حديث: 216، وصحيح مسلم، الطهارة، باب الدليل على نجاسة البول ووجوب الاستبراء منه، حديث: 292.

غیب کی یہ خبر آپ کو اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی ملی تھی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ کو ہر انسان کے دنیوی اور برزخی حالات کا مفصل علم عطا کیا گیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ سے مشرکین کے فوت شدہ بچوں کے انجام کی بابت سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ (بڑے ہوتے »»

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ پیشاب کے چھینٹوں سے سخت پرہیز کرنا چاہیے۔ وہ لوگ جو پیشاب کرتے وقت چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتے، اپنے کپڑوں کو نہیں بچاتے، پیشاب کر کے (پانی یا ڈھیلوں کی عدم موجودگی میں ٹشو یا ٹاکی وغیرہ سے) استنجا کیے بغیر فوراً اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کے پاجامے، پتلون اور جسم وغیرہ پیشاب سے آلودہ ہو جاتے ہیں۔ انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ پیشاب سے نہ بچنا باعث عذاب اور بڑا گناہ ہے۔

» تو) کیسے اعمال بجا لاتے (اچھے یا برے)؟" دیکھیے صحیح البخاري، الجنائز، باب ما قیل في أولاد المشرکین ؟ حدیث: 1384. اس سے معلوم ہوا کہ غیب کی ہر خبر جاننا صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جبکہ نبی اکرم ﷺ صرف وہی خبر جانتے تھے جو اللہ آپ کو بتا دیتا تھا جیسا کہ بعد میں آپ کو بتلا دیا گیا کہ سب بچے جنتی ہوں گے۔ دیکھیے صحیح البخاري، التعبیر، باب تعبیر الرؤیا بعد صلاۃ الصبح، حدیث: 7047. (ع، ر)

نجاستوں کی تطہیر کا بیان

ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا اور لوگ اس کے پیچھے پڑ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے انھیں فرمایا:

«دَعُوهُ وَهَرِيقُوا عَلٰى بَوْلِهِ سَجْلًا مِّنْ مَّاءٍ»

''اسے چھوڑ دو اور (جگہ کو پاک کرنے کے لیے) اس کے پیشاب پر پانی کا ڈول بہا دو۔''[1]

پھر آپ نے اسے بلا کر فرمایا: ''مسجدیں پیشاب اور گندگی کے لیے نہیں بلکہ اللہ کے ذکر، نماز اور قرآن پڑھنے کے لیے (ہوتی) ہیں۔''[2]

حیض آلود کپڑے کا حکم

اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما روایت کرتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ جس عورت کے کپڑے کو حیض (ماہواری) کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: ''اسے کھرچ لے، پھر چٹکیوں سے مل کر پانی سے دھو لے، پھر اس میں نماز ادا کر لے۔''[3]

① صحيح البخاري، الوضوء، باب صبّ الماء على البول في المسجد، حديث: 220، وصحيح مسلم، الطهارة، باب وجوب غسل البول وغيره من النجاسات إذا حصلت في المسجد......، حديث: 285,284. ② صحيح مسلم، الطهارة، باب وجوب غسل البول......، حديث: 285، وسنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب الأرض يصيبها البول كيف تغسل، حديث: 529. ③ صحيح البخاري، الوضوء، باب غسل الدم، حديث: 227، وصحيح مسلم، الطهارة، باب نجاسة الدم وكيفية غسله، حديث: 291.

منی کا دھونا

امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی دھو ڈالتی تھی اور آپ اس کپڑے میں نماز پڑھنے تشریف لے جاتے تھے جبکہ دھونے کا نشان کپڑے پر ہوتا تھا۔①

شیر خوار بچے کا پیشاب

ام قیس رضی اللہ عنہا اپنے چھوٹے (شیر خوار) بچے کو جو ابھی کھانا نہیں کھاتا تھا، رسول اللہ ﷺ کے پاس لائیں اور آپ نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ بچے نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا تو آپ نے پانی منگوا کر کپڑے پر چھینٹے مارے اور اسے دھویا نہیں۔②

لبابہ بنت حارث رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کی گود میں پیشاب کر دیا (جو ابھی شیر خوار ہی تھے) میں نے عرض کیا: کوئی اور کپڑا پہن لیں اور یہ تہ بند مجھے دے دیں تاکہ میں اسے دھو دوں تو آپ نے فرمایا: ''لڑکی کا پیشاب دھویا جاتا ہے اور لڑکے کے پیشاب پر چھینٹے مارے جاتے ہیں۔''③

نجاست آلود جوتا

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد آئے تو وہ دیکھ لے اگر جوتوں میں گندگی لگی ہو تو (زمین پر) رگڑنے کے بعد ان میں

① صحیح البخاري، الوضوء، باب غسل المني وفركه، حديث: 229-232، وصحيح مسلم، الطهارة، باب حكم المني، حديث: 289. ② صحيح البخاري، الوضوء، باب بول الصبيان، حديث: 223، وصحيح مسلم، الطهارة، باب حكم بول الطفل الرضيع، حديث: 287. ③ [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب بول الصبي يصيب الثوب، حديث: 375، وسنن ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في بول الصبي الذي لم يطعم، حديث: 522. امام ابن خزیمہ نے حدیث: 282 میں، حاکم نے المستدرك: 166/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

نماز پڑھے۔''①

کتے کا جھوٹا

سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر کتا کسی کے برتن میں منہ ڈال جائے (یا بعض روایات کے مطابق پانی وغیرہ پی لے) تو برتن کو سات بار پانی سے دھو ڈالے اور پہلی بار مٹی سے مانجھے۔''②

مردار کا چمڑا

میمونہ رضی اللہ عنہا کی بکری مرگئی جو ان کی لونڈی کو کسی نے صدقے میں دی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزرے اور پوچھا کہ تم نے اس کا چمڑا اتار کر رنگ کیوں نہیں لیا تاکہ اس سے فائدہ اٹھاتے؟ لوگوں نے کہا: وہ تو مردار ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس کا صرف کھانا حرام ہے۔''③

ام المومنین سودہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہماری بکری مرگئی۔ ہم نے اس کا چمڑا رنگ کر مَشک بنالی، پھر ہم اس میں نبیذ (کھجور کا مشروب) بناتے رہے یہاں تک کہ وہ پرانی ہوگئی۔④

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھال استعمال کرنے سے منع فرمایا ہے۔⑤

① [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة في النعل، حديث: 650، وسنده صحيح. امام حاکم نے المستدرك: 260/1 میں اور ابن خزیمہ نے حدیث: 1017 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔
② صحيح مسلم، الطهارة، باب حكم ولوغ الكلب، حديث: 280,279. ③ صحيح البخاري، البيوع، باب جلود الميتة قبل أن تدبغ، حديث: 2221، وصحيح مسلم، الحيض، باب طهارة جلود الميتة بالدباغ، حديث: 363. ④ صحيح البخاري، الأيمان، باب إذا حلف أن لايشرب نبيذا فشرب طلاء أوسكرا أوعصيرا لم يحنث......، حديث: 6686. ⑤ [حسن] سنن أبي داود، اللباس، باب في جلود النمور، حديث: 4132، وجامع الترمذي، اللباس، باب ماجاء في النهي عن جلود السباع، حديث: 1770 م. امام حاکم نے المستدرك: 144/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ وله شاهد حسن عند البيهقي: 21/1.

بلی کا جھوٹا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بلی نجس نہیں ہے۔''[1]

لہٰذا بلی کا جھوٹا پاک ہے۔

سونے چاندی کے برتن میں کھانا

ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتا پیتا ہے۔ وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ داخل کرتا ہے۔''[2]

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب سُؤر الهرة، حديث: 75، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في سُؤرالهرة، حديث: 92. امام ترمذی نے، حاکم نے المستدرك: 160/1 میں، ذہبی نے اور نووی نے المجموع: 172/1 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [2] صحيح البخاري، الأشربة، باب آنية الفضة، حديث: 5634، و صحيح مسلم، اللباس، باب تحريم استعمال أواني الذهب والفضة في الشرب وغيره، حديث: 2065.

جنابت اور حیض سے متعلقہ احکام و مسائل

مندرجہ ذیل حالتوں میں غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے:

- جوش اور شہوت کے ساتھ منی خارج ہونے کے بعد (اس میں احتلام بھی داخل ہے)۔
- جماع کے بعد، خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔
- حیض کے بعد۔
- نفاس کے بعد۔[1]

صحبت اور غسل جنابت

ایک مرتبہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان غسل جنابت کا مسئلہ زیر بحث آیا۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ غسل صرف دخول پر فرض ہو جاتا ہے انزال شرط نہیں۔ دوسرا گروہ بیان کرتا تھا کہ وجوب غسل کے لیے دخول کے ساتھ انزال بھی شرط ہے۔ یہ طویل مباحثہ کسی فیصلہ کن نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ آخرکار سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس مسئلے کے حل کی ذمے داری لی، انھوں نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بارے میں دریافت کیا، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعَبِهَا الْأَرْبَعِ وَمَسَّ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ»

[1] وہ خون جو بچے کی پیدائش پر جاری ہوتا ہے۔ (مؤلف)

''جب مرد، عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور اس کا محل ختنہ عورت کے محل ختنہ کے ساتھ مس کرے تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔''[1]

تو مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ صرف دخول پر مرد اور عورت جنبی ہو جاتے ہیں اور ان پر غسل واجب ہو جاتا ہے۔ انزال شرط نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب مرد، عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ کر صحبت کرے تو غسل واجب ہو گیا، اگرچہ منی نہ نکلے۔''[2]

عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول! یقیناً اللہ حق سے نہیں شرماتا (میں بھی آپ سے مسئلہ پوچھنا چاہتی ہوں) کیا عورت پر غسل واجب ہے جب اسے احتلام ہو جائے؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، جب وہ پانی (منی کا نشان) دیکھے۔'' اس پر ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے (شرم سے) منہ چھپا لیا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا عورت کو بھی احتلام ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں (ہوتا ہے) تیرا داہنا ہاتھ خاک آلود ہو (اگر ایسا نہیں) تو بتاؤ کہ پھر بچے کی ماں کے ساتھ مشابہت کیسے ہو جاتی ہے؟''[3]

معلوم ہوا کہ عورت یا مرد نیند سے اٹھ کر اگر تری، یعنی نشان منی دیکھے تو (یہ احتلام کی

① صحیح مسلم، الحیض، باب نسخ: [الماء من الماء] ووجوب الغسل بالتقاء الختانین، حدیث: 349. ② صحیح البخاري، الغسل، باب إذا التقی الختانان، حدیث: 291، وصحیح مسلم، الحیض، باب نسخ (الماء من الماء)، حدیث: 348. یہ الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔
③ صحیح البخاري، الغسل، باب إذا احتلمت المرأة، حدیث: 282، نیز دیکھیے حدیث: 130، وصحیح مسلم، الحیض، باب وجوب الغسل علی المرأة بخروج المني منها، حدیث: 313.
آخری جملہ بددعا نہیں، محض ایک محاورہ ہے، مراد تنبیہ کرنا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم (ع، ر)

علامت ہے، لہٰذا) ان پر غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے اور اگر احتلام کی کیفیت انھیں یاد ہو لیکن نشان نہ پائیں تو غسل فرض نہیں ہوگا، ایسی صورت میں شک کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

جنبی عورت کے بالوں کا مسئلہ

ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ! میں اپنے سر کے بال خوب مضبوط گوندھتی ہوں۔ کیا میں انھیں غسل جنابت کے وقت کھولا کروں۔ آپ نے فرمایا: ''ان کا کھولنا ضروری نہیں۔ تیرے لیے یہی کافی ہے کہ تین لپ پانی اپنے سر پر ڈالے، پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہائے، پس تو پاک ہو جائے گی۔''[1]

عائشہ رضی اللہ عنہا کو خبر ملی کہ عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما عورتوں کو غسل جنابت کے لیے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں۔ آپ فرمانے لگیں: ابن عمرو پر تعجب ہے، انھوں نے عورتوں کو تکلیف میں ڈال دیا ہے کہ وہ عورتوں کو غسل کے وقت سر کے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ انھیں سر منڈوانے کا حکم کیوں نہیں دے دیتے ؟ میں اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل کرتے اور میں اپنے (بال کھولے بغیر) سر پر تین چلو سے زیادہ پانی نہیں ڈالتی تھی۔[2]

معلوم ہوا کہ غسل جنابت کے لیے بال کھولنے کی ضرورت نہیں مگر یہ حکم صرف غسل جنابت کا ہے۔ غسل حیض کے لیے بالوں کو کھولنا ضروری ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انھیں رسول اللہ ﷺ نے ، جب وہ حائضہ تھیں، فرمایا: ''اپنے بال کھولو اور غسل کرو۔''[3]

① صحيح مسلم، الحيض، باب حكم ضفائر المغتسلة ، حديث: 330. ② صحيح مسلم، الحيض، باب حكم ضفائر المغتسلة، حديث: 331، وصحيح ابن خزيمة، حديث: 247.
③ [صحيح] سنن ابن ماجه، الطهارة، باب في الحائض كيف تغتسل ؟ حديث: 641، ◄◄

جنبی سے میل جول اور مصافحہ جائز ہے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دن بحالت جنابت میں نے رسول اللہ ﷺ سے ملاقات کی۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور میں آپ کے ساتھ ہولیا۔ آپ ایک جگہ بیٹھ گئے اور میں چپکے سے نکل گیا اور گھر جا کر غسل کیا، پھر واپس آیا۔ آپ ابھی بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے پوچھا: ''اے ابو ہریرہ! تو کہاں گیا تھا؟'' میں نے سارا حال کہہ سنایا تو آپ نے فرمایا: ''سبحان اللہ، تحقیق مومن ناپاک نہیں ہوتا۔''[1]

نبیٔ اکرم ﷺ کے اس فرمان کا مطلب کہ مومن ناپاک نہیں ہوتا، یہ ہے کہ مومن حقیقتاً نجس اور پلید نہیں ہوتا۔ جنابت، حکمی نجاست ہے حقیقی و حسی نہیں، یعنی شریعت نے مصلحت کی بنا پر ایک حالت میں بوجہ نجس حکمی اس پر غسل واجب کیا ہے، چنانچہ جنبی کے ساتھ ملنا جلنا، اٹھنا بیٹھنا اور کھانا پینا سب جائز ہے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے پوچھا کہ مجھے رات کو جنابت لاحق ہو جاتی ہے (نہانے کی ضرورت پڑ جاتی ہے) تو آپ نے فرمایا: ''وضو کرو، اپنی شرمگاہ دھوؤ، پھر سو جایا کرو۔''[2]

»» وسندہ صحیح، بوصیری نے کہا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ لیکن اس حدیث سے استدلال محل نظر ہے کیونکہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو بال کھولنے کا حکم اس غسل کے بارے میں ہے جو دورانِ حیض میں ہو اور احرام کے لیے ہو، اس غسل کے بارے میں نہیں جو حیض سے پاک ہونے کے لیے کیا جاتا ہے، دیکھیے سلسلة الأحادیث الصحیحة للألباني، حدیث: 188، ونیل الأوطار: 240/1. تاہم بعض علماء نے غسل جنابت اور غسل حیض میں مذکورہ تفریق پر اسماء بنت شکل انصاریہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے غسل حیض کے لیے پانی اور بیری کے پتے استعمال کرنے اور سر پر پانی ڈال کر خوب ملنے کا حکم دیا، جبکہ غسل جنابت کے متعلق بیری کے پتوں کا نہیں فرمایا، اسی طرح سر پر پانی ڈال کر ملنے کا حکم تو دیا لیکن خوب ملنے کا نہیں۔ دیکھیے تمام المنة، ص: 125 (ع۔و)

[1] صحیح البخاري، الغسل، باب الجنب یخرج ویمشي في السوق وغیره، حدیث: 285، وصحیح مسلم، الحیض، باب الدلیل علی أن المسلم لاینجس، حدیث: 371. [2] صحیح ««

رسول اللہ ﷺ جب حالت جنابت میں کھانا یا سونا چاہتے تو نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے۔[1]

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جو کوئی اپنی بیوی سے صحبت کرے اور پھر دوبارہ (صحبت) کرنا چاہے تو اسے وضو کر لینا چاہیے۔“[2]

حائضہ سے جماع کرنے کی ممانعت

حیض کی حالت میں عورت سے مجامعت کرنا سخت گناہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيضِ﴾

”پس (ایام) حیض میں عورتوں سے کنارہ کشی کرو (صحبت نہ کرو)۔“[3]

اگر کوئی اس گناہ کا مرتکب ہو جائے تو اس کی بابت نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص بحالت حیض اپنی عورت سے صحبت کرے تو اسے چاہیے کہ ایک دینار یا نصف دینار خیرات کرے۔“[4]

دینار ساڑھے چار ماشے سونے کا ہوتا ہے تو نصف دینار سوا دو ماشے سونا ہوا، لہٰذا ساڑھے چار ماشے یا سوا دو ماشے سونا یا اس کی قیمت صدقہ کرے، یعنی کسی مستحق کو دے دے اور آئندہ کے لیے توبہ کرے۔

◂◂ البخاري، الغسل، باب الجنب يتوضأ ثم ينام، حديث: 290، وصحيح مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب، حديث: 306. ① صحيح البخاري، الغسل، باب الجنب يتوضأ ثم ينام، حديث: 288، وصحيح مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب، حديث: 305 واللفظ له. ② صحيح مسلم، الحيض، باب جواز نوم الجنب......، حديث: 308. ③ البقرة 222:2. ④ [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب إتيان الحائض، حديث: 264، وهو حديث صحيح، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في الكفارة في ذلك، حديث: 137. امام حاکم نے المستدرك: 1/171، 172 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

مذی کے خارج ہونے سے غسل واجب نہیں ہوتا

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بہت طاقتور جوان تھے اور آپ کو مذی کثرت سے آتی تھی۔ آپ کو مسئلہ معلوم نہ تھا کہ مذی کے خارج ہونے پر غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں۔ چونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد تھے، اس لیے بالمشافہ دریافت کرتے شرم محسوس کی تو اپنے دوست سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ مسئلہ دریافت کریں۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے مذی کے خارج ہونے پر غسل واجب قرار نہ دیا بلکہ فرمایا: ''(اس کے نکلنے پر) صرف وضو کرنا چاہیے۔''[1]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر مذی خارج ہو تو ذَکر (آلۂ تناسل) کو دھو لو اور وضو کرو۔''[2]

نیز فرمایا: ''اور کپڑے پر جہاں مذی لگنے کا خیال ہو ایک چلو پانی لے کر چھڑک لینا کافی ہے۔''[3]

مذی، منی اور ودی میں فرق

مذی: اس لیس دار پتلے پانی کو کہتے ہیں جو شہوت کے وقت لذت و جوش کے بغیر شرمگاہ سے نکلتا ہے اور بسا اوقات اس کے نکلنے کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ سے غسل فرض نہیں ہوتا، البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

منی: شرمگاہ سے انزال کے وقت لذت و جوش کے ساتھ خارج ہونے والا سفید پانی

① صحيح البخاري، العلم، باب من استحيا فأمر غيره بالسؤال، حديث: 132، والوضوء، باب من لم يرالوضوء إلامن المخرجين من القبل والدبر، حديث: 178، و صحيح مسلم، الحيض، باب المذي، حديث: 303. ② صحيح البخاري، الغسل، باب غسل المذي والوضوء منه، حديث: 269، وصحيح مسلم، الحيض، باب المذي، حديث: 303. ③ [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب في المذي، حديث: 210، وسنده حسن، وجامع الترمذي، الطهارة، باب في المذي يصيب الثوب، حديث: 115. امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔

ہوتا ہے جو انسانی تخلیق کا مادہ اور اصل ہے اور اس کے اس کیفیت کے ساتھ نکلنے سے غسل فرض ہو جاتا ہے۔

ودی: وہ گاڑھا سفید مٹیالے رنگ کا پانی جو پیشاب سے قبل یا بعد خارج ہوتا ہے اور بغیر بو کے ہوتا ہے۔اس کے نکلنے پر غسل فرض نہیں ہوتا، البتہ وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

سیلان رحم موجب غسل نہیں

جن عورتوں کو سفید رطوبت، یعنی لیکوریا کی شکایت ہوتی ہے، اس سے ان پر غسل لازم نہیں ہوتا، تاہم اس کے نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، لہٰذا وہ وضو کر کے حسب معمول نمازیں ادا کرتی رہیں۔

حائضہ کو چھونا اور اس کے ساتھ کھانا جائز ہے

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب عورت حیض[1] سے ہوتی تو یہودی اس کے ساتھ کھاتے پیتے نہیں تھے اور نہ اس کے ساتھ گھروں میں اکٹھے رہتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حائضہ سے ہر کام کرو سوائے جماع کے۔''[2]

یعنی حائضہ کے ساتھ کھانا پینا، اٹھنا بیٹھنا، ملنا جلنا، اسے چھونا اور بوس و کنار وغیرہ سب باتیں جائز ہیں، سوائے فرج میں مجامعت کے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے (حالت حیض میں) ازار باندھنے کا حکم دیتے، سو میں ازار باندھتی۔ آپ مجھے گلے لگاتے تھے اور میں حیض والی ہوتی تھی۔[3]

① حیض، یعنی ماہواری کا خون۔ حائضہ: وہ خاتون جو ایام حیض سے گزر رہی ہو۔ (ع، ر)

② صحيح مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها......، حديث: 302.

③ صحيح البخاري، الحيض، باب مباشرة الحائض، حديث: 300، وصحيح مسلم، الحيض، باب مباشرة الحائض فوق الإزار، حديث: 293.

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد (میں اپنی اعتکاف گاہ) سے مجھے بوریا پکڑانے کا حکم دیا۔ میں نے کہا کہ میں حائضہ ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تیرا حیض تیرے ہاتھ میں نہیں ہے۔''[1]

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میری گود کو تکیہ بنا کر قرآن حکیم کی تلاوت کرتے تھے، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔[2]

جنبی کے قرآن پڑھنے کی کراہت

حالت جنابت میں قرآن حکیم کی تلاوت کے ممنوع ہونے کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہتے ہیں: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن پڑھنے سے جنابت کے سوا اور کوئی چیز نہیں روکتی تھی۔''[3]

حافظ ابن حجر نے فرمایا:

''حق یہ ہے کہ یہ حدیث حسن کی قسم سے ہے اور دلیل بننے کے لائق ہے۔''[4]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنبی کے لیے قرآن پڑھنا جائز نہیں ہے چونکہ جنابت عموماً ایک اختیاری حالت ہے جس کا ازالہ بھی اختیاری ہے، یعنی غسل کر کے یا (کسی وجہ سے غسل نہ کر سکنے کی صورت میں) تیمّم کر کے انسان اس حالت کو دور کر سکتا ہے، لہٰذا جنبی شخص کے لیے قرآن کریم کی تلاوت جائز نہیں ہے۔

① صحيح مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها......، حديث: 298.
② صحيح البخاري، الحيض، باب قراءة الرجل في حجر امرأته وهي حائض، حديث: 297، وصحيح مسلم، الحيض، باب جواز غسل الحائض رأس زوجها......، حديث:301.
③ سنن أبي داود، الطهارة، باب في الجنب يقرأ القرآن، حديث: 229، وهو حديث حسن، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في الرجل يقرأ القرآن على كل حال......، حديث: 146. ④ فتح الباري:408/1، تحت الحديث:305.

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی حسن سند کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ قرآن مجید اس وقت تک پڑھو جب تک جنبی نہ ہو جاؤ اور اگر جنابت لاحق ہو جائے تو پھر ایک حرف بھی نہ پڑھو۔[1]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کر رہے تھے کہ وہاں سے ایک آدمی گزرا تو اس نے آپ کو سلام کیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سلام کا جواب نہیں دیا۔[2]

جب حدث اصغر کی حالت میں سلام کا جواب دینا مکروہ ہوا تو جنبی کا قرآن کی تلاوت کرنا بالاولیٰ مکروہ ہوا، البتہ باقی اذکار کی بابت امام نووی فرماتے ہیں: جنبی کے لیے تسبیح، تحمید، تکبیر اور دیگر دعائیں اور اذکار بالاجماع جائز ہیں۔[3]

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔[4]

کیا حائضہ قرآن کی تلاوت کر سکتی ہے؟

حالت حیض و نفاس میں قرآن کریم کی تلاوت کے ممنوع و ناجائز ہونے کے بارے میں کوئی مقبول (صحیح یا حسن) حدیث نہیں ہے، لہٰذا حائضہ عورت قرآن چھوئے بغیر زبانی تلاوت کر سکتی ہے جبکہ ذکر و اذکار اور دعائیں بالاجماع جائز ہیں۔

اس کی دلیل عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے، آپ فرماتی ہیں کہ میں ایام حج میں حائضہ ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیت اللہ کے طواف کے علاوہ باقی ہر وہ کام کرو جو حاجی کرتا ہے۔''[5]

ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض والی عورتوں کو بھی عید کے روز عید گاہ

① سنن الدار قطني : 118/1، حديث : 419. وقال: «هو صحيح عن علي» وسنده حسن.
② صحيح مسلم، الحيض، باب التيمم، حديث :370. معلوم ہوا کہ پیشاب کی حالت میں نہ تو کسی کو سلام کرنا چاہیے اور نہ کسی کے سلام کا جواب دینا چاہیے۔ ③ المجموع : 164/2. ④ صحيح مسلم، الحيض، باب ذكر الله تعالى في حال الجنابة وغيرها، حديث: 373. ⑤ صحيح البخاري، الحيض، باب الأمر بالنفساء إذا نفسن، حديث: 294، والحج، باب تقضي الحائض المناسك كلها إلا الطواف بالبيت......، حديث: 1650 ، وصحيح مسلم، الحج، باب ««

جانے کا حکم دیا تا کہ وہ لوگوں کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہیں اور ان کی دعا کے ساتھ دعا کریں لیکن نماز نہ پڑھیں۔ ①

استحاضہ کا مسئلہ

استحاضہ یہ ہے کہ ایام حیض کے بعد بھی عورت کی شرمگاہ سے خون کا نکلنا جاری رہے۔ یہ ایک مرض ہے۔ جب عورت اپنے حیض کی عادت کے دن پورے کر لے تو پھر اسے غسل کر کے نماز شروع کر دینا لازم ہے کیونکہ خونِ استحاضہ کا حکم خونِ حیض سے مختلف ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابو حبیش رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول ! مجھے خونِ استحاضہ آتا ہے اور میں (بوجہ خونِ استحاضہ) پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں، خونِ استحاضہ ایک (اندرونی) رگ (سے بہتا) ہے اور یہ خون، حیض نہیں ہے۔ پس جب تجھے حیض کا خون آئے تو ایام حیض کے بقدر نماز چھوڑ دے اور جس وقت خونِ حیض بند ہو جائے (اور خونِ استحاضہ شروع ہو) تو اپنے استحاضہ کے خون کو دھو اور نماز پڑھ۔'' ②

حاصل کلام یہ کہ مستحاضہ پاک عورت کی طرح ہے۔ ایام حیض کے بعد غسل کر کے نماز شروع کر دے۔ ہاں یہ بہت ضروری ہے کہ وہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرتی رہے۔

رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فاطمہ بنت ابو حبیش رضی اللہ عنہا سے یہ بھی فرمایا: ''ہر نماز کے لیے وضو کر لیا کرو۔'' ③

◄◄ بیان وجوه الإحرام......، حدیث: 1211. ① صحیح البخاري، الحیض، باب شهود الحائض العیدین......، حدیث: 324، وصحیح مسلم، صلاة العیدین، باب ذکر إباحة خروج النساء في العیدین إلی المصلّٰی......، حدیث: 890. ② صحیح البخاري، الحیض، باب الاستحاضة، حدیث: 306، وصحیح مسلم، الحیض، باب المستحاضة وغسلها، حدیث: 333. ③ صحیح البخاري، الوضوء، باب غسل الدم، حدیث: 228. خونِ حیض، ◄◄

حائضہ کے لیے نماز اور روزے کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب عورت حیض سے ہوتی ہے تو نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے۔“ ①

ایک عورت معاذہ رحمہا اللہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا: کیا وجہ ہے کہ حائضہ عورت روزے کی قضا تو دیتی ہے، نماز کی نہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

”رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہمیں حیض آیا کرتا تھا تو ہمیں روزے کی قضا کا حکم تو دیا جاتا مگر نماز کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔“ ②

«« بلوغت کی علامت ہے۔ یہ ایک طبعی خون ہے، اس کا آنا بیماری کی وجہ سے نہیں ہوتا، اس کے برعکس استحاضہ بیماری کی علامت ہے چونکہ یہ خون، حیض سے پہلے بھی آتا ہے اور حیض کی مدت گزر جانے کے باوجود نہیں رکتا، اس لیے بعض خواتین اسے بھی حیض سمجھ کر نماز چھوڑے رکھتی ہیں، لہٰذا اس مسئلے کو بالوضاحت سمجھنا ضروری ہے:

● اگر کسی عورت کو خون استحاضہ شروع ہو جائے اگر اس سے پہلے اس کی عادت حیض معلوم تھی کہ اتنے دن حیض آتا ہے تو یہ عورت اپنی عادت کے مطابق عمل کر کے اتنے دن حائضہ رہے گی جبکہ باقی ایام استحاضہ کے شمار کرے گی جس میں ہر فرض نماز کے لیے وضو کر کے نماز پڑھے گی۔

● اگر اسے اپنے حیض کی عادت معلوم نہیں لیکن اسے دونوں خونوں کے درمیان فرق کا علم ہے کہ حیض کا خون گاڑھا، سیاہ اور بدبودار ہوتا ہے، جبکہ خون استحاضہ عام طور پر ایسا نہیں ہوتا۔ اگر دونوں خونوں کے درمیان تمیز کر سکتی ہے تو جسے وہ حیض سمجھے اس خون کو خونِ حیض سمجھ کر حائضہ بنی رہے اور اس کے بعد کے دنوں میں مستحاضہ شمار ہو گی۔

● اگر اسے نہ تو اپنی عادت کا علم ہے اور نہ ہی دونوں خونوں کے درمیان تمیز کر سکتی ہے تو اس صورت میں وہ عورتوں کی عام عادت کے مطابق مہینے میں چھ، سات دن حیض کے شمار کرے گی جبکہ باقی دن استحاضہ کے شمار کرے گی۔ دیکھیے نیل الأوطار: 259/1 (ع۔و)۔

① صحیح البخاري، الحیض، باب ترك الحائض الصوم، حدیث:304، وصحیح مسلم، الإیمان، باب بیان نقصان الإیمان ......، حدیث: 79. ② صحیح مسلم، الحیض، باب وجوب ««

نفاس کا حکم

بچے کی پیدائش کے بعد جو خون آتا ہے، اسے نفاس کہتے ہیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نفاس والی عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چالیس دن بیٹھا کرتی تھیں۔ [1]

یعنی عام طور پر چالیس دن نفاس کی حالت میں رہتے ہوئے نماز، روزہ اور جماع سے اجتناب کرتی تھیں۔

اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے نزدیک نفاس کے خون کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن ہے۔ اگر چالیس روز کے بعد بھی خون جاری رہے تو اکثر اہل علم کے نزدیک وہ خون استحاضہ ہے جس میں عورت ہر نماز کے لیے وضو کرتی ہے۔ نفاس کی کم از کم مدت کی کوئی حد نہیں۔

نفاس اور حیض کے خون کا حکم ایک جیسا ہے، یعنی ان حالات میں نماز، روزہ اور جماع منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام نفاس کی نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیتے تھے۔ [2]

ابن المنذر نیشاپوری فرماتے ہیں: نفاس کے خون کی وجہ سے نماز ترک کی جاتی ہے، لہٰذا اگر یہ خون بند ہو جائے تو فرض نماز پڑھنا ضروری ہو جاتا ہے۔ [3]

◂◂ قضاء الصوم علی الحائض دون الصلاة، حدیث: 335. ① [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب ماجاء في وقت النفساء، حدیث:312، وهو حديث حسن، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في كم تمكث النفساء ؟ حديث: 139، وسنن ابن ماجه، الطهارة، باب النفساء كم تجلس؟ حديث: 648. امام حاکم نے المستدرك: 175/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح، جبکہ امام نووی رحمہ اللہ نے المجموع: 525/2 میں حسن کہا ہے۔ ② [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب ماجاء في وقت النفساء، حديث: 312 وهو حديث حسن. امام حاکم نے المستدرك: 175/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف: 253/2.

غسل کا بیان

غسل جنابت کا طریقہ

میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈال کر دونوں ہاتھ دھوئے، پھر دائیں کے ساتھ بائیں پر پانی ڈالتے ہوئے شرمگاہ کو دھویا، پھر بایاں ہاتھ، جس سے شرمگاہ کو دھویا تھا، زمین پر رگڑا، پھر اسے دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا، پھر چہرہ دھویا، پھر کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئے، پھر تین بار سر پر پانی ڈالا اور بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچایا، پھر تمام بدن پر پانی ڈالا، پھر جہاں آپ نے غسل کیا تھا اس جگہ سے ہٹ کر پاؤں دھوئے۔[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کسی حدیث میں (غسل جنابت کا وضو کرتے وقت) سر کے مسح کا ذکر نہیں ہے۔[2]

عائشہ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت میں وضو کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے سر کا مسح نہیں کیا بلکہ اس پر پانی ڈالا۔ امام نسائی نے اس حدیث پر یہ باب باندھا ہے: ''جنابت کے وضو میں سر کا مسح ترک کرنا۔''[3]

① صحيح البخاري، الغسل، باب تفريق الغسل والوضوء، حديث: 265، و صحيح مسلم، الحيض، باب صفة غسل الجنابة، حديث: 317. ② فتح الباري: 472/1، تحت الحديث: 249. ③ [صحيح] سنن النسائي، الغسل، باب ترك مسح الرأس في الوضوء من الجنابة، حديث: 422، وسنده صحيح غريب.

امام ابوداود رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے امام احمد سے سوال کیا کہ جنبی جب (غسل سے قبل) وضو کرے تو کیا سر کا مسح بھی کرے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ مسح کس لیے کرے جب کہ وہ اپنے سر پر پانی ڈالے گا؟

امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے نہاتے اور دونوں اس سے چلو بھر بھر کر لیتے تھے۔[1]

آبادی میں غسل کرتے وقت پردے کا اہتمام کرنا ضروری ہے۔[2]

تنبیہ: نماز کے لیے غسل جنابت کا وضو کافی ہے۔

دیگر غسل

غسل جنابت کے بعد اب ان احوال کا ذکر کیا جا رہا ہے جن میں غسل کرنا واجب، مسنون یا مستحب ہے۔

جمعہ کے دن غسل

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمُ الْجُمُعَةَ فَلْيَغْتَسِلْ»

''جب تم میں سے کوئی شخص نماز جمعہ کے لیے آئے تو وہ غسل کرے۔''[3]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر مسلمان پر حق ہے

---

① صحيح البخاري، الغسل، باب تخليل الشعر......، حديث: 273. ② صحيح البخاري، الغسل، باب التستر في الغسل عند الناس، حديث: 281,280، وصحيح مسلم، الحيض، باب تستر المغتسل بثوب ونحوه، حديث: 337,336. ③ صحيح البخاري، الجمعة، باب فضل الغسل يوم الجمعة......، حديث: 877، وصحيح مسلم، الجمعة، باب كتاب الجمعة، حديث: 844.

کہ ہفتے میں ایک دن (جمعے کو) غسل کرے۔ اس میں سر اور اپنا بدن دھوئے۔“①

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جمعے کے دن ہر بالغ مسلمان پر نہانا واجب ہے۔“②

ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جمعے کے دن غسل کرنا واجب ہے کیونکہ اس کی احادیث زیادہ صحیح اور قوی ہیں۔ ابن حزم اور علامہ شوکانی رحمہما اللہ نے بھی اسی مذہب کو اختیار کیا ہے۔③

میت کو غسل دینے والا غسل کرے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص میت کو غسل دے اسے چاہیے کہ وہ خود بھی نہائے۔“④

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ہم میت کو غسل دیتے، پھر ہم میں سے بعض غسل کرتے اور بعض نہ کرتے۔⑤

دونوں احادیث کو ملانے سے مسئلہ یہ ثابت ہوا کہ جو شخص میت کو غسل دے، اس کے

① صحيح البخاري، الجمعة، باب هل على من لم يشهد الجمعة غسل......؟ حديث: 897، و صحيح مسلم، الجمعة، باب الطيب والسواك يوم الجمعة، حديث: 849. ② صحيح البخاري، الجمعة، باب فضل الغسل يوم الجمعة......، حديث: 879، وصحيح مسلم، الجمعة، باب وجوب غسل الجمعة على كل بالغ من الرجال ......، حديث: 846. ③ دیکھیے المحلّٰى: 255/1، ونيل الأوطار: 275/1. ④ [حسن صحيح] سنن أبي داود، الجنائز، باب في الغسل من غسل الميت، حديث: 3162,3161، وهو حديث حسن، وجامع الترمذي، الجنائز، باب في الغسل من غسل الميت، حديث: 993، وسنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في غسل الميت، حديث: 1463. امام ترمذی نے اسے حسن جبکہ ابن حبان نے الموارد، حديث: 751 میں اور امام حاکم نے المستدرك: 23/1 میں صحیح کہا ہے۔ ⑤ [صحيح] السنن الكبرٰى للبيهقي: 306/1، وسنن الدارقطني: 72/2، حديث: 1802، وسنده صحيح، حافظ ابن حجر نے التلخيص الحبير: 138/1 میں اسے صحیح کہا ہے۔

لیے نہانا مستحب ہے، ضروری نہیں۔

نومسلم کے لیے غسل

سیدنا قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ پانی اور بیری کے پتوں سے غسل کریں۔ ①

عیدین کے روز غسل

نافع کہتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما عیدالفطر کے روز عیدگاہ جانے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے۔ ②

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جمعہ، عرفہ، قربانی اور عیدالفطر کے دن غسل کرنا چاہیے۔ ③

یہ عیدین کے روز غسل پر سب سے اچھی دلیل ہے۔ امام نووی فرماتے ہیں: اس مسئلے میں اعتماد سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر پر ہے، نیز اس کی بنیاد جمعے کے غسل پر قیاس ہے۔ ④

احرام کا غسل

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حج کا احرام باندھتے وقت رسول اللہ ﷺ نے غسل فرمایا۔ ⑤

① [حسن صحیح] سنن أبي داود، الطهارة، باب في الرجل یسلم فیؤمر بالغسل، حدیث: 355، وهو حدیث صحیح، وجامع الترمذي، الجمعة، باب ما ذکر في الاغتسال عندما یسلم الرجل، حدیث: 605. وقال: ''حسن'' امام نووی نے المجموع: 152/2 میں اسے حسن جبکہ امام ابن خزیمہ نے حدیث: 255,254 میں اور ابن حبان نے الموارد، حدیث: 234 میں صحیح کہا ہے۔ ② [صحیح] الموطأ للإمام مالك، العیدین، باب العمل في غسل العیدین، حدیث: 436. 177/1، حدیث: 428، و سنده صحیح اس کی سند أصح الأسانید ہے۔ ③ [صحیح] السنن الکبری للبیهقي: 278/3، والشافعي في الأم: 163/7، وسنده صحیح، وشرح معاني الآثار: 119/1. ④ المجموع: 11/5. ⑤ [حسن] جامع الترمذي، الحج، باب ماجاء في الاغتسال عند الإحرام، حدیث: 830، وسنده حسن امام ترمذی نے اسے حسن اور ابن خزیمہ نے حدیث: 2595 »

مکے میں داخل ہوتے وقت غسل کرنا

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکے میں داخل ہوتے وقت غسل کرتے تھے۔ ①

مسواک کا بیان

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ جب رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تو مسواک فرماتے۔ ②

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی اکرم ﷺ رات کو ہر دو رکعت کے بعد مسواک کرتے۔ ③

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ''مسواک منہ کے لیے طہارت کا سبب اور اللہ کی رضامندی کا ذریعہ ہے۔'' ④

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں اپنی امت کے لیے مشکل نہ جانتا تو انھیں ہر نماز سے پہلے مسواک کرنے کا (وجوبی) حکم دے دیتا۔'' ⑤

›› میں صحیح کہا ہے۔ ① صحيح البخاري، الحج، باب الاهلال مستقبل القبلة، حديث: 1553، وباب الاغتسال...... حديث: 1573، وصحيح مسلم، الحج، باب استحباب المبيت بذي طوى......، حديث: 1259. ② صحيح البخاري، الوضوء، باب السواك، حديث: 245، وصحيح مسلم، الطهارة، باب السواك، حديث: 255. ③ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ، ودعاء ه بالليل، حديث: 763/191، ترقيم دارالسلام: 1799. ④ [صحيح] سنن النسائي، الطهارة، باب الترغيب في السواك، حديث: 5، وهو حديث صحيح امام نووی نے المجموع: 26/1 میں اور ابن حبان نے الموارد، حديث: 143 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ⑤ صحيح البخاري، الجمعة، باب السواك يوم الجمعة، حديث: 887، وصحيح مسلم، الطهارة، باب السواك، حديث: 252. غالبًا اسی فضیلت کو حاصل کرنے کے لیے آپ قیام اللیل کی ہر دو رکعت کے بعد مسواک فرماتے تھے۔ سنن ابن ماجه، الطهارة وسننها، باب السواك، حديث: 288. جبکہ امت کے لیے پسند تو اس بات کو کیا کہ وہ ہر نماز سے پہلے مسواک کرے لیکن مشقت کے ڈر سے وجوبی حکم نہیں دیا۔ [اللّٰهم صل على محمد وعلى آل محمد] (ع،ر)

وضو کا بیان

نیند سے جاگ کر پہلے ہاتھ دھونا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِّنْ نَّوْمِهِ فَلْيَغْسِلْ يَدَهُ قَبْلَ أَنْ يُّدْخِلَهَا فِي وَضُوئِهِ فَإِنَّ أَحَدَكُمْ لَا يَدْرِي أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهُ»

''جب تم نیند سے جاگو تو اپنا ہاتھ پانی کے برتن میں نہ ڈالو جب تک کہ اسے (تین بار) دھو نہ لو کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری۔''[1]

مطلب یہ کہ نیند سے جاگ کر ہاتھ پہنچوں تک تین بار دھونے کے بعد پانی کے برتن میں ڈالنے چاہئیں۔ ہوسکتا ہے رات کو ہاتھ بدن کے کسی خاص حصے کو لگ کر پلید ہو گئے ہوں۔

تین بار ناک جھاڑنا

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نیند سے بیدار ہو کر وضو کرنے لگو تو پانی چڑھا کر تین بار ناک جھاڑو کیونکہ شیطان ناک کے بانسے میں رات گزارتا ہے۔''[2]

[1] صحيح البخاري، الوضوء، باب الاستجمار وترا، حديث: 162، وصحيح مسلم، الطهارة، باب كراهة غمس المتوضئ وغيره يده المشكوك في نجاستها في الإناء قبل غسلها ثلاثا، حديث: 278. تین بار دھونے کا ذکر مسلم کی روایت میں ہے۔ (ع،ر) [2] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده، حديث: 3295، وصحيح مسلم، الطهارة، باب الإيتار ◄

سونے والے کے ناک کے بانسے میں شیطان کے رات گزارنے کی کیفیت اور حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ ہمارا فرض ایمان لانا ہے کہ واقعی شیطان رات گزارتا ہے۔

مسنون وضو کی مکمل ترتیب

- وضو کے شروع میں "بِسْمِ اللّٰهِ" ضرور پڑھنی چاہیے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: "بِسْمِ اللّٰهِ" کہتے ہوئے وضو کرو۔"[1]

واضح رہے کہ وضو کی ابتدا کے وقت صرف "بِسْمِ اللّٰهِ" کہنا چاہیے۔ "الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کے الفاظ کا اضافہ سنت سے ثابت نہیں۔[2]

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص وضو کے شروع میں اللہ کا نام نہیں لیتا اس کا وضو نہیں۔"[3]

- رسول اللہ ﷺ جوتے پہننے، کنگھی کرنے، طہارت کرنے اور دیگر تمام کاموں میں دائیں طرف سے شروع کرنا پسند فرماتے۔[4]
- پھر دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین بار دھوئیں۔[5]

◂◂ في الاستنثار والاستجمار، حديث: 238. ① [صحيح] سنن النسائي، الطهارة، باب التسمية عند الوضوء، حديث: 78 وسنده صحيح، وصحيح ابن خزيمة، الصلاة، باب ذكر تسمية اللّٰه عز وجل عند الوضوء، حديث: 144. امام نووی نے کہا ہے کہ اس کی سند جید ہے۔ وصححه ابن خزيمة، حديث: 144.

② یہ سنت سے شدید محبت کی علامت ہے کہ جتنا مرشد اعظم ﷺ نے بتایا، اتنا ہی پڑھا جائے۔ (ع،ر)

③ [حسن] سنن أبي داود، الطهارة باب في التسمية على الوضوء، حديث: 101. وهو حديث حسن، حافظ منذری نے الترغیب: 164/1 میں شواہد کی بنا پر اسے حسن کہا ہے۔ اگر بِسْمِ اللّٰهِ بھول گئی اور وضو کے دوران میں یاد آئی تو فوراً پڑھ لے ورنہ وضو دوبارہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ بھول معاف ہے۔ (ع،ر)

④ صحيح البخاري، الوضوء، باب التيمن في الوضوء والغسل، حديث: 168، وصحيح مسلم، الطهارة، باب التيمن في الطهور وغيره، حديث: 268. ⑤ صحيح البخاري، ◂◂

● ہاتھوں کو دھوتے وقت ہاتھوں کی انگلیوں کے درمیان خلال کریں۔ ①
● پھر ایک چلو لے کر آدھے سے کلی کریں اور آدھا ناک میں ڈالیں اور ناک کو بائیں ہاتھ سے جھاڑیں۔ یہ عمل تین دفعہ کریں۔ ②
● پھر تین بار چہرہ دھوئیں۔ ③
● پھر ایک چلو لے کر اسے ٹھوڑی کے نیچے داخل کر کے داڑھی کا خلال کریں۔ ④
● پھر دایاں ہاتھ کہنی سمیت تین بار دھوئیں، پھر بایاں ہاتھ بھی کہنی سمیت تین بار دھوئیں۔ ⑤
● پھر سر کا مسح کریں۔ دونوں ہاتھ سر کے اگلے حصے سے شروع کر کے گدی تک پیچھے لے جائیں، پھر پیچھے سے آگے اسی جگہ لے آئیں جہاں سے مسح شروع کیا تھا۔ ⑥
● آپ نے سر کا ایک دفعہ مسح کیا۔ ⑦

«الوضوء، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، حديث: 159، وصحيح مسلم، الطهارة، باب صفة الوضوء وكماله، حديث: 226. ① [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب في الاستنثار، حديث: 142، وسنده حسن، وهو حديث صحيح وجامع الترمذي، الطهارة، باب فی تخليل الأصابع، حديث: 38. امام ترمذی، حاکم نے المستدرك: 148,147/1 میں، ذہبی، ابن خزیمہ نے حدیث: 168,150 اور ابن حبان (الموارد، حدیث: 159) میں اور نووی نے المجموع: 352/1 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح البخاري، الوضوء، باب من مضمض و استنشق من غرفة واحدة، حديث: 191، وباب الوضوء من التور، حديث: 199، وصحيح مسلم، الطهارة، باب آخر في صفة الوضوء، حديث: 235. ③ صحيح البخاري، الوضوء، باب مسح الرأس كله، حديث: 185، وصحيح مسلم، الطهارة، باب آخر في صفة الوضوء، حديث: 235. ④ [صحيح] جامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في تخليل اللحية، حديث: 31. وسنده حسن، امام ترمذی، ابن حبان نے الموارد، حدیث: 154 میں اور ابن خزیمہ نے حدیث: 152,151 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ⑤ صحيح البخاري، الصيام، باب سواك الرطب واليابس للصائم، حديث: 1934، وصحيح مسلم، الطهارة، باب آخر في صفة الوضوء، حديث: 236. ⑥ صحيح البخاري، الوضوء، باب مسح الرأس كله، حديث: 185، وصحيح مسلم، الطهارة، باب آخر في صفة الوضوء، حديث:235. ⑦ صحيح البخاري، الوضوء، باب غسل الرجلين«

● پھر کانوں کا مسح اس طرح کریں کہ شہادت کی انگلیاں دونوں کانوں کے سوراخوں میں داخل کر کے اندرونی جانب سے گزار کر کانوں کی پشت پر انگوٹھوں کے ساتھ مسح کریں۔[1]

● پھر دایاں پاؤں ٹخنوں سمیت تین بار دھوئیں اور بایاں پاؤں بھی ٹخنوں سمیت تین بار دھوئیں۔[2]

● جب بھی وضو کریں تو ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیوں کا خلال کریں۔[3]

● سیدنا مستورد بن شداد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا کہ آپ اپنے پاؤں کی انگلیوں کا خلال ہاتھ کی چھنگلی (چھوٹی انگلی) سے کر رہے تھے۔[4]

● سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہو تو وضو کرتے وقت پٹی پر مسح کر لے اور ارد گرد کو دھو لے۔[5]

» إلى الكعبين، حديث: 186، وصحيح مسلم، الطهارة، باب آخر في صفة الوضوء، حديث: 235. ① [صحيح] سنن ابن ماجه، الطهارة، باب ماجاء في مسح الأذنين، حديث: 439، وهو حديث صحيح، وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء في مسح الأذنين ظاهرهما وباطنهما، حديث: 36 (بدون ذكر السبابتين والإبهامين). امام ترمذی نے اور ابن خزیمہ نے حدیث: 148 میں اسے صحیح کہا ہے۔ یاد رہے سوراخوں والا مسئلہ سنن أبي داود، حديث: 131 اور سنن ابن ماجه، حديث: 441 میں حسن سند کے ساتھ موجود ہے۔ ② صحيح البخاري، الصيام، باب سواك الرطب واليابس للصائم، حديث: 1934، وصحيح مسلم، الطهارة، باب صفة الوضوء وكماله، حديث: 226. ③ [حسن] جامع الترمذي، الطهارة، باب في تخليل الأصابع، حديث: 39، وهو حديث حسن، وسنن ابن ماجه، الطهارة، باب تخليل الأصابع، حديث: 447. امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ ④ [حسن] سنن أبي داود، الطهارة، باب غسل الرجل، حديث: 148، وهو حديث حسن، وجامع الترمذي، الطهارة، باب في تخليل الأصابع، حديث: 40. اسے امام مالک نے حسن کہا ہے۔ ⑤ [صحيح] السنن الكبرى للبيهقي، الطهارة، باب المسح على العصائب والجبائر: 228/1، حديث: 1079، وسنده حسن، امام بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔

تنبیہات

● کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لینے کا ذکر جس حدیث میں ہے اسے امام ابوداود نے حدیث: 139 میں، امام نووی نے المجموع: 360/1 میں اور حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخیص الحبیر: 78/1 میں ضعیف کہا ہے۔ امام نووی اور امام ابن قیم رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے وضو کا طریقہ چلو سے آدھا پانی منہ میں اور آدھا ناک میں ڈالنا ہے۔[1]

کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لینے کا ثبوت بھی ایک اور حدیث میں ہے۔ شقیق بن سلمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کو دیکھا، انھوں نے وضو کیا، تین تین دفعہ (اعضاء کو دھوتے ہوئے) پھر دونوں نے فرمایا: نبی اکرم ﷺ نے اسی طرح وضو کیا تھا، اور (شقیق نے) بیان کیا کہ ان دونوں نے کلی اور ناک کے لیے الگ الگ پانی لیا تھا۔[2]

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کانوں کا تعلق سر سے ہے۔''[3]

اس کا مطلب یہ ہے کہ کانوں کے لیے نئے پانی کی ضرورت نہیں۔[4]

کانوں کے مسح کے لیے نیا پانی لینے والی روایت کو حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بلوغ المرام، حدیث: 37 میں شاذ قرار دیا ہے۔

① المجموع: 397/1، وزاد المعاد، فصل في هديه في الوضوء: 192/1. ② التاريخ الكبير لابن أبي خيثمة، ص: 588، حديث: 1410 وسنده حسن لذاته. ③ [صحيح] سنن الدار قطني: 98/1 حديث: 327. وسنده قوي، ابن جوزی رحمہ اللہ نے اس روایت کے صحیح ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ دیکھیے التحقیق فی اختلاف الحدیث لابن الجوزي: 95,94/1، حديث: 153.

④ اور یہ معنی بھی ہوسکتا ہے کہ کانوں کا حکم چہرے والا نہیں کہ انھیں دھویا جائے بلکہ ان کا حکم سر والا ہے، یعنی ان کا مسح کیا جائے۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر)

● حافظ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (گدی کے نیچے) گردن کے (الگ) مسح کے بارے میں قطعاً کوئی صحیح حدیث نہیں ہے۔[1] گردن کے مسح کی روایت کے متعلق امام نووی فرماتے ہیں: یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے۔

وضو کے بعد کی مسنون دعائیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ يَتَوَضَّأُ فَيُبْلِغُ الْوُضُوءَ ثُمَّ يَقُولُ : أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا فُتِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ الثَّمَانِيَةُ، يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ»

''تم میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہیں کہ جو پورا وضو کرے، پھر یہ کہے: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔'' مگر اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں کہ جس سے چاہے داخل ہو۔''[2]

● ابوداود کی ایک روایت میں اس دعا کو آسمان کی طرف نظر اٹھا کر پڑھنے کا ذکر ہے مگر یہ روایت صحیح نہیں۔ اس میں ابوعقیل کا چچا زاد بھائی مجہول ہے۔[3]

وضو کے بعد یہ دعا بھی پڑھیں:

سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ، اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَيْكَ

① زاد المعاد، فصل في هديه في الوضوء: 195/1. سر اور کانوں کے مسح کے بعد اُلٹے ہاتھوں کے ساتھ گردن کا مسح کسی صحیح و مقبول حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ (ز۔ع) ② صحيح مسلم، الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء، حديث: 234. ③ سنن أبي داود، الطهارة، باب ◄◄

”اے اللہ! تو اپنی تمام تر تعریفات کے ساتھ (ہر عیب سے) پاک ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے۔ میں تجھ سے بخشش مانگتا ہوں اور تیرے حضور توبہ کرتا ہوں۔“ ①

وضو کی خود ساختہ دعائیں

رسول اللہ ﷺ کی سنت سے وضو کے شروع میں (بسم اللہ) اور بعد میں شہادتین کا پڑھنا ثابت ہے۔ لیکن بعض لوگ وضو میں ہر عضو دھوتے وقت ایک ایک دعا پڑھتے ہیں اور وہ دعائیں مروجہ کتب نماز میں پائی جاتی ہیں۔ واضح ہو کہ یہ دعائیں سنت پاک اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے عمل سے ثابت نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے رسول اکرم ﷺ پر دین مکمل کر دیا تو پھر دینی اور شرعی امور میں کمی بیشی کرنا کسی امتی کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔

امام نووی اور حافظ ابن قیم رحمہما اللہ فرماتے ہیں: ہر عضو کے لیے مخصوص اذکار کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔ ②

وضو کے دیگر مسائل

احادیث میں وضو کے اعضاء کو دو دو بار اور ایک ایک بار دھونے کا ذکر بھی آیا ہے لیکن نبیٔ اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اکثر عمل تین تین بار دھونے پر رہا ہے۔ ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سب علماء کا اتفاق ہے کہ اعضاء کا ایک ایک بار دھونا بھی کافی ہے۔

«« مایقول الرجل إذا توضأ ؟ حدیث: 170. وسندہ ضعیف. ① [صحیح] عمل الیوم واللیلة للنسائي: 81، السنن الکبرٰی للنسائي: 9909 وسندہ حسن وأعله النسائي، والمستدرك للحاکم: 564/1، حدیث: 2072 وصححه علی شرط مسلم ووافقه الذھبي. امام حاکم نے، حافظ ذہبی نے اور ابن حجر نے التلخیص الحبیر: 102/1 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ترمذی کی روایت: 55 (وسندہ ضعیف) میں دعا: [اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِینَ ......] ابھی مذکور ہے مگر خود انھوں نے اسے مضطرب (ضعیف کی ایک قسم) قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم۔ (ع،ر) ② زاد المعاد: 195/1.

ایک اعرابی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر وضو کی کیفیت دریافت کی تو آپ نے اسے اعضاء کا تین تین بار دھونا سکھایا اور فرمایا: ''اس طرح کامل وضو ہے، پھر جو شخص اس (تین تین بار دھونے) پر زیادہ کرے یا (یوں) کمی کرے (کہ کسی عضو کو چھوڑ ڈالے یا پورا نہ دھوئے) پس تحقیق اس نے (ترک سنت کی بنا پر) برا کیا اور (مسنون حد سے تجاوز کر کے) زیادتی کی اور (رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کر کے اپنی جان پر) ظلم کیا۔''[1]

مسنون وضو سے گناہوں کی بخشش

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس وقت بندۂ مومن وضو شروع کرتا ہے، پھر کلی کرتا ہے اور ناک جھاڑتا ہے تو اس کے منہ اور ناک کے گناہ نکل جاتے ہیں، پھر جس وقت چہرہ دھوتا ہے اس کے چہرے کے گناہ نکل جاتے ہیں۔ چہرہ دھوتے وقت گناہ داڑھی کے کناروں سے بھی گرتے ہیں اور جس وقت وہ کہنیوں سمیت ہاتھ دھوتا ہے تو اس کے دونوں ہاتھوں سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ دونوں ہاتھوں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں، پھر جس وقت مسح کرتا ہے تو اس کے بالوں کے کناروں سے گناہ نکل جاتے ہیں، پھر جس وقت پاؤں دھوتا ہے تو اس کے دونوں پاؤں سے گناہ نکل جاتے ہیں یہاں تک کہ دونوں پاؤں کے ناخنوں کے نیچے سے بھی نکل جاتے ہیں، پھر اس کے بعد اگر وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھی، اللہ کی تعریف، ثنا اور بزرگی یوں بیان کی جیسے اس کا حق ہے اور اپنا دل اللہ کی یاد کے لیے فارغ کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح (پاک ہو کر) لوٹتا ہے جیسے وہ اس دن

① [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، حديث: 135 وسنده حسن، وسنن النسائي، الطهارة، باب الاعتداء في الوضوء، حديث: 140. امام ابن خزیمہ نے حدیث: 174 میں اور امام نووی نے المجموع: 438/1 میں اسے صحیح، جبکہ حافظ ابن حجر نے التلخیص الحبیر: 83/1 میں جید کہا ہے۔

(پاک) تھا جب اسے اس کی ماں نے جنا تھا۔‘‘[1]

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ آپ اپنی امت کو (میدان حشر میں) دوسری امتوں (کے بے شمار لوگوں) سے کس طرح پہچانیں گے تو آپ نے فرمایا: ’’میرے امتی وضو کے اثر سے سفید (نورانی) چہرے اور سفید (نورانی) ہاتھ پاؤں والے ہوں گے۔ اس طرح ان کے سوا اور کوئی نہیں ہوگا۔‘‘[2]

خشک ایڑیوں کو عذاب

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکے سے مدینے کی طرف لوٹے۔ راستے میں ہمیں پانی ملا۔ ہم میں سے ایک جماعت نے نماز عصر کے لیے جلد بازی میں وضو کیا۔ پیچھے سے ہم بھی پہنچ گئے (دیکھا کہ) ان کی ایڑیاں خشک تھیں، انھیں پانی نہیں پہنچا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’(خشک) ایڑیوں کے لیے آگ سے خرابی ہے، پس وضو پورا کیا کرو۔‘‘[3]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وضو بڑی احتیاط سے، سنوار کر اور پورا کرنا چاہیے۔ اعضاء کو خوب اچھی طرح اور تین تین بار دھونا چاہیے تا کہ ذرہ برابر جگہ بھی خشک نہ رہے۔ ایک شخص نے وضو کیا اور اپنے قدم پر ناخن کے برابر جگہ خشک چھوڑ دی۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا: ’’واپس جا اور اچھی طرح وضو کر۔‘‘[4]

[1] صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب إسلام عمرو بن عبسة، حدیث: 832، وسنن النسائي، حدیث: 103 میں چہرہ دھونے کے ساتھ آنکھوں کی پلکوں کے نیچے سے اور سر کے مسح کے ساتھ کانوں کے گناہ نکل جانے کا تذکرہ بھی موجود ہے۔ [2] صحیح مسلم، الطھارة، باب استحباب إطالة الغرة والتحجیل في الوضوء، حدیث: 248,247. [3] صحیح مسلم، الطھارة، باب وجوب غسل الرجلین بکمالھما، حدیث: 241. [4] صحیح مسلم، الطھارة، باب وجوب استیعاب جمیع أجزاء محل الطھارة، حدیث: 243.

وضو سے بلندیٔ درجات

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''طہارت آدھا ایمان ہے۔''①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے دلی دوست محمد ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''(جنت میں) مومن کا زیور (نور) وہاں تک پہنچے گا جہاں تک وضو کا پانی پہنچتا ہے۔''②

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمھیں وہ چیز نہ بتاؤں کہ جس کے سبب اللہ تعالیٰ گناہ مٹاتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیوں نہیں، اے اللہ کے رسول! (ارشاد فرمائیں) آپ نے فرمایا: ''مشقت (بیماری یا سردی وغیرہ) کے وقت کامل اور سنوار کر وضو کرنا، مسجدوں کی طرف اٹھنے والے قدموں کا زیادہ ہونا اور نماز کے بعد نماز کا انتظار کرنا (گناہ مٹاتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے)۔''③

تحیۃ الوضو پڑھنے کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص وضو کرے اور خوب سنوار کر اچھا وضو کرے، پھر کھڑا ہو کر دل اور چہرے سے (ظاہری و باطنی طور پر) متوجہ ہو کر دو رکعت (نفل) نماز ادا کرے تو اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔''④

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے وقت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے بلال! میرے سامنے اپنا وہ عمل بیان کر جو تو نے اسلام میں کیا اور جس پر تجھے ثواب کی بہت زیادہ امید ہے کیونکہ میں نے اپنے آگے جنت میں تیری جوتیوں

① صحيح مسلم، الطهارة، باب فضل الوضوء، حديث: 223. ② صحيح مسلم، الطهارة، باب تبلغ الحلية حيث يبلغ الوضوء، حديث: 250. ③ صحيح مسلم، الطهارة، باب فضل إسباغ الوضوء على المكاره، حديث: 251. ④ صحيح مسلم، الطهارة، باب الذكر المستحب عقب الوضوء، حديث: 234.

کی آواز سنی ہے۔'' سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: میرے نزدیک جس عمل پر مجھے (ثواب کی) بہت زیادہ امید ہے وہ یہ ہے کہ میں نے رات یا دن میں جب بھی وضو کیا تو وضو کے ساتھ جس قدر نفل نماز میرے مقدر میں تھی، ضرور پڑھی (ہر وضو کے بعد نوافل پڑھے)۔ ①

ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کرنا

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے کئی نمازیں ایک وضو سے پڑھیں اور موزوں پر مسح بھی کیا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آج آپ نے وہ کام کیا جو آپ پہلے نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''اے عمر! میں نے ایسا جان بوجھ کر کیا ہے (تاکہ لوگوں کو ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھنے کا جواز معلوم ہو جائے)۔'' ②

معلوم ہوا کہ وضو قائم ہونے کی صورت میں ہر نماز کے لیے وضو فرض نہیں بلکہ افضل ہے۔

دودھ پینے سے کلی کرنا

بے شک رسول اللہ ﷺ نے دودھ پیا، پھر کلی کی اور فرمایا: ''اس میں چکنائی ہے۔'' ③

آپ نے بکری کا شانہ کھایا، اس کے بعد نماز پڑھی اور دوبارہ وضو نہ کیا۔ ④

آپ نے ستو کھائے، پھر کلی کر کے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ ⑤

① صحيح البخاري، التهجد، باب فضل الطهور بالليل والنهار......، حديث: 1149، وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب من فضائل بلال ﷺ، حديث: 2458. ② صحيح مسلم، الطهارة، باب جواز الصلوات كلها بوضوء واحد، حديث: 277. ③ صحيح البخاري، الوضوء، باب هل يمضمض من اللبن؟ حديث: 211، وصحيح مسلم، الحيض، باب نسخ الوضوء ممامست النار، حديث: 358. ④ صحيح البخاري، الوضوء، باب من لم يتوضأ من لحم الشاة والسويق، حديث: 207، وصحيح مسلم، الحيض، باب نسخ الوضوء مما مست النار، حديث: 354. ⑤ صحيح البخاري، الوضوء، باب من مضمض من السويق ولم يتوضأ، حديث: 209.

موزوں وغیرہ پر مسح کے متعلق احکام و مسائل

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ فِي سَفَرٍ فَأَهْوَيْتُ لِأَنْزِعَ خُفَّيْهِ فَقَالَ : "دَعْهُمَا فَإِنِّي أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرَتَيْنِ" فَمَسَحَ عَلَيْهِمَا»

"میں ایک سفر میں نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ تھا۔ میں نے وضو کے وقت چاہا کہ آپ کے دونوں موزے اتار دوں۔ آپ نے فرمایا: "انھیں رہنے دو میں نے انھیں طہارت کی حالت میں پہنا تھا، پھر آپ نے ان پر مسح کیا۔"[1]

شریح بن ہانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے موزوں پر مسح کرنے کی مدت کے متعلق پوچھا تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے مسافر کے لیے (مسح کی مدت) تین دن رات اور مقیم کے لیے ایک دن رات مقرر فرمائی ہے۔[2]

سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حالت سفر میں رسول اللہ ﷺ ہمیں حکم دیتے کہ ہم اپنے موزے تین دن اور تین راتوں تک پاخانہ، پیشاب یا سونے کی وجہ سے نہ اتاریں (بلکہ ان پر مسح کریں) ہاں جنابت کی صورت میں (موزے اتارنے کا حکم دیتے)۔[3]

---

① صحيح البخاري، الوضوء، باب إذا أدخل رجليه وهما طاهرتان، حديث: 206. موزوں سے مراد نرم چمڑے کی جرابیں ہیں۔ (ع، ر)

② صحيح مسلم، الطهارة، باب التوقيت في المسح على الخفين، حديث: 276. امام نووی، اوزاعی اور امام احمد رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ مسح کی مدت موزے پہننے کے بعد، وضو کے ٹوٹ جانے سے نہیں بلکہ پہلا مسح کرنے سے شروع ہوتی ہے، یعنی اگر ایک شخص نماز فجر کے لیے وضو کرتا ہے اور موزے یا جرابیں پہن لیتا ہے، پھر نمازِ ظہر کے لیے وضو کرتے وقت اس نے موزوں یا جرابوں پر مسح کیا تو اگلے دن کی نماز ظہر تک وہ مسح کر سکتا ہے۔ (مؤلف)

③ [صحيح] جامع الترمذي، الطهارة، باب المسح على الخفين للمسافر والمقيم، حديث: 96 وسنده حسن، وسنن النسائي، الطهارة، باب التوقيت في المسح على الخفين للمسافر، »

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جنبی ہونا مسح کی مدت ختم کر دیتا ہے۔اس لیے غسل جنابت میں موزے اتارنا لازم ہے، البتہ بول و براز اور نیند کے بعد موزے نہ اتارے جائیں بلکہ معینہ مدت تک ان پر مسح کیا جاسکتا ہے۔

جرابوں پر مسح کرنے کا بیان

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

«أَمَرَهُمْ أَنْ يَّمْسَحُوا عَلَى الْعَصَائِبِ وَالتَّسَاخِينِ»

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے وقت صحابہ کو پگڑیوں اور جرابوں پر مسح کرنے کا حکم دیا۔''[1]

صحابہ رضی اللہ عنہم کا جرابوں پر مسح کرنا

سیدنا عقبہ بن عمرو ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی جرابوں پر مسح کیا۔[2]

سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا، پھر وضو کرتے ہوئے آپ نے اپنی جرابوں پر، جو جوتوں (چپلوں) میں تھیں، مسح کیا۔(مصنف ابن أبي شيبة: 189/1 حديث: 1986، وابن المنذر في الأوسط: 462/1 وسنده صحيح)۔ابن حزم رحمہ اللہ نے المحلّٰی: 324/1 میں 12 صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جرابوں پر مسح کرنا ذکر کیا ہے۔ جن میں سیدنا عبداللہ بن مسعود، سیدنا سعد بن ابی وقاص اور سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہم بھی

»» حدیث: 127. امام ترمذی نے، ابن خزیمہ نے حدیث: 196 میں، ابن حبان نے الموارد، حدیث: 179 میں اور نووی نے المجموع: 479/1 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [1] [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب المسح على العمامة، حديث: 146. وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرك: 169/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ہر اس جراب پر مسح کرنا درست ہے جو ساترِ قدم ہو، یعنی جس میں پاؤں نظر نہ آئیں۔ واللہ اعلم۔(ع،ر) [2] مصنف ابن أبي شيبة: 189/1، حديث: 1987 وسنده صحيح.

شامل ہیں۔ اسی طرح سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے۔[1]

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بھی جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے۔[2]

ابن قدامہ کہتے ہیں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا جرابوں پر مسح کے جواز پر اجماع ہے۔[3]

لغت عرب سے ''جورب'' کے معنی

عربی لغت کی معتبر کتاب قاموس :1/46 میں ہے: ہر وہ چیز جو پاؤں پر پہنی جائے، جورب (جراب) ہے۔ ''تاج العروس'' میں ہے جو چیز لفافے کی طرح پاؤں پر پہن لیں وہ جَوْرَبْ ہے۔ علامہ عینی لکھتے ہیں کہ جورب بٹے ہوئے اون سے بنائی جاتی ہے اور پاؤں میں ٹخنے سے اوپر تک پہنی جاتی ہیں۔ عارضۃ الاحوذی میں شارح حدیث امام ابوبکر ابن العربی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: جَوْرَبْ وہ چیز ہے جو پاؤں ڈھانپنے کے لیے اون سے بنائی جاتی ہے۔ عمدة الرعاية میں ہے: جرابیں روئی، یعنی سوت کی ہوتی ہیں اور بالوں کی بھی بنتی ہیں۔ غاية المقصود میں ہے کہ جرابیں چمڑے کی، صوف کی اور سوت کی بھی ہوتی ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ جَوْرَبْ لفافے یا لباس کو کہتے ہیں، وہ لباس، خواہ چرمی ہو، سوتی ہو یا اونی ہم اس پر مسح کر سکتے ہیں۔

پگڑی پر مسح

سیدنا عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پگڑی پر مسح فرمایا۔[4]

اسی طرح سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پگڑی پر مسح کیا۔[5]

① المصنف لابن أبي شيبة: 172/1. دوسرا نسخہ 189/1، حديث: 1990 وسنده حسن ② المصنف لابن أبي شيبة: 172/1. دوسرا نسخہ: 188/1، حديث: 1979 وسنده حسن ③ المغني لابن قدامة: 332/1، مسئلة: 426. ④ صحيح البخاري، الوضوء، باب المسح على الخفين، حديث: 205. ⑤ صحيح مسلم، الطهارة، باب المسح على الناصية والعمامة، حديث: 275.

ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ»

''وضو کے بغیر نماز قبول نہیں کی جاتی۔''①

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کا وضو ٹوٹ جائے جب تک وہ وضو نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرتا۔''②

مذی خارج ہونے سے وضو

سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ مذی خارج ہونے سے غسل واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ تو آپ نے مذی خارج ہونے سے غسل واجب قرار نہ دیا بلکہ فرمایا:

''اپنا عضو مخصوص دھو ڈال اور وضو کر۔''③

شرمگاہ کو ہاتھ لگانے سے وضو

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص شرمگاہ کو ہاتھ لگائے، پس وہ وضو کرے۔''④

① صحيح مسلم، الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، حديث: 224. ② صحيح البخاري، الوضوء، باب لا تقبل صلاة بغير طهور، حديث: 135، وصحيح مسلم، الطهارة، باب وجوب الطهارة للصلاة، حديث: 225. ③ صحيح البخاري، الغسل، باب غسل المذي والوضوء منه، حديث: 269، وصحيح مسلم، الحيض، باب المذي، حديث:303.
④ [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء من مس الذكر، حديث:181. وسنده ◄

نیند سے وضو

سیدنا صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیتے تھے کہ ہم سفر میں اپنے موزے تین دن رات نہ اُتاریں لیکن پیشاب، پاخانے اور نیند میں ہم انھیں پہنے رکھیں۔ ① اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نیند سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سو جائے، اس پر وضو واجب ہے۔ ②

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے انتظار میں بیٹھے بیٹھے اونگھتے تھے اور وضو کیے بغیر نماز ادا کر لیتے تھے۔ ③

ہوا خارج ہونے سے وضو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک ایسے شخص کی حالت بیان کی گئی جسے خیال آیا کہ نماز میں اس کی ہوا خارج ہوئی ہے تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز اس وقت تک نہ توڑے جب تک (ہوا نکلنے کی) آواز نہ سن لے یا اسے بدبو محسوس نہ ہو۔'' ④

» حسن وهو صحيح بالشواهد والموطأ للإمام مالك، الطهارة، باب الوضوء من مس الفرج: 42/1. امام ترمذی نے حدیث: 82 میں اسے حسن صحیح کہا ہے۔ یعنی کپڑے کے بغیر براہ راست ہاتھ لگے۔ واللہ اعلم۔ (ع،ر) ① [حسن] سنن الترمذی، الطهارة، باب المسح على الخفين للمسافر والمقيم، حديث: 96 وقال: ''حسن صحيح'' وسنده حسن، وصححه ابن خزيمة (196,193,17) وابن حبان (الإحسان: 1097) ② [حسن] مسند علي بن جعد: 336/3. دوسرا نسخہ: 637/1، حديث: 1501، وسنده صحيح، تیسرا نسخہ: 1452. ③ صحيح مسلم، الحيض، باب الدليل على أن نوم الجالس لا ينقض الوضوء، حديث: 376. ٹیک لگا کر یا لیٹ کر سونے سے وضو ٹوٹے گا، بیٹھے بیٹھے اونگھنے سے نہیں۔ (ع،ر)

④ صحيح البخاري، الوضوء، باب لا يتوضأ من الشك حتى يستيقن، حديث: 137. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب تک ہوا خارج ہونے کا مکمل یقین نہ ہو جائے، وضو نہیں ٹوٹتا، لہٰذا جسے وہم کی بیماری ہو، اسے بھی جان لینا چاہیے کہ وضو ایک حقیقت ہے، ایک یقین ہے اور یہ یقین ہی سے ٹوٹتا ہے شک یا وہم «

قے، نکسیر اور وضو

قے یا نکسیر آنے سے وضو ٹوٹ جانے والی روایت کو، جو بلوغ المرام اور ابن ماجہ (حدیث: 1221) میں ہے، امام احمد اور دیگر محدثین نے ضعیف کہا ہے بلکہ اس سلسلے کی تمام روایات سخت ضعیف ہیں۔ لہٰذا ''براءت اصلیہ'' پر عمل کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ خون نکلنے سے وضو فاسد نہیں ہوتا۔ اس کی تائید اس واقعے سے بھی ہوتی ہے جو غزوۂ ذات الرقاع میں پیش آیا، جب ایک انصاری صحابی رات کو نماز پڑھ رہے تھے کہ کسی دشمن نے ان پر تین تیر چلائے جن کی وجہ سے وہ سخت زخمی ہو گئے اور ان کے جسم سے خون بہنے لگا مگر اس کے باوجود وہ اپنی نماز میں مشغول رہے۔[1]

یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس واقعے کا علم نہ ہوا ہو یا آپ کو علم ہوا اور آپ نے انھیں نماز لوٹانے یا خون بہنے سے وضو ٹوٹ جانے کا مسئلہ بتایا مگر ہم تک یہ خبر نہ پہنچی ہو۔

اسی طرح جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ زخمی کیے گئے تو آپ اسی حالت میں نماز پڑھتے رہے حالانکہ آپ کے جسم سے خون جاری تھا۔[2]

›› سے نہیں۔ یاد رہے کہ ہوا نکلنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ چاہے تھوڑی نکلے یا زیادہ۔ آواز سے نکلے یا بے آواز، لہٰذا درج بالا حدیث کا تعلق صرف اس مریض سے ہے جسے وہم اور شک کی بیماری ہے۔ بے چارے کی ہوا نہیں نکلی مگر یہ سمجھتا ہے کہ شاید نکل گئی ہے۔ بیمار پر صحت مند کو قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

① [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء من الدم، حديث: 198. وسنده حسن، امام حاکم نے المستدرك: 156/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ وصححه ابن خزيمة، حديث: 36 وابن حبان، الموارد: 1093 وعلقه البخاري، قبل حديث: 1762. ② [صحيح] الموطأ للإمام مالك، الطهارة، باب العمل فيمن غلبه الدم من جرح أو رعاف: 40,39/1، حديث: 86، وسنده صحيح، والسنن الكبرٰى للبيهقي، الحيض، باب ما يفعل من غلبه الدم من رعاف أو جرح: 357/1، حديث: 1673. حافظ ابن حجر نے فتح الباري: 181/1 میں اسے صحیح کہا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ شرمگاہ کے سوا خون کا بہنا ناقض وضو نہیں ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر نماز میں وضو ٹوٹ جائے تو ناک پر ہاتھ رکھ کر (باہر کی طرف) لوٹو (وضو کرو اور پھر نماز پڑھو)۔''[1]

① [صحيح] سنن أبي داود، أبواب الجمعة، باب استئذان المحدث للإمام، حديث: 1114. وهو حديث صحيح، امام حاکم نے المستدرك: 1/184 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

تیمّم کا بیان

پانی نہ ملنے کی صورت میں طہارت کی نیت سے پاک مٹی کا قصد کر کے اسے ہاتھوں اور چہرے پر ملنا تیمّم کہلاتا ہے۔

پانی نہ ملنے کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: مسافر کو سفر میں پانی نہ ملے یا پانی کے مقام تک پہنچنے پر نماز کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو یا وضو کرنے سے مریض کو مرض کی زیادتی کا خوف ہو یا پانی حاصل کرنے میں جان کا ڈر ہو، مثلاً: گھر میں پانی نہیں ہے، باہر کرفیو نافذ ہے یا پانی لانے میں کسی دشمن یا درندے سے جان کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں ہم تیمّم کر سکتے ہیں، خواہ یہ موانع برسوں قائم رہیں، تیمّم بھی بدستور جائز رہے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وُضُوءُ الْمُسْلِمِ وَلَوْ إِلٰى عَشْرِ سِنِينَ»

''پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے اگرچہ دس برس پانی نہ پائے۔''[1]

جنابت کی حالت میں تیمّم

سیدنا عمران رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ آپ

① [صحيح] سنن أبي داود، الطهارة، باب الجنب يتيمم، حديث:332 وسنده حسن و333، وهو حديث صحيح، وجامع الترمذي، الطهارة، باب التيمم للجنب إذا لم يجد الماء، حديث:124. امام ترمذی نے، امام حاکم نے المستدرك: 177,176/1 میں اور امام ابن حبان نے الموارد، حديث:196 میں اسے صحیح کہا ہے۔ دس برس سے کثرت مدت مراد ہے۔ (مؤلف)

نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب نماز مکمل کر لی تو اچانک آپ کی نظر ایک آدمی پر پڑی جو لوگوں سے الگ بیٹھا ہوا تھا اور اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''اے فلاں! لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے تجھے کس چیز نے روکا؟'' اس نے کہا: مجھے جنابت پہنچی اور پانی نہ مل سکا۔ آپ نے فرمایا: ''تجھ پر مٹی (سے تیمّم کرنا) لازم ہے، پس وہ تیرے لیے کافی ہے۔''①

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سردی کا موسم تھا، ایک آدمی کو غسل جنابت کی ضرورت پیش آئی، اس نے اس بارے میں دریافت کیا تو اسے غسل کرنے کو کہا گیا۔ اس نے غسل کیا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی۔ جب اس واقعہ کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا تو آپ نے فرمایا: ''ان لوگوں نے اسے مار ڈالا۔ اللہ انھیں مارے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے مٹی کو پاک کرنے والا بنایا ہے (وہ تیمّم کر لیتا)۔''②

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر زخم پر پٹی بندھی ہوئی ہو تو وضو کرتے وقت پٹی پر مسح کر لے اور ارد گرد کو دھو لے۔③

معلوم ہوا کہ اگر کسی کمزور یا بیمار آدمی کو احتلام ہو جائے اور غسل کرنا اس کے لیے ہلاکت یا بیماری کا موجب ہو تو اسے تیمّم کر کے نماز پڑھ لینی چاہیے، نیز یہ بھی ثابت ہوا کہ زخموں اور پھوڑوں وغیرہ کی پٹی پر مسح کر لینا درست ہے اور محتلم، حیض اور نفاس سے

① صحیح البخاري، التیمم، باب الصعید الطیب وضوء المسلم......، حدیث: 344، وصحیح مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة......، حدیث: 682. ② [صحیح] صحیح ابن خزیمة، التیمم، باب الرخصة في التیمم للمجدور والمجروح......، حدیث: 273، وسنده حسن، امام ابن خزیمہ نے، ابن حبان نے الموارد، حدیث: 201 میں، حاکم نے المستدرك: 165/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ وأخطأ من ضعفه. ③ [صحیح] السنن الکبرٰی للبیهقي، الطهارة، باب المسح علی العصائب والجبائر: 228/1، وسنده حسن، حدیث: 1079. امام بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔ تقدم، ص: 99,98.

فارغ ہونے والی عورتیں بھی بوقت ضرورت تیمّم کر کے نماز پڑھ سکتی ہیں، اس لیے کہ تیمم عذر کی حالت میں وضو اور غسل دونوں کا قائم مقام ہے۔

تیمّم کا طریقہ

- سیدنا عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کے لیے بھیجا میں (سفر کی حالت میں) جنبی ہو گیا اور پانی نہ ملنے کی وجہ سے جانور کی طرح خاک پر لوٹ پوٹ ہوا اور نماز پڑھ لی۔ پھر (سفر سے) آ کر یہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو آپ نے فرمایا: ''تیرے لیے صرف یہی کافی تھا کہ تو یوں کر لیتا (پھر آپ نے اسے عملی طور پر یوں کر کے دکھایا)۔''

«وَضَرَبَ بِيَدَيْهِ إِلَى الْأَرْضِ فَنَفَضَ يَدَيْهِ فَمَسَحَ وَجْهَهُ وَكَفَّيْهِ»

''اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے، پھر انھیں جھاڑا، پھر ان کے ساتھ اپنے منہ اور دونوں ہاتھوں (کی پشت) پر مسح کیا۔''[1]

یعنی الٹے ہاتھ سے سیدھے ہاتھ پر اور سیدھے ہاتھ سے الٹے ہاتھ پر مسح کیا، پھر دونوں ہاتھوں سے چہرے کا مسح کیا۔

- تیمّم کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا﴾

''پاک مٹی سے تیمّم کرو۔''[2]

اس آیت کی رو سے تیمّم، پاک مٹی سے کرنا چاہیے۔

① صحيح البخاري، التيمم، باب التيمم ضربة، حديث: 347، و صحيح مسلم، الحيض، باب التيمم، حديث: 368 واللفظ له. صحیح بخاری کی روایت (338:) میں مسح کرنے سے پہلے ہاتھوں میں پھونک مارنے کا بھی ذکر ہے۔ ② النسآء 43:4 .

- تیمّم جیسے مٹی سے جائز ہے، اسی طرح شور والی زمین کی سطح سے اور ریت سے بھی جائز ہے۔
- وضو کی طرح ایک تیمّم سے کئی نمازیں پڑھ سکتے ہیں کیونکہ تیمّم وضو کا قائم مقام ہے۔
- جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے، انھی چیزوں سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے۔
- تیمّم کے ساتھ نماز پڑھ لینے کے بعد اگر نماز کے وقت ہی میں پانی مل جائے تو اسے باوضو ہو کر نماز دہرانے یا نہ دہرانے میں اختیار ہے۔ البتہ دہرانا بہتر ہے بلکہ اس میں دوہرا (دو نمازوں کا) اجر ہے۔[1]

① سنن النسائي، الغسل، باب التيمم لمن يجد الماء بعد الصلاة، حديث: 433. امام حاکم نے المستدرك: 178/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

نمازی کا لباس

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقَيْهِ شَيْءٌ»

''کوئی شخص ایک کپڑے میں اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے کندھے ننگے ہوں۔''①

عمر بن ابوسلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں ایک ہی کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا کہ آپ نے اس کی دونوں طرفیں اپنے کندھوں پر رکھی ہوئی تھیں۔②

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتے تھے اور وہ اپنے تہبندوں کو چھوٹے ہونے کے سبب اپنی گردنوں پر باندھے ہوئے ہوتے تھے اور عورتوں سے کہہ دیا گیا تھا کہ جب تک مرد سیدھے ہو کر بیٹھ نہ جائیں اس وقت تک تم اپنے سر سجدے سے نہ اٹھانا۔③

① صحيح البخاري، الصلاة، باب إذا صلى في الثوب الواحد فليجعل على عاتقيه، حديث: 359، وصحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة في ثوب واحد وصفة لبسه، حديث: 516. اس سے معلوم ہوا کہ مرد کے لیے نماز کے دوران میں سر ڈھانپنا واجب نہیں وگرنہ آپ کندھوں کے ساتھ سر کا ذکر بھی فرماتے، سر ڈھانپنے کے بارے میں مجموعی لحاظ سے لوگوں کو اس کی ترغیب دینا درست ہے مگر نماز کے ساتھ تخصیص کر کے نہ ڈھانپنے پر ملامت کرنا درست نہیں۔ (ع، ر) بہتر یہی ہے کہ نماز کے دوران میں سر پر ٹوپی یا عمامہ وغیرہ ہو۔ دیکھیے أخبار القضاة، محمد بن خلف بن حيان: 202/1.

② صحيح البخاري، الصلاة، باب الصلاة في الثوب الواحد ملتحفا به، حديث: 354-356، وصحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة في ثوب واحد وصفة لبسه، حديث: 517. ③ صحيح ◀◀

محمد بن منکدر رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو وہ ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی چادر ایک طرف رکھی ہوئی تھی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے ان سے کہا: اے ابوعبداللہ! آپ کی چادر پڑی رہتی ہے اور آپ نماز پڑھ لیتے ہیں تو انھوں نے فرمایا: ہاں، میں نے نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے اور میں نے یہ چاہا کہ (ایسا ہی کروں تاکہ) تمھارے جیسے جاہل مجھے (اس طرح نماز پڑھتے ہوئے) دیکھ لیں۔[1]

ابن ابی شیبہ (259/2: ، حدیث:6483) نے صحیح سند کے ساتھ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ وہ نماز میں سدل کرنے کو یہود کی مخالفت میں مکروہ سمجھتے تھے اور فرماتے کہ یہودی سدل کرتے ہیں۔

ابن ابی شیبہ (:حدیث : 6480) نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو نماز میں سدل کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: گویا یہ یہودی ہیں جو اپنے عبادت خانے سے باہر آئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ نماز میں یہودیوں کی طرح گردن پر کپڑا الٹکانا (سدل کرنا) جائز نہیں ہے۔
سدل یہ ہے کہ (سر، یا) کندھوں پر اس طرح کپڑا ڈالا جائے کہ وہ دونوں طرف لٹکتا رہے۔[2]

◂◂ البخاري، الصلاة، باب إذا كان الثوب ضيقا، حديث: 362. یہ حکم اس لیے دیا گیا کہ اگلی صف والوں کے مقام ستر پر پچھلی صف والوں (خواتین) کی نظر نہ پڑے، یاد رہے کہ عہد نبوت میں خواتین پچھلی صفوں میں نماز ادا کیا کرتی تھیں۔ (ع،ر) [1] صحيح البخاري، الصلاة، باب الصلاة بغير رداء، حديث: 370. عربی میں ''ازار'' تہبند کو جب کہ ''رداء'' اس چادر کو کہتے ہیں جو قمیص کی جگہ استعمال کی جائے۔ (ع،ر)

[2] حالت نماز میں چہرہ کھلا رکھنے کے بارے میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل صحيح البخاري، حديث: 760 میں ثابت ہے۔ (ع۔و) اگر سر یا گردن پر کپڑے کو بل دے دیا (لپیٹ لیا) جائے، پھر اس کے دونوں کنارے لٹکیں تو یہ سدل نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (ع،ر)

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عورتیں نماز فجر ادا کرتیں تو وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوا کرتی تھیں۔ ①

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بالغہ عورت کی نماز اوڑھنی کے بغیر نہیں ہوتی۔'' ②

ایک حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تجھے علم نہیں کہ ران قابل ستر چیز (شرمگاہ) ہے؟ ③

رسول اللہ ﷺ کبھی نماز میں ننگے پاؤں کھڑے ہوتے اور کبھی آپ نے جوتا پہن رکھا ہوتا تھا۔ ④

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز ادا کرو تو اپنا جوتا پہن لو یا اسے اتار کر اپنے قدموں کے درمیان رکھو۔'' ⑤

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''یہودیوں کی مخالفت کرو، وہ جوتے اور موزے

① صحيح البخاري، الصلاة، باب في كم تصلي المرأة في الثياب؟ حديث: 372، وصحيح مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها......، حديث: 645. ② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب المرأة تصلي بغير خمار، حديث: 641. وهو حديث صحيح، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 775 میں اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ سنن أبي داود، الحمام، باب 1، حديث 4014 وهو حديث حسن . ④ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة في النعل، حديث: 653، وسنده حسن، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الصلاة في النعال، حديث: 1038. امام طحاوی نے اسے متواتر کہا ہے۔ تب مسجدوں کے فرش کچے ہوتے تھے اور جوتوں کے تلوے بھی عام طور پر ہموار ہوتے تھے جو زمین پر رگڑنے سے پاک ہو جاتے تھے، آج اکثر مسجدوں میں صفیں، دریاں یا قالین بچھ گئے ہیں اور جوتوں کے تلووں میں بسا اوقات گندگی پھنس جاتی ہے جو زمین پر رگڑنے سے نہیں نکلتی، لہٰذا آج اگر کوئی شخص جوتے پہن کر نماز ادا کرنا چاہے تو اسے طہارت کا مکمل اہتمام کرنا چاہیے ورنہ جوتے اتار کر نماز پڑھے۔ (ع، ر) ⑤ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب المصلي إذا خلع نعليه أين يضعهما؟ حديث: 655، وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرك: 260,259/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

پہن کر نماز ادا نہیں کرتے۔''[1]

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مسجد میں آؤ تو جوتوں کو اچھی طرح (غور سے) دیکھ لو، اگر ان میں گندگی یا نجاست نظر آئے تو انھیں زمین پر اچھی طرح رگڑو، پھر ان میں نماز ادا کرو۔''[2]

نبی ﷺ فرماتے ہیں: ''جب تم نماز ادا کرو تو جوتوں کو دائیں یا بائیں نہ رکھو بلکہ قدموں کے درمیان رکھو کیونکہ تمھارا بایاں دوسرے نمازی کا دایاں ہوگا۔ ہاں اگر بائیں جانب کوئی نمازی نہ ہو تو بائیں جانب رکھ سکتے ہو۔''[3]

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن حارث رحمہ اللہ کو دیکھا کہ وہ پیچھے سے بالوں کا جوڑا باندھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اٹھے اور ان کا جوڑا کھول دیا۔ جب ابن حارث رحمہ اللہ نماز سے فارغ ہوگئے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے: میرے سر سے تمھیں کیا سروکار تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: میں نے رسول کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''بے شک اس طرح کے آدمی کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مشکیں بندھی ہوئی حالت میں نماز ادا کرے۔''[4]

عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دھاری دار چادر میں نماز پڑھی۔ آپ کی نگاہ اس کی دھاریوں پر چلی گئی، جب فارغ ہوئے تو فرمایا: ''میری یہ چادر ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور اس کی سادہ چادر میرے پاس لے آؤ۔ اس (چادر کی دھاریوں) نے تو

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة في النعل، حديث: 652، وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرك: 260/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [2] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب الصلاة في النعل، حديث: 650. وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرك: 260/1 میں، ذہبی اور نووی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [3] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب المصلي إذا خلع نعليه أين يضعهما؟ حديث: 654، 655. وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرك: 259/1 میں، ذہبی اور نووی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [4] صحيح مسلم، الصلاة، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر، حديث: 492.

ابھی ابھی مجھے نماز میں (خشوع سے) غافل کر دیا تھا۔"[1]

عائشہ رضی اللہ عنہا نے گھر میں ایک جانب ایک پردہ لٹکا رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم سے اپنا یہ پردہ ہٹا دو۔ اس کی تصویریں نماز میں مسلسل میرے سامنے آتی رہتی ہیں۔"[2]

معلوم ہوا نقش و نگار والے مصلّے پر نماز پڑھنے سے احتراز کرنا چاہیے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے ہوئے گرمی کی شدت سے (بچنے کی خاطر) سجدے کی جگہ پر کپڑے کا کنارہ بچھا لیتے تھے۔[3]

---

① صحيح البخاري، الصلاة، باب إذا صلى في ثوب له أعلام......، حديث: 373، وصحيح مسلم، المساجد، باب كراهة الصلاة في ثوب له أعلام، حديث: 556.

② صحيح البخاري، الصلاة، باب إن صلى في ثوب مصلب أو تصاوير......، حديث: 374.
عصر حاضر میں عام مسلمان بڑی عقیدت اور دینی جذبے کے ساتھ ایک دوسرے سے بڑھ کر نقش و نگار والے مصلّے کا انتخاب کرتے ہیں اور اسے آدابِ عبادت میں سے خیال کرتے ہیں۔ گھروں کے علاوہ اکثر مساجد میں بھی خوبصورت نقش و نگار والا مصلّٰی نظر آتا ہے بلکہ اب تو مسجدوں میں اسی قسم کے قالین رواج پکڑ رہے ہیں۔ یہ سب خلافِ سنت اور خلافِ تقوٰی ہیں، ہم سب کو چاہیے کہ اپنی عقیدت و محبت، جذبہ و شوق اور خیالات و نظریات کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیمات اور قدسی فرمودات کے مطابق بنائیں کیونکہ آپ ہی کی اطاعت میں اطاعتِ الٰہیہ، محبت ربانیہ اور قبولیت عبادت مضمر ہے۔

③ صحيح البخاري، الصلاة، باب السجود على الثوب في شدة الحر، حديث: 385.

مساجد کے احکام

مسجد کی فضیلت

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ بَنٰى مَسْجِدًا ، يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللهِ ، بَنَى اللهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ»

''جو شخص مسجد بنائے (اور) اس کے ذریعے سے اللہ کی رضا چاہے تو اللہ اس کے لیے بہشت میں اس (مسجد) جیسا گھر بناتا ہے۔''[1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کو مسجدیں بہت زیادہ محبوب ہیں اور بازار انتہائی ناپسندیدہ ہیں۔''[2]

مطلب یہ ہے کہ مسجدیں دنیا کی تمام جگہوں سے اللہ کو زیادہ محبوب اور پیاری ہیں کیونکہ ان میں اللہ کی عبادت ہوتی ہے اور بازار تمام جگہوں سے اللہ کے نزدیک نہایت ناپسندیدہ ہیں کیونکہ وہاں حرص، طمع، جھوٹ، مکر اور لین دین میں فریب وغیرہ کا دور دورہ ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ کسی دینی یا دنیوی ضرورت کے بغیر بازار میں کبھی نہ جائیں اور مسجدوں سے بہت محبت کریں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو کوئی دن کے اول

① صحيح البخاري، الصلاة، باب من بنى مسجدا، حديث: 450، و صحيح مسلم، المساجد، باب فضل بناء المساجد والحث عليها، حديث: 533. ② صحيح مسلم، المساجد، باب فضل الجلوس في مصلاه بعد الصبح و فضل المساجد، حديث: 671.

حصے میں یا دن کے آخری حصے میں مسجد کی طرف جائے، اللہ اس کے لیے بہشت میں مہمانی تیار کرتا ہے۔" ①

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے اور بہت اچھے طریقے سے وضو کرے اور پھر مسجد کا قصد کرے تو ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں نہ ڈالے کیونکہ بے شک وہ اس وقت نماز ہی میں ہوتا ہے۔" ②

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"مسجد میں ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں نہ ڈالو۔" ③

بعض مساجد میں نمازوں کا ثواب

مسجد اقصیٰ میں ایک نماز ہزار نمازوں کے برابر ہے۔ ④

مسجد حرام میں ایک نماز دوسری مساجد کی ایک لاکھ نمازوں سے افضل ہے۔ ⑤

مسجد نبوی میں ایک نماز ہزار نمازوں سے بہتر ہے۔ ⑥

① صحيح البخاري، الأذان، باب فضل من غدا إلى المسجد ومن راح، حديث: 662، وصحيح مسلم، المساجد، باب المشي إلى الصلاة تمحى به الخطايا وترفع به الدرجات، حديث: 669. ② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، ماجاء في الهدي في المشي إلى الصلاة، حديث:562، وهو حديث حسن، امام حاکم نے المستدرك: 206/1 میں اور امام ذہبی نے اسے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کر کے صحیح کہا ہے، البتہ ابوداود کی کعب بن عجرہ والی روایت کی سند حسن ہے۔ (مرعاة، حدیث:1003)، یعنی تمھیں برابر نماز کا ثواب مل رہا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر) ③ [صحيح] مسند أحمد: 241/4. وسنن أبي داود، حديث: 562 وهو حديث حسن. ④ [صحيح] سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ما جاء في فضل الصلاة في المسجد الحرام ومسجد النبي ﷺ، حديث: 1407، وسنده صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حديث:1027 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ⑤ صحيح البخاري، فضل الصلاة، باب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، حديث: 1190، وصحيح مسلم، حديث: 1394. ⑥ صحيح البخاري، فضل الصلاة في مسجد «

سیدنا عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ نفل نماز گھر میں پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں، آپ نے فرمایا: ”کیا تم نہیں دیکھتے کہ میرا گھر مسجد کے کس قدر قریب ہے، اس کے باوجود فرض نماز کے علاوہ مجھے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ پسند ہے۔“ ①

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جب تم مسجد میں نماز پڑھو تو نماز کا کچھ حصہ (نوافل، سنتیں) اپنے گھروں میں پڑھو، اللہ اس نماز کے سبب گھر میں بھلائی دے گا۔“ ②

تحیۃ المسجد (مسجد کا تحفہ)

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت (تحیۃ المسجد کے طور پر) پڑھا کرو۔“ ③

پیاز اور لہسن کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت

رسول اللہ ﷺ نے پیاز اور لہسن سے منع کیا اور فرمایا: ”جو کوئی ان دونوں کو کھائے تو مسجد کے قریب نہ آئے۔“ اور فرمایا: ”اگر تم نے انھیں کھانا ہی ہے تو انھیں پکا کر ان کی بو مار لو۔“ ④

◄◄ مكة والمدينة، باب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة، حديث: 1190 وصحيح مسلم، الحج، باب فضل الصلاة بمسجدي مكة والمدينة، حديث: 1394 . ① [صحيح] سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في التطوع في البيت، حديث: 1378. وهو حديث صحيح، امام بوصیری نے اور ابن خزیمہ نے حدیث: 1202 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة النافلة في بيته، حديث: 778. ③ صحيح البخاري، الصلاة، باب إذا دخل المسجد فليركع ركعتين، حديث: 444، صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تحية المسجد بركعتين......، حديث : 714. ④ [صحيح] سنن أبي داود، الأطعمة، باب في أكل الثوم، حديث: 3827، وسنده حسن اس مرفوع روایت کو علامہ البانی نے صحیح کہا ہے، البتہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہ موقوف روایت صحیح مسلم (567:) میں موجود ہے۔

کیونکہ اس سے فرشتوں کو بھی ایذا پہنچتی ہے۔ ①

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کیا کسی کے تصور میں یہ بات آ سکتی ہے کہ سگریٹ پینے والا پیاز و لہسن کے حکم میں داخل نہیں؟ سب کو معلوم ہے کہ سگریٹ کی بدبو پیاز و لہسن کی بو سے کہیں زیادہ اذیت ناک ہوتی ہے۔ ان دونوں کے کھانے میں کوئی ضرر بھی نہیں جب کہ سگریٹ پینے کے بہت سے نقصانات ہیں اور کوئی فائدہ نہیں۔

اگر کسی کو مرض کی بنا پر لہسن یا پیاز استعمال کرنا پڑتا ہو تو وہ ان کے استعمال کے بعد مسجد آ سکتا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو، جو سینے کے ایک مرض کی بنا پر لہسن کھا کر مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے آئے تھے، معذور قرار دیا تھا۔ ②

مسجد میں تھوکنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر میری امت کے اچھے اور برے اعمال پیش کیے گئے۔ میں نے دیکھا کہ نیک اعمال میں راستے سے تکلیف دہ چیز کو دور کرنا بھی ہے اور برے اعمال میں مسجد میں تھوکنا بھی ہے جس پر مٹی نہ ڈالی گئی ہو۔'' ③

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس کا کفارہ اس پر مٹی ڈال کر دفن کرنا ہے۔'' ④

① صحيح مسلم، المساجد، باب نهي من أكل ثومًا أو بصلًا......، حديث: 564. ② [صحيح] سنن أبي داود، الأطعمة، باب في أكل الثوم، حديث: 3826. وهو حديث صحيح، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1672 میں اور ابن حبان نے الموارد، حديث: 319 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ③ صحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن البصاق في المسجد......، حديث: 553. اگر مسجد کا فرش پختہ ہے تو تھوک، پانی یا کپڑے وغیرہ سے صاف کیا جائے گا۔ (ع،ر) ④ صحيح البخاري، الصلاة، باب كفارة البزاق في المسجد، حديث: 415، وصحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن البصاق في المسجد......، حديث: 552.

مسجد میں سونا

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں سویا کرتے تھے اور وہ غیر شادی شدہ نوجوان تھے۔[1]

مسجد میں خرید و فروخت

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب تم کسی شخص کو مسجد میں کچھ بیچتا یا خریدتا دیکھو تو کہو: «لَا أَرْبَحَ اللهُ تِجَارَتَكَ» ”اللہ تیری سوداگری میں نفع نہ دے۔“ اور جس وقت تم کسی شخص کو مسجد میں کسی گم شدہ چیز کا اعلان کرتے ہوئے دیکھو تو تم کہو: «لَا رَدَّهَا اللهُ عَلَيْكَ» ”اللہ تجھے وہ چیز نہ لوٹائے۔“ کیونکہ مسجدیں قطعاً اس مقصد کے لیے نہیں بنائی گئیں۔“[2]

مسجد میں جانے کی فضیلت

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اپنے گھر سے باوضو ہو کر فرض نماز ادا کرنے کے لیے مسجد کی طرف نکلتا ہے تو اسے حج کا احرام باندھنے والے کی مانند ثواب ملتا ہے۔“[3]

یاد رہے کہ جن پر بیت اللہ کا حج فرض ہو چکا ہو، جب تک وہ وہاں جا کر حج نہ کریں ان سے فرضیت ساقط نہ ہوگی، خواہ ساری عمر باوضو ہو کر پانچوں نمازیں مسجد میں جا کر پڑھتے رہیں، اس لیے اللہ کی بخشش اور اجر و ثواب کی فراوانی سے کسی قسم کی غلط فہمی کا شکار

① صحيح البخاري، الصلاة، باب نوم الرجال في المسجد، حديث: 440. ② [صحيح] جامع الترمذي، البيوع، باب النهي عن البيع في المسجد، حديث: 1321، وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرك: 2/56 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب ماجاء في فضل المشي إلى الصلاة، حديث: 558، اس کی سند حسن ہے۔

نہیں ہونا چاہیے۔

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا ثواب اپنے گھر یا بازار میں تنہا نماز پڑھنے سے (کم از کم) پچیس درجے زیادہ ہے، لہٰذا جب انسان اچھی طرح وضو کر کے مسجد جائے تو اس کے ہر قدم سے اس کا درجہ بلند ہوتا ہے اور گناہ معاف ہوتے ہیں۔ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس کے لیے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ نماز کی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں: اے اللہ! اس پر رحمت کر۔ اے اللہ! اس پر رحم کر۔ جب تک نمازی نماز کا انتظار کرتا ہے، وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔[1]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسجد نبوی کے گرد کچھ مکان خالی ہوئے۔ بنوسلمہ نے مسجد کے قریب منتقل ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے دو دفعہ فرمایا: ''اے بنوسلمہ! اپنے (موجودہ) گھروں میں ٹھہرے رہو (مسجد کی طرف آتے وقت) تمھارے قدم لکھے جاتے ہیں۔''[2]

مسجد سے دل لگانے والے کے لیے عظیم خوشخبری

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سات شخص ایسے ہیں جنھیں اللہ تعالیٰ اس دن (حشر میں) اپنے (عرش کے) سائے میں رکھے گا جس دن سوائے اس کے سائے کے کوئی سایہ نہیں ہوگا:

① عادل حاکم۔

② وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں جوانی گزارے۔

③ وہ شخص کہ اس کا دل مسجد میں اٹکا ہوا ہو، جس وقت نماز پڑھ کر نکلتا ہے تو اس کی طرف

① صحيح البخاري، البيوع، باب ما ذكر في الأسواق، حديث: 2119، وصحيح مسلم، المساجد، باب فضل الصلاة المكتوبة في جماعة و فضل انتظار الصلاة......، حديث: 649.

② صحيح مسلم، المساجد، باب فضل كثرة الخطا إلى المساجد، حديث: 665.

دوبارہ آنے کے لیے بے تاب رہتا ہے۔

④ وہ دو شخص جو (صرف) اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں (جب) ملتے ہیں تو اسی کی محبت میں اور جدا ہوتے ہیں تو اسی کی محبت میں۔

⑤ وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرتا ہے اور (افراط محبت یا خشیت سے) اس کی آنکھوں سے آنسو بہ پڑتے ہیں۔

⑥ وہ شخص جسے کسی خاندانی، خوبصورت عورت نے (برائی کے لیے) بلایا (دعوت گناہ دی) تو اس شخص نے کہا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔

⑦ وہ شخص جس نے اللہ کے نام پر کچھ دیا تو اسے اتنا مخفی رکھا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو علم نہ ہوا کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا (خیرات کو بالکل مخفی رکھتا ہے)۔"[1]

مساجد میں خوشبو کا اہتمام کرنا

عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا: "محلوں میں مسجدیں بناؤ۔ (جہاں نیا محلّہ آباد ہو، وہاں مسجد بھی بناؤ) اور انھیں پاک صاف رکھو اور خوشبو لگاؤ۔"[2]

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: "قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ لوگ مسجدوں پر فخر کریں گے۔"[3]

مسجد میں آ کر نماز ادا کرنے والوں کے لیے خوشخبری

① صحيح البخاري، الأذان، باب من جلس في المسجد ينتظر الصلاة وفضل المساجد، حديث: 660، وصحيح مسلم، الزكاة، باب فضل إخفاء الصدقة، حديث: 1031. ② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب اتخاذ المساجد في الدور، حديث: 455، وهو حديث صحيح وسنن ابن ماجه، المساجد، باب تطهير المساجد وتطييبها، حديث: 759,758. امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1294 میں اور ابن حبان نے الموارد، حدیث: 306 میں اسے صحیح کہا ہے۔

③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب في بناء المساجد، حديث: 449، وسنده صحيح، امام ابن خزیمہ نے: 1322 میں اسے صحیح کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اندھیروں میں (نماز کے لیے) مسجد کی طرف چل کر آنے والوں کو قیامت کے دن پورے نور کی خوشخبری سنا دو۔''①

مسجد میں مشرک داخل ہوسکتا ہے کیونکہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے بنی حنیفہ کے ایک شخص سیدنا ثمامہ بن اثال رضی اللہ عنہ (ابھی وہ مسلمان نہیں ہوئے تھے) کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا تھا۔②

مسجد کی خبر گیری کرنے والا مومن ہے

مسلمان بہن بھائیو! مسجدوں کی خبر گیری کیا کرو۔ انھیں صاف ستھرا رکھو۔ روشنی اور پانی کا انتظام کرو۔ مرمت کا خیال رکھو اور سب سے بڑی اور اصل خبر گیری اور مسجد کی آبادی یہ ہے کہ وہاں جا کر پانچوں وقت باجماعت نماز پڑھو۔ مساجد میں قرآن و حدیث کے درس کا اہتمام کرو۔ مسنون نماز پڑھانے والے ائمہ کا تقرر اور پانچوں وقت اذان دینے کے لیے تنخواہ نہ لینے والے مؤذن کا انتظام کرو۔

قبرستان اور حمام میں نماز پڑھنے کی ممانعت

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمام روئے زمین مسجد ہے (سب جگہ نماز جائز ہے) سوائے قبرستان اور حمام کے۔''③

① [صحيح] سنن ابن ماجه، المساجد، باب المشي إلى الصلاة، حديث: 780، وسنده حسن، امام حاکم نے المستدرك: 212/1 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح البخاري، الصلاة، باب الاغتسال إذا أسلم وربط الأسير أيضًا في المسجد، حديث: 462.
③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب في المواضع التي لا تجوز فيها الصلاة، حديث: 492، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء أن الأرض كلها مسجد إلا المقبرة والحمام، حديث: 317. امام حاکم نے 251/1 میں، ابن خزیمہ نے حدیث: 791 میں، ابن حبان نے الموارد، حدیث: 339,338 میں، ذہبی نے اور ابن حزم نے المحلّی: 29/4 میں اسے صحیح کہا ہے۔

جب نبئ کریم ﷺ قبرستان میں نماز پڑھنا جائز نہیں فرماتے تو قبرستان میں مسجدیں بنانا بھی جائز نہ ہوا۔ مسجد کے معنی ہیں سجدے کی جگہ، نماز کی جگہ۔ جب قبرستان میں سجدہ اور نماز منع ہے تو نماز اور سجدے کے لیے مسجد (سجدے کی جگہ) بنانا بھی منع ہوئی۔

مسجد میں داخل ہونے کی دعا

- مسجد میں داخل ہوتے وقت رسول اللہ ﷺ پر (مسنون الفاظ کے ساتھ) سلام کہنا چاہیے۔[1]
- پھر یہ دعائیہ کلمات کہنے چاہئیں:

اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''[2]

- اگر نمازی مسجد میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھ لے تو باقی دن شیطان سے محفوظ رہے گا:

أَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

''میں عظمت والے اللہ، اس کے عزت والے چہرے اور اس کی قدیم بادشاہت کی پناہ چاہتا ہوں، شیطان مردود سے۔''[3]

مسجد سے نکلنے کی دعا

- سیدنا ابو اسید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم مسجد سے

① [صحيح] سنن ابن ماجه، المساجد، باب الدعاء عند دخول المسجد، حديث:773,772. وهو حديث صحيح، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 452 میں اور امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 321 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب مايقول إذا دخل المسجد؟ حديث: 713. ③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب مايقول الرجل عند دخوله المسجد ؟ حديث: 466، وسنده صحيح.

نکلو تو یہ پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ مِنْ فَضْلِكَ

''اے اللہ! بے شک میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں۔''[1]

مسجد میں بلند آواز سے باتیں کرنا منع ہے

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے طائف کے رہنے والے دو آدمیوں سے کہا: (جو مسجد نبوی میں اونچی آواز سے باتیں کر رہے تھے) اگر تم مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تمھیں سزا دیتا۔ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مسجد میں اپنی آوازیں بلند کرتے ہو۔[2]

① صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب ما يقول إذا دخل المسجد؟ حديث: 713 .
② صحيح البخاري، الصلاة، باب رفع الصوت في المساجد، حديث: 470 .

اوقاتِ نماز

نمازِ پنجگانہ کے اوقات

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز کے اوقات پوچھے، آپ نے فرمایا: ''ان دو دنوں میں ہمارے ساتھ نماز پڑھ۔'' جب سورج کا زوال ہوا تو آپ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو ظہر کی اذان کہنے کا حکم دیا، پھر اقامت کا حکم دیا اور انھوں نے ظہر کی اقامت کہہ دی، پھر عصر کی نماز کا حکم دیا جب سورج بلند، سفید اور صاف تھا، مغرب کی نماز کا حکم دیا جب سورج غروب ہوا۔ عشاء کی نماز کا حکم دیا جب سرخی غائب ہوئی اور فجر کی نماز کا حکم دیا جب فجر طلوع ہوئی (پانچوں نمازوں کو ان کے اول وقتوں میں پڑھایا۔) دوسرے دن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ ظہر کی نماز اچھی طرح ٹھنڈی کرو اور عصر کی نماز پڑھی جبکہ سورج بلند تھا اور اس (اول) وقت سے تاخیر کی جو اس کے لیے (پہلے دن) تھا۔ مغرب کی نماز شفق (سورج کی سرخی) غائب ہونے سے پہلے پڑھی اور عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزرنے پر پڑھی۔ فجر کی نماز (صبح) روشن کر کے پڑھی (نمازوں کو ان کے آخری اوقات میں پڑھایا) اور پوچھا کہ اوقاتِ نماز کا سوال کرنے والا شخص کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا کہ میں حاضر ہوں اے اللہ کے رسول! تو آپ نے فرمایا: ''تمھاری نمازوں کے اوقات ان دو وقتوں کے درمیان ہیں جنھیں تم نے دیکھا۔''[1]

[1] صحیح مسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، حدیث: 613.

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«وَقْتُ الظُّهْرِ إِذَا زَالَتِ الشَّمْسُ، وَكَانَ ظِلُّ الرَّجُلِ كَطُولِهِ مَا لَمْ يَحْضُرِ الْعَصْرُ، وَوَقْتُ الْعَصْرِ مَا لَمْ تَصْفَرَّ الشَّمْسُ وَوَقْتُ صَلَاةِ الْمَغْرِبِ مَالَمْ يَغِبِ الشَّفَقُ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الْعِشَاءِ إِلٰى نِصْفِ اللَّيْلِ الْأَوْسَطِ، وَوَقْتُ صَلَاةِ الصُّبْحِ مِنْ طُلُوعِ الْفَجْرِ مَا لَمْ تَطْلُعِ الشَّمْسُ»

''نماز ظہر کا وقت سورج ڈھلنے سے شروع ہوتا ہے اور (اس وقت تک رہتا ہے) جب تک آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر نہ ہو جائے (عصر کے وقت تک) اور نماز عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک آفتاب زرد نہ ہو جائے۔ نماز مغرب کا وقت اس وقت تک ہے جب تک شفق غائب نہ ہو جائے۔ نماز عشاء کا وقت ٹھیک آدھی رات تک ہے۔ اور نماز فجر کا وقت طلوع فجر سے لے کر اس وقت تک ہے جب تک آفتاب طلوع نہ ہو۔''[1]

''شفق'' اس سرخی کو کہتے ہیں جو غروب آفتاب کے بعد کنارۂ آسمان پر بجانب مغرب دکھائی دیتی ہے۔

نماز فجر اندھیرے میں پڑھنی چاہیے

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز فجر پڑھ لیتے تو عورتیں (مسجد سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ کر) اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی لوٹتیں، وہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاتی تھیں۔''[2]

① صحيح مسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، حديث: 612. ② صحيح البخاري، الأذان، باب انتظار الناس قيام الإمام العالم، حديث: 867، وصحيح مسلم، »

معلوم ہوا کہ نبیٔ اکرم ﷺ اندھیرے میں اول وقت نماز پڑھا کرتے تھے۔ اگرچہ نماز کا وقت صبح صادق سے سورج طلوع ہونے تک ہے لیکن اول وقت میں پڑھنا افضل ہے۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے کوئی نماز اس کے آخری وقت میں نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ نے آپ کو وفات دے دی۔[1]

اس روایت سے معلوم ہوا کہ نبیٔ اکرم ﷺ عام طور پر نماز آخری وقت میں نہیں ادا کرتے تھے، البتہ بعض مواقع پر (مختلف وجوہ کی بنا پر) نماز تاخیر سے بھی ادا کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اول وقت میں نماز پڑھنا (افضل عمل ہے۔)''[2]

گرمی اور سردی کے موسم میں نماز ظہر کے اوقات

ایک مرتبہ سفر میں گرمی میں سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ظہر کی اذان دینی چاہی تو آپ نے فرمایا: ''ٹھنڈ ہو جانے دو ٹھہر جاؤ۔ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے، جب گرمی کی شدت ہو تو نماز ٹھنڈی کر کے پڑھو، وہ کہتے ہیں کہ ہم اس وقت تک ٹھہرے رہے کہ ٹیلوں کے سائے نظر آنے لگے۔''[3]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب گرمی سخت

«المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح في أول وقتها......، حديث: 645. ① [حسن] السنن الكبرٰى للبيهقي، الصلاة، باب الترغيب في التعجيل بالصلوات......: 435/1، حديث: 2046، والمستدرك للحاكم، الصلاة، باب في مواقيت الصلاة، حديث: 682، وسنده حسن، حاکم نے المستدرك: 190/1 میں اور ذہبی نے تلخيص المستدرك میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② [صحيح] السنن الكبرٰى للبيهقي، الصلاة، باب الترغيب في التعجيل بالصلوات في أوائل الأوقات: 434/1، حديث: 2043. حاکم نے المستدرك: 981/1 میں، ابن خزیمہ نے حدیث: 327 میں، ابن حبان نے الموارد، حديث: 280 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب الإبراد بالظهر في السفر، حديث: 539 و 629.

ہوتو نماز ظہر ٹھنڈے وقت میں پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت، جہنم کی حرارت اور جوش کے باعث ہے۔''①

ٹھنڈے وقت کا یہ مطلب نہیں کہ عصر کی نماز کے وقت میں پڑھو بلکہ مراد یہ ہے کہ شدت کی گرمی میں سورج ڈھلتے ہی فوراً نہ پڑھو، تھوڑی دیر کرلو۔

تنبیہ: گرمی میں نماز ظہر ٹھنڈی کرے پڑھو کا تعلق سفر کے ساتھ ہے جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث اور امام بخاری کی تبویب سے ثابت ہوتا ہے۔②

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب سردی ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ظہر پڑھنے میں جلدی کرتے (سورج ڈھلتے ہی پڑھ لیتے)۔③

نماز جمعہ کا وقت

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کی نماز اس وقت پڑھتے جب سورج ڈھل جاتا۔④

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم جمعہ پڑھنے کے بعد کھانا کھاتے اور دوپہر کا آرام (قیلولہ) کرتے۔⑤

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ جمعے کی نماز سردیوں میں جلد پڑھتے اور سخت

① صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب الإبراد بالظهر في شدة الحر، حديث: 533، و صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الإبرادبالظهر ......، حديث: 615. ② دیکھیے صحیح البخاري، حديث : 539. ③ صحيح البخاري، الجمعة، باب إذا اشتدالحر يوم الجمعة، حديث:906، وسنن النسائي، المواقيت، باب تعجيل الظهر في البرد، حديث: 500 واللفظ له. ④ صحيح البخاري، الجمعة، باب وقت الجمعة، حديث: 904. ⑤ صحيح البخاري، الجمعة، باب قوله تعالىٰ:﴿ فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ ...... ﴾ (الجمعة 10:62)، حديث: 939، وصحيح مسلم، الجمعة، باب صلاة الجمعة حين تزول الشمس، حديث: 859.

گرمی میں دیر سے پڑھتے۔[1]

نماز عصر کا وقت

سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عصر قائم کی اس حال میں کہ سورج بلند، سفید اور صاف تھا۔[2]

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر پڑھتے تھے اور سورج بلند (زردی کے بغیر روشن) ہوتا تھا اگر کوئی شخص نماز عصر کے بعد مدینہ شہر سے ''عوالی'' (مدینہ کی نواحی بستیاں) جاتا تو جب ان کے پاس پہنچتا تو سورج ابھی بلند ہوتا۔ بعض عوالی، مدینہ سے چار میل کے فاصلے پر واقع ہیں۔[3]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی نماز عصر یہ ہے کہ وہ بیٹھا سورج (کے زرد ہونے) کا انتظار کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ جب وہ (زرد ہو جاتا ہے اور) شیطان کے دو سینگوں کے درمیان میں ہو جاتا ہے تو وہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور چار ٹھونگیں مارتا ہے اور اس میں اللہ کو یاد نہیں کرتا مگر تھوڑا۔''[4]

نماز مغرب کا وقت

سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آفتاب غروب ہوتے ہی مغرب کی نماز ادا کرلیا کرتے تھے۔[5]

① صحيح البخاري، الجمعة، باب إذا اشتدّ الحر يوم الجمعة، حديث:906. ② صحيح مسلم، المساجد، باب أوقات الصلوات الخمس، حديث: 613. ③ صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت العصر، حديث : 550، وصحيح مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالعصر، حديث:621. ④ صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالعصر، حديث: 622. ⑤ صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت المغرب، حديث : 561.

نمازِ عشاء کا وقت

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک رات ہم رسول اللہ ﷺ کا نمازِ عشاء کے لیے انتظار کرتے رہے۔ جب تہائی رات یا اس سے کچھ زیادہ گزر گئی تو آپ تشریف لائے اور فرمایا: ''تم ایسی نماز کا انتظار کر رہے ہو جس کا تمھارے سوا کسی مذہب والے انتظار نہیں کر رہے ہیں، اگر میری امت پر گراں نہ ہوتا تو میں ہمیشہ اسی وقت عشاء کی نماز پڑھاتا۔'' پھر آپ نے مؤذن کو حکم دیا تو اس نے تکبیر کہی اور آپ نے نماز پڑھائی۔[1]

رسول اللہ ﷺ نمازِ عشاء سے پہلے سونا اور نمازِ عشاء کے بعد گفتگو کرنا ناپسند فرماتے تھے۔[2]

نبیٔ اکرم ﷺ عشاء میں کبھی تاخیر فرماتے اور کبھی اسے اول وقت پڑھتے، جب لوگ اول وقت جمع ہوتے تو جلد پڑھتے اور اگر لوگ دیر سے آتے تو آپ دیر کرتے۔[3]

ائمۂ مساجد کو نماز اول وقت میں پڑھانی چاہیے

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تیرا کیا حال ہوگا جس وقت تجھ پر ایسے امام (حاکم) ہوں گے جو نماز کو اپنے وقت سے مؤخر کریں گے یا اس کے وقت سے قضا کریں گے؟'' میں نے کہا کہ آپ مجھے اس حال میں کیا حکم فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''نماز کو اس کے وقت پر پڑھ، پھر اگر تو اس نماز (کی جماعت) کو ان کے ساتھ پالے تو (ان کے ساتھ) دوبارہ نماز پڑھ لے، بے شک یہ نماز تیرے لیے نفل ہوگی۔''[4]

① صحيح مسلم، المساجد، باب وقت العشاء وتأخيرها، حديث: 639. ② صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب مايكره من النوم قبل العشاء، حديث: 568. ③ صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب التبكير بالصبح ......، حديث:646. ④ صحيح مسلم، المساجد، باب كراهة تأخير الصلاة عن وقتها المختار......، حديث: 648.

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقیناً تم پر میرے بعد ایسے امام ہوں گے جنھیں بعض چیزیں وقت پر نماز پڑھنے سے باز رکھیں گی۔ یہاں تک کہ اس کا وقت جاتا رہے گا، پس تم نماز وقت ہی پر پڑھو (اگرچہ تنہا پڑھنی پڑے)۔'' پھر ایک شخص بولا: اے اللہ کے رسول! میں ان کے ساتھ بھی نماز پڑھوں؟ آپ نے فرمایا: ''ہاں، اگر تو چاہے۔''①

نماز کے ممنوعہ اوقات

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ

«أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنِ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰى تَشْرُقَ الشَّمْسُ وَبَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰى تَغْرُبَ»

''نبیٔ اکرم ﷺ نے صبح (کی نماز) کے بعد (نفل) نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتی کہ سورج ظاہر ہو جائے اور (نماز) عصر کے بعد بھی (نفل) نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج غائب ہو جائے (کیونکہ سورج شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان سے نکلتا ہے)۔''②

ٹھیک دوپہر کے وقت بھی نماز پڑھنی منع ہے۔③

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا،

① [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب إذا أخر الإمام الصلاة عن الوقت، حديث:433، وهو حديث صحيح ② صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب الصلاة بعد الفجر حتى ترتفع الشمس، حديث:581، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها، حديث: 825-828. سینگوں کے درمیان سے طلوع آفتاب کا جملہ صحیح مسلم میں ہے۔ (ع، ر) ③ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهى عن الصلاة فيها، حديث:831. یعنی جب سورج آسمان کے وسط میں ہو۔

اِلاَّ یہ کہ سورج بلند ہو۔[1]

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عصر کے بعد نماز کی ممانعت مطلق نہیں ہے، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھیں، آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: ''بات یہ ہے کہ میرے پاس قبیلہ عبدالقیس کے لوگ (احکام دین سیکھنے کے لیے) آئے تھے، انھوں نے (ان کے ساتھ میری مصروفیت نے) مجھے ظہر کے بعد کی دو سنتوں سے باز رکھا، پس یہ وہی دو رکعتیں تھیں (جو میں نے عصر کے بعد پڑھی ہیں)۔''[2]

ابن قدامہ رحمہ اللہ نے عصر کے بعد سنتوں کی قضا کے جواز پر یہ دلیل بھی دی ہے کہ عصر کے بعد کی ممانعت خفیف (ہلکی) ہے کیونکہ اس کے مقابلے میں سنتوں کی قضا کے جواز کی حدیث بھی آئی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ اس بارے میں اختلاف بھی پیش آیا ہے۔[3] جبکہ ابن حزم نے 23 صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم (جن میں خلفائے اربعہ اور دیگر کبار صحابہ شامل ہیں) سے عصر کے بعد 2 رکعت پڑھنا ذکر کیا ہے۔

فجر کے بعد ممانعت کا آغاز طلوع فجر سے ہوتا ہے۔ جب فجر طلوع ہوگئی تو فجر کی سنتوں کے علاوہ باقی نوافل ممنوع ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے طلوع آفتاب (کے آغاز) سے پہلے نماز فجر کی ایک رکعت پڑھ لی (وہ اپنی نماز پوری کرے۔) اس نے فجر کی نماز پالی اور جس نے غروب

① [صحيح] سنن أبي داود، التطوع، باب من رخص فيهما إذا كانت الشمس مرتفعة، حديث: 1274، وسنده صحيح، وسنن النسائي، المواقيت، باب الرخصة في الصلاة بعد العصر، حديث: 574. ابن خزیمہ نے حديث: 1285,1284 میں، ابن حبان نے الموارد، حديث: 621 میں، ابن حزم نے المحلّٰی: 31/3 میں اور حافظ ابن حجر نے التلخيص الحبير: 185/1 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح البخاري، السهو، باب إذا كلم وهو يصلي فأشار بيده واستمع، حديث: 1233، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب معرفة الركعتين اللتين كان يصليهما النبي ﷺ بعد العصر، حديث: 834. ③ المغني لابن قدامة: 794/1.

آفتاب سے پہلے نماز عصر کی ایک رکعت پڑھ لی (وہ اپنی نماز پوری کرے) اس نے عصر کی نماز پالی۔[1]

فوت شدہ نمازوں کا حکم

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ نَّسِيَ صَلَاةً فَلْيُصَلِّ إِذَا ذَكَرَ، لَا كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذٰلِكَ»

''جو شخص نماز بھول جائے (یا سو جائے) تو اس کا کفارہ اس کے سوا اور کوئی نہیں کہ جس وقت اسے یاد آئے (یا بیدار ہو) اس نماز کو پڑھ لے۔''[2]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھنی بھول جائے اور اس کا وقت گزر جائے تو جس وقت یاد آئے، وہ اسی وقت اپنی نماز پڑھ لے اور اسی طرح اگر کوئی شخص سو جائے اور نماز کا وقت گزر جائے، مثلاً: صبح آنکھ ہی ایسے وقت کھلے کہ سورج طلوع ہو چکا ہو تو جاگنے والے کو اسی وقت پوری نماز پڑھ لینی چاہیے اور اس پر کسی قسم کا کفارہ نہیں ہے۔

قضائے عمری والے مسئلے کی شریعت میں کوئی اصل نہیں، لہٰذا یہ بدعت ہے۔

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سفر میں فرمایا: ''آج رات کون ہماری حفاظت کرے گا۔ ایسا نہ ہو کہ ہم فجر کی نماز کے لیے نہ جاگیں۔'' بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں خیال رکھوں گا، پھر انھوں نے اپنی سواری کے ساتھ ٹیک لگا کر مشرق کی طرف منہ کیا

[1] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب من أدرك من الفجر ركعة، حديث: 579، وصحيح مسلم، المساجد، باب من أدرك ركعة من الصلاة فقد أدرك تلك الصلاة، حديث: 608. یہ رعایت اس شخص کے لیے ہے جو کسی شرعی عذر کی وجہ سے لیٹ ہو گیا ورنہ محض سستی کی بنا پر نماز اس قدر لیٹ کرنا منافقت کی علامت ہے جس سے ہمیں اجتناب کرنا لازم ہے۔ (ع، ر) [2] صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب من نسي صلاة فليصل إذا ذكرها، حديث: 597، وصحيح مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، حديث: 684.

اور کچھ دیر بعد سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی نیند سے مغلوب ہو کر سو گئے۔ جب آفتاب گرم ہوا تو سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر صحابہ جاگے۔ آپ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے اُن کا عذر سن کر فرمایا: ''اونٹ کی نکیل پکڑ کر چلو کیونکہ یہ شیطان کی جگہ ہے۔'' پھر (نئی جگہ پہنچ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ (نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں، باقی لوگوں نے بھی دو دو سنتیں پڑھیں) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز پڑھائی اور فرمایا: ''جو شخص نماز بھول جائے، اسے چاہیے کہ جب یاد آئے تو نماز پڑھ لے۔''[1]

کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ فوت شدہ نماز کو دوسرے دن اس کے وقت پر پڑھا جائے بلکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے بالکل واضح ہے کہ نیند سے بیدار ہونے پر فوراً نماز ادا کی جائے، لہٰذا قضا نماز کی ادائیگی کے لیے اس کے بعد والی نماز کے وقت یا اگلے دن اسی نماز کے وقت کا انتظار نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ اسی وقت ادا کر کے مزید توبہ و استغفار اور نیکی کے میں سبقت لے جانے کا اہتمام کرنا چاہیے۔[2]

سفر میں اذان دے کر نماز پڑھنا

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمھارا پروردگار

① صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب الأذان بعد ذهاب الوقت، حديث: 595، وصحيح مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاة الفائتة واستحباب تعجيل قضائها، حديث: 680. قارئین کرام! اصل حقیقت آپ نے جان لی کہ سورج طلوع ہو کر گرم ہو چکا تھا، تب سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی مگر قوالوں نے ایک اور ہی قصہ گھڑ لیا: ''سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے جب تک اذان فجر نہ دی، قدرت خدا کی دیکھیے مطلق سحر نہ ہوئی۔'' یقین مانیے! قوالیاں من گھڑت واقعات پر گائی جاتی ہیں تاکہ جاہل طبقے میں شرکیہ عقائد و اعمال کو رواج دیا جائے اور جاہل لوگ انھیں روزانہ صبح دم تلاوت کی طرح سنتے اور کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُون. (ع، ر) **تنبیه**: صبح کی سنتیں پڑھنے کا حکم صحیح مسلم میں ہے۔

② دیکھیے صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب من نسي صلاة فليصل إذا ذكر ولا يعيد ◄◄

بکریاں چرانے والے سے تعجب کرتا ہے جو پہاڑ کی چوٹی پر رہ کر اذان دیتا اور نماز پڑھتا ہے۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "میرے بندے کو دیکھو جو نماز کے لیے اذان دیتا اور اقامت کہتا ہے اور مجھ سے ڈرتا ہے میں نے اس کو بخش دیا اور جنت میں داخل کیا۔"①

معلوم ہوا کہ جو شخص سفر میں اذان اور اقامت کہہ کر (امام کی طرح) نماز پڑھے تو اس کے لیے زیادہ اجر اور ثواب ہے۔

نمازیں مجبوراً فوت ہو جائیں تو کیسے پڑھیں؟

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم (غزوۂ احزاب میں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہمیں کافروں نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھنے کی مہلت نہ دی (اور ان نمازوں کا وقت گزر گیا) جب فرصت ملی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، انھوں نے پہلے اذان کہی پھر اقامت کہی تو آپ نے ظہر کی نماز پڑھائی، پھر انھوں نے اقامت کہی تو آپ نے عصر کی نماز پڑھائی، پھر انھوں نے اقامت کہی تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی نماز پڑھائی۔ انھوں نے پھر اقامت کہی تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی۔②

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر اس طرح کی کسی سخت مجبوری کے باعث نمازیں فوت ہو جائیں تو انھیں بالترتیب ادا کرنا مسنون ہے لیکن نمازیں عمداً قضا نہیں کرنی چاہئیں۔

◄◄ إلاتلك الصلاة، حديث: 597، وصحيح مسلم، المساجد، باب قضاء الصلاةالفائتة واستحباب تعجيل قضائها، حديث: 684. ① [صحيح] سنن أبي داود، صلاة السفر، باب الأذان في السفر، حديث: 1203، وسنده صحيح، وسنن النسائي، الأذان، باب الأذان لمن يصلي وحده، حديث: 667. امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 260 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② [صحيح] مسند أحمد: 25/3و49و68,67، وسنن النسائي، الأذان، باب الأذان للفائت من الصلوات، حديث: 662، وسنده صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 285 میں اور ◄◄

اذان واقامت

اذان کی ابتدا

رسول اللہ ﷺ اور دیگر مسلمان جب مدینہ منورہ تشریف لائے، اس وقت اذان مشروع نہیں ہوئی تھی تو مسلمان نماز کی ادائیگی کے لیے وقت مقرر کر کے اس پر جمع ہوتے تھے، ایک دن اس بارے میں بات ہوئی کہ نماز کے اوقات کا اعلان کیسے کیا جائے؟ کچھ لوگوں نے یہ تجویز دی کہ نماز کے وقت ناقوس بجایا جائے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تو نصاریٰ کا کام ہے۔'' کسی نے تجویز دی کہ بگل بجایا جائے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ یہود کا کام ہے۔'' کسی نے کہا کہ بلند مقام پر آگ روشن کی جائے۔ آپ نے فرمایا: ''یہ مجوس کا کام ہے۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (اذان کی مشروعیت نازل ہونے کے بعد):

«فَأُمِرَ بِلَالٌ أَنْ يَّشْفَعَ الْأَذَانَ وَأَنْ يُّوْتِرَ الْإِقَامَةَ»

''پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات جفت کہیں اور تکبیر (اقامت) کے کلمات طاق کہیں (اور بعض روایات میں ہے: سوائے قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ کے)۔''[1]

»» علامہ نووی نے المجموع: 83/3 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [1] صحيح البخاري، الأذان، باب بدء الأذان، حديث: 603، 604 وصحيح مسلم، الصلاة، باب الأمر بشفع الأذان وإيتار الإقامة......، حديث: 378، وفتح الباري: 105/2، تحت الحديث: 603.

اذان کے جفت کلمات

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

”اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کی طرف آؤ۔ نماز کی طرف آؤ۔ نجات کی طرف آؤ۔ نجات کی طرف آؤ۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔“[1]

فجر کی اذان

سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انھیں اذان کی تعلیم دی اور فرمایا:

① [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب كيف الأذان؟ حديث: 499، وسنده حسن، وسنن ابن ماجه، الأذان والسنة فيها، باب بدء الأذان، حديث: 706. امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 287 میں، امام ترمذی نے حدیث: 189 میں اور نووی نے المجموع: 76/3 میں اسے صحیح کہا ہے۔

''فجر کی اذان، میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد دو بار یہ کلمات زیادہ کہیں:

اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ، اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ

''نماز نیند سے بہتر ہے۔ نماز نیند سے بہتر ہے۔''[1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صبح کی اذان میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو دفعہ کہنا سنت ہے۔[2]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بارش کے دن اپنے مؤذن سے کہا کہ حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کی بجائے «اَلصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ] یا[صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ» ''اپنے گھروں میں نماز ادا کرو۔'' کہے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا تھا، جمعہ اگرچہ فرض ہے مگر مجھے پسند نہیں کہ تم کیچڑ اور مٹی میں (مسجد کی طرف) چلو۔[3]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مکمل اذان سے فراغت کے بعد

---

① [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب كيف الأذان، حديث: 501 وهو حديث حسن، وسنن النسائي، الأذان، باب الأذان في السفر، حديث:634، ابن خزیمہ نے حدیث:375 میں، ابن حبان نے الموارد، حديث : 289 میں اور نووی نے المجموع : 90/3 میں اسے صحیح کہا ہے۔

② [صحيح] صحيح ابن خزيمة، الأذان والإقامة، باب التثويب في أذان الصبح، حديث: 386، وسنده صحيح، والسنن الكبرٰى للبيهقي، الصلاة، باب التثويب في أذان الصبح: 423/1، حديث:1984، امام ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ طلوع فجر کے بعد دی جانی والی اذان میں کہے جائیں گے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے فتاوی الدين الخالص: 223/3 (ع۔و) ③ صحيح البخاري، الأذان، باب هل يصلي الإمام بمن حضر؟ حديث: 668، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الصلاة في الرحال في المطر، حديث: 699.اس سے معلوم ہوا کہ اذان کے کلمات میں اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کہنا یا بارش وغیرہ کی صورت میں[اَلصَّلَاةُ فِي الرِّحَالِ] وغیرہ کہنا اذان میں اپنی طرف سے اضافہ نہیں ہے بلکہ عہد نبوت کی سنت ہے، لہٰذا اسے اذان کے اندر من پسند اضافوں کی دلیل بنانا درست نہیں ہے۔ (ع،ر)

«أَلَا! صَلُّوا فِي الرِّحَالِ» یا «أَلَا! صَلُّوا فِي رِحَالِكُمْ» کہا جائے۔[1]

اقامت کے طاق کلمات

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ
قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

''اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کی طرف آؤ۔ کامیابی کی طرف آؤ۔ تحقیق نماز کھڑی ہو گئی۔ تحقیق نماز کھڑی ہو گئی۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''[2]

رسول اللہ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان کے کلمات دو دو بار اور تکبیر کے ایک ایک بار کہیں۔[3]

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب الرخصة في المطر والعلة...... حديث : 666. جبکہ اذان کے درمیان حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کی جگہ یا اس کے بعد مذکورہ کلمات یا اس کے ہم معنیٰ ماثورہ کلمات کہنا بھی ثابت ہے۔ دیکھیے فتاوی الدين الخالص: 245/3، وتحفة الأحوذي: 292/2.(ع۔و) [2] [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب كيف الأذان؟ حديث: 499، وسنده حسن، ومسند أحمد: 43/4. امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 291، 290 میں اسے صحیح کہا ہے۔ [3] صحيح البخاري،

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اذان کے کلمات دودو بار اور تکبیر کے کلمات ایک ایک بار تھے، سوائے اس کے کہ مؤذن قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ دوبار کہتا تھا۔[1]

دوہری اذان

اذان میں شہادت کے چاروں کلمات پہلے دھیمی آواز سے کہنا اور پھر دوبارہ بلند آواز سے کہنا ترجیع کہلاتا ہے۔ سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذات خود مجھے اذان سکھائی اور فرمایا کہ (اذان اس طرح) کہو:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ
اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر دوبارہ زیادہ بلند آواز کے ساتھ کہو۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ، اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ، اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ
حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ ، حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ
حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ

« الأذان، باب الأذان مثنى مثنى، حديث: 606,605، وصحيح مسلم، الصلاة، باب الأمر بشفع الأذان وإيتار الإقامة......، حديث: 378، وسنن النسائي، حديث: 628 وسنده صحيح

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب في الإقامة، حديث: 511,510، وهو حديث صحيح، وسنن النسائي، الأذان، باب تثنية الأذان، حديث: 629، امام حاکم نے المستدرک: 198,197/1 میں، ذہبی نے اور نووی نے المجموع: 90/3 میں اسے صحیح کہا ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہُ ①

سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اذان کے انیس (19) اور اقامت کے سترہ (17) کلمات سکھائے۔ ②

اذان اور مؤذن کے فضائل

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مؤذن کی آواز جنات، انسان اور جو جو چیز سنتی ہے، وہ قیامت کے دن اس کے لیے گواہی دے گی۔'' ③

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: ''قیامت کے دن

① صحيح مسلم، الصلاة، باب صفة الأذان، حديث: 379، وسنن أبي داود، الصلاة، باب كيف الأذان ؟ حديث: 503۔

② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب كيف الأذان ؟ حديث: 502، وهو حديث صحيح، یہ الفاظ ابوداود کے ہیں، نیز دیکھیے صحيح مسلم، الصلاة، باب صفة الأذان، حديث: 379 وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في الترجيع في الأذان، حديث: 192. امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے اور شیخ البانی نے ان کی موافقت کی ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا ابومحذورہ رضی اللہ عنہ کو دوہری اذان اور دوہری اقامت سکھائی مگر افسوس کہ بعض لوگ محض اپنے فقہی مسلک کی پیروی میں انتہائی ناانصافی سے کام لیتے ہوئے ایک ہی حدیث میں بیان شدہ دوہری اقامت پر ہمیشہ عمل کرتے ہیں مگر دوہری اذان پر کبھی عمل نہیں کرتے، حالانکہ اذان واقامت کو دوہرا یا دونوں کو اکہرا کہنا، دونوں طرح سنت سے ثابت ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب تک ایک مسلمان کسی مخصوص فقہ کے تقلیدی بندھنوں سے رہائی نہیں پاتا، وہ اطاعت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا نہیں کرسکتا، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ کسی مسئلے میں مختلف ائمہ کے دلائل کا موازنہ کرکے کوئی رائے قائم کی جائے۔ مانا کہ ایک جاہل آدمی ایسا نہیں کرسکتا مگر علمائے کرام تو جاہل نہیں ہیں، وہ مقلد بن کر تصویر کا صرف ایک رخ لوگوں کو کیوں دکھاتے ہیں، ذرا سوچیں؟ (ع، ر)

③ صحيح البخاري، الأذان، باب رفع الصوت بالنداء، حديث: 609.

اذان دینے والوں کی گردنیں تمام لوگوں سے لمبی ہوں گی (اللہ کا نام بلند کرنے کی وجہ سے وہ نمایاں ہوں گے)۔“ ①

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب نماز کے لیے اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے۔ اور اس حالت میں بھاگتا ہے کہ اس کی ہوا آواز سمیت خارج ہو رہی ہوتی ہے، اتنا دور بھاگ جاتا ہے کہ اذان کی آواز اس کے کانوں میں نہیں پڑتی۔ جب اذان ختم ہو جاتی ہے تو وہ آ جاتا ہے۔ جب تکبیر کہی جاتی ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگتا ہے۔ جب تکبیر ختم ہوتی ہے تو پھر آ جاتا ہے اور نمازی کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے کہ فلاں بات یاد کر، فلاں بات یاد کر، یہاں تک کہ آدمی کو پتہ نہیں چلتا کہ اس نے نماز کی کتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔“ ②

اذان کا جواب دینا

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب مؤذن کہے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ پس تم بھی کہو: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ پھر جب مؤذن کہے: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تم بھی کہو: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پھر جب مؤذن کہے: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو تم بھی کہو: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ پھر جب مؤذن کہے: حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ تو تم کہو: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پھر جب مؤذن کہے: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ تو تم کہو: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ پھر جب مؤذن کہے: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ تو تم کہو: اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ پھر جب مؤذن کہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تو

① صحيح مسلم، الصلاة، باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه، حديث: 387.

② صحيح البخاري، الأذان، باب فضل التأذين، حديث: 608، وصحيح مسلم، الصلاة، باب فضل الأذان وهرب الشيطان عند سماعه، حديث: 389.

تم بھی کہو: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ جو شخص صدق دل سے مؤذن کے کلمات کا جواب دے گا تو (جواب کی برکت سے) بہشت میں داخل ہو جائے گا۔''[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں «صَدَقْتَ وَ بَرِرْتَ» کے الفاظ کی کوئی اصل نہیں۔[2]

لٰہذا فجر کی اذان میں اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے جواب میں بھی یہی کلمہ، یعنی اَلصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ ہی کہنا چاہیے۔ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ کے جواب میں «أَقَامَهَا اللّٰهُ وَأَدَامَهَا» کہنے والی، ابوداود کی روایت (528) کو نووی رحمہ اللہ نے ضعیف کہا ہے۔[3]

اذان کے بعد کی دعائیں

● سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم مؤذن (کی آواز) سنو تو تم مؤذن کے جواب میں اسی طرح کہو جیسے وہ کہتا ہے اور (جب اذان ختم ہو جائے تو) پھر مجھ پر درود بھیجو، پس تحقیق جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔''[4]

پس سب مسلمان مردوں اور عورتوں کو چاہیے کہ جب مؤذن اذان ختم کرے تو ایک بار یہ درود شریف پڑھیں:

> **اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ**

---

① صحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه......، حديث: 385. ② التلخيص الحبير: 210/1. ③ المجموع: 122/3، نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے التلخيص الحبير: 211/1 میں بھی اسے ضعیف کہا ہے کیونکہ اس روایت میں ایک راوی (رجل عن أهل الشام) مجہول اور دوسرا (محمد بن ثابت العبدی) ضعیف ہے۔ سنده ضعيف. نيل المقصود: 528.
④ صحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن......، حديث: 384.

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

''یا الٰہی! رحمت بھیج محمد ﷺ اور آل محمد پر جیسے تو نے رحمت بھیجی ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر، بے شک تو تعریف کیا گیا، بزرگی والا ہے۔

یا الٰہی! برکت بھیج محمد ﷺ پر اور آل محمد پر جیسے تو نے برکت بھیجی ابراہیم علیہ السلام پر، اور آل ابراہیم پر، بے شک تو تعریف کیا گیا، بزرگی والا ہے۔''[1]

● سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اذان سن کر (جواب دے اور پھر اذان ختم ہونے پر) یہ دعا پڑھے، اس کے لیے قیامت کے دن میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ

''اے اللہ! اس پوری پکار (اذان) کے اور (قیامت تک) قائم رہنے والی نماز کے رب! محمد ﷺ کو وسیلہ اور بزرگی عطا فرما اور انھیں اس مقام محمود میں پہنچا جس کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔''[2]

وسیلے کی تشریح

وسیلے کے متعلق خود رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''بے شک وسیلہ بہشت میں ایک درجہ ہے جو بندگانِ الٰہی میں سے صرف ایک بندے کے لائق ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہی ہوں، لہٰذا جس نے (اذان کی دعا پڑھ کر) اللہ سے میرے لیے وسیلہ مانگا، اس

① صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب : 10 ، حديث :3370. ② صحيح البخاري، الأذان، باب الدعاء عند النداء، حديث : 614.

کے لیے (میری) شفاعت واجب ہوگئی۔''[1]

نبی اکرم ﷺ کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ وسیلہ بہشت کے ایک بلند و بالا درجے کا نام ہے۔

دعائے اذان میں خودساختہ کلمات کے اضافے کی حقیقت

مسنون دعائے اذان میں بعض لوگوں نے چند الفاظ بڑھا رکھے ہیں اور وہ الفاظ مروجہ کتب نماز میں بھی موجود ہیں۔ دعائے مسنون کے لفظ وَالْفَضِيْلَةَ کے بعد «وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيعَةَ» کی زیادتی کرتے ہیں اور آگے وَعَدْتَّهٗ کے خالص دودھ میں «وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ» کا پانی ملا رکھا ہے اور پھر اخیر میں مسنون دعا کے اندر «يَاأَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ» کی آمیزش ہے۔ افسوس! کیا نبی اکرم ﷺ کی فرمودہ دعا میں یہ خامی رہ گئی تھی جو بعد کے لوگوں نے اپنے اضافے سے پوری کی ہے؟ مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کے فرمان پاک میں کمی بیشی کرنے کے تصور سے کانپ اٹھنا چاہیے۔

نبی اکرم ﷺ نے رات کو باوضو ہو کر سونے سے پہلے پڑھنے کے لیے ایک دعا بتائی۔ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے پڑھ کر سنائی تو «بِنَبِيِّكَ» کی جگہ «بِرَسُولِكَ» یعنی نبی کی جگہ رسول کہا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''میرے بتائے ہوئے لفظ ''نبی'' کو ''رسول'' سے مت بدلو بلکہ «بِنَبِيِّكَ» ہی کہو۔''[2]

● سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص مؤذن (کی اذان) سن کر یہ دعا پڑھے تو اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔'' دعا یہ ہے:

① صحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن......، حديث: 384.

② صحيح البخاري، الوضوء، باب فضل من بات على الوضوء، حديث: 247، و صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب الدعاء عندالنوم، حديث: 2710.

اس سے معلوم ہوا کہ مسنون دعائیں اور ورد، توقیفی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ہیں اور ان کی حیثیت عبادت کی ہے، لہٰذا ان میں کمی بیشی جائز نہیں اور کسی قرینے یا دلیل کے بغیر متکلم کے صیغے کو جمع کے صیغے »

أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِمُحَمَّدٍ رَّسُوْلًا وَّبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور تحقیق محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں اللہ کے رب ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے اور اسلام کے دین ہونے پر راضی ہوں۔''①

اذان واقامت کے دیگر مسائل

- ہر نماز کے وقت اذان دینی لازم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب نماز کا وقت آئے تو تم میں سے کوئی ایک اذان کہے۔''②
- سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ وہ اذان کہتے ہوئے کانوں میں انگلیاں ڈالتے تھے۔③
- حَيَّ عَلَى الصَّلَاةِ کہتے وقت منہ دائیں طرف پھیریں اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہتے وقت

»» سے بدلنا درست نہیں ہے اس کے بجائے بہتر یہ ہے کہ متکلم کا صیغہ ہی بولا جائے، البتہ نیت میں یہ رکھا جائے کہ میں یہی دعا فلاں فلاں کے حق میں بھی کر رہا ہوں، نیز مسنون دعاؤں اور اوراد کے ہوتے ہوئے خود ساختہ عربی دعاؤں، وردوں، وظیفوں اور درودوں کا التزام کرنا درست نہیں ہے اور اگر ان کے کچھ الفاظ شرک، کفر یا بدعت پر مشتمل ہوں تو اس صورت میں ان کا پڑھنا قطعی طور پر حرام ہو جاتا ہے لیکن افسوس کہ جاہل لوگ روزانہ علی الصبح پابندی کے ساتھ ان خود ساختہ چیزوں کی ''تلاوت'' کرتے ہیں۔ اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔ آمین۔ (ع،ر)

① صحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن......، حديث : 386.
② صحيح البخاري، الأذان، باب من قال:ليؤذن في السفر مؤذن واحد، حديث: 628، وصحيح مسلم، المساجد، باب من أحق بالإمامة، حديث: 674. ③ [صحيح] صحيح البخاري، الأذان، باب هل يتتبع المؤذن فاه هاهنا وهاهنا......، قبل حديث: 634 تعليقًا، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في إدخال الإصبع الأذن عند الأذان، حديث: 197، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔رواه شعبة وجماعة عن عون به.

بائیں طرف۔①

● سیدنا عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ان کی قوم کا امام مقرر کیا اور فرمایا:

«وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَّا يَأْخُذُ عَلٰى أَذَانِهِ أَجْرًا»

''مؤذن وہ مقرر کر جو اپنی اذان پر مزدوری نہ لے۔''②

● مؤذن وہ مقرر کرنا چاہیے جو بلند آواز والا ہو۔ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فرمایا: ''بلال کو اذان سکھاؤ کیونکہ وہ تم سے بلند آواز والا ہے۔''③

● ایک صحابیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مسجد کے قریب تمام گھروں سے میرا مکان اونچا تھا اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اس (مکان) پر (چڑھ کر) فجر کی اذان دیتے تھے۔④

● سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو فرمایا: ''جیسے مؤذن کہتا ہے تو بھی اسی طرح جواب دے، پھر جب تو جواب سے فارغ ہو جائے تو (دعا) مانگ! تو دیا جائے گا (تیری دعا قبول کی جائے گی)۔''⑤

① صحيح البخاري، الأذان، باب هل يتتبع المؤذن فاه هاهنا وهاهنا......، حديث: 634، وصحيح مسلم، الصلاة، باب سترة المصلي، حديث: 503. ② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب أخذ الأجر على التأذين، حديث: 531، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في كراهية أن يأخذ على الأذان أجرا، حديث: 209، امام ترمذی نے، حاکم نے المستدرك: 1/199-201 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب كيف الأذان؟ حديث: 499، وسنده حسن، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في بدء الأذان، حديث: 189. امام نووی نے المجموع: 3/82 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ④ [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب الأذان فوق المنارة، حديث: 519، والسيرة لابن هشام بتحقيقي: 2/156، وسنده حسن، ابن إسحاق صرح بالسماع، حافظ ابن حجر نے فتح الباري: 2/103 میں اسے حسن کہا ہے۔ ⑤ [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يقول »

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اذان اور تکبیر کے درمیان اللہ تعالیٰ دعا رد نہیں فرماتا۔'' ①
- بعض علاقوں میں بیماریوں اور وبا کے موقع پر لوگ گھر گھر اذانیں دیتے ہیں، یہ سنت سے ثابت نہیں کیونکہ اس سلسلے میں پیش کی جانے والی تمام روایات ضعیف ہیں۔
- الصَّلَاةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کے الفاظ سوائے اذان فجر کے کسی اور اذان میں نہ کہے جائیں۔
- اقامت، اذان کے فوراً بعد نہیں ہونی چاہیے کیونکہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اذان اور تکبیر کے درمیان نفل نماز کا وقفہ ہوتا ہے۔'' ②
- صبح صادق سے کچھ دیر پہلے والی اذان جائز ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تمھیں بلال کی اذان سحری کھانے سے نہ روکے کیونکہ وہ رات کو اذان دیتا ہے تاکہ تہجد پڑھنے والے کو واپس کر دے اور سونے والے کو بیدار کر دے۔'' ③
- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب اقامت ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہوتی۔'' ④
- رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں دو نمازیں اکٹھی پڑھیں۔ آپ نے اذان ایک مرتبہ دلوائی اور ہر نماز کی اقامت الگ کہلوائی۔ ⑤

›› إذا سمع المؤذن ؟ حديث : 524، وسنده حسن، امام ابن حبان نے الموارد، حديث : 295 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ① [صحيح] مسند أحمد: 225/3، وسنده صحيح، امام ابن خزیمہ نے حديث: 427,426 میں اور امام ابن حبان نے الموارد، حديث : 296 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح البخاري، الأذان، باب كم بين الأذان والإقامة ومن ينتظر إقامة الصلاة؟ حديث: 624، و صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب بين كل أذانين صلاة، حديث: 838. ③ صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان قبل الفجر، حديث: 621، وصحيح مسلم، الصيام، باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر، حديث: 1093. ④ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المؤذن......، حديث: 710. ⑤ صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث: 1218.

- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب اقامت کہی جائے تو صف میں شامل ہونے کے لیے نہ بھاگو بلکہ وقار کے ساتھ چلتے ہوئے آؤ جو نماز تم (امام کے ساتھ) پا لو وہ ٹھیک ہے اور جو رہ جائے، اسے بعد میں پورا کرو۔''[1]
- سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک بلال رات کے وقت اذان دیتے ہیں، پس تم کھاؤ اور پیو (بلال کی اذان سن کر سحری کھانا نہ چھوڑو)۔''[2]
- سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اس پہلی اذان کی حکمت یہ ہے کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اذان اس لیے ہوتی تا کہ نماز تہجد ادا کرنے والا (آرام کے لیے یا سحری کھانے کے لیے) واپس ہو جائے اور جو سویا ہوا ہو، وہ (نماز فجر کے لیے یا سحری کھانے کے لیے) بیدار ہو جائے۔[3]

اس اذان اور نماز فجر کی اذان میں اتنا وقفہ نہیں ہوتا تھا جتنا کہ آج کل گھنٹہ، آدھا گھنٹہ کیا جاتا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ دونوں مؤذنوں کے درمیان صرف اس قدر وقفہ ہوتا تھا کہ ایک اذان دے کر اترتا اور دوسرا اذان کے لیے چڑھ جاتا۔[4]

- ایک شخص اذان سن کر مسجد سے باہر نکل گیا تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے شک اس شخص نے سیدنا ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔[5]

① صحيح البخاري، الأذان، باب لا يسعى إلى الصلاة......، حديث:636، وصحيح مسلم، المساجد، باب استحباب إتيان الصلاة بوقار و سكينة......، حديث: 602. ② صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان قبل الفجر،حديث: 622، 623، وصحيح مسلم، الصيام، باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر......، حديث : 1092. ③ صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان قبل الفجر......،حديث: 621، وصحيح مسلم، الصيام، باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر......،حديث: 1093. ④ صحيح مسلم، الصيام، باب بيان أن الدخول في الصيام يحصل بطلوع الفجر......، حديث: 1092. ⑤ صحيح مسلم، المساجد،باب النهي عن الخروج من المسجد إذا أذن المؤذن، حديث: 655.

شرعی عذر یا نماز کی تیاری ◄◄

● نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو نماز کا ارادہ کر کے آتا ہے تو وہ نماز ہی میں ہوتا ہے۔''[1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نماز کی اقامت کہہ دی گئی اور کھڑے ہو کر صفیں درست کی گئیں، اتنے میں رسول اللہ ﷺ ہماری طرف نکل آئے، جب نماز کی جگہ میں کھڑے ہوئے، آپ کو یاد آیا کہ آپ جنبی ہیں تو آپ نے لوگوں سے کہا: اپنی جگہ کھڑے رہو۔ پھر آپ نے گھر جا کر غسل فرمایا اور جب آپ واپس تشریف لائے تو آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا، پھر آپ نے تکبیر کہہ کر نماز پڑھائی۔[2]

» کے سلسلے میں باہر جانا پڑے تو پھر جائز ہے۔ (ع، ر) ① صحیح مسلم، المساجد، باب استحباب إتیان الصلاۃ بوقار و سکینة……، حدیث: 602. ② صحیح البخاري، الأذان، باب إذا ذکر في المسجد أنه جنب یخرج کما هو ولا یتیمم، حدیث: 275. بھول جانا انسانی کمزوری ہے۔ آپ ﷺ بشر تھے، اسی لیے بھول گئے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ بھولنا شانِ رسالت کے خلاف نہیں ہے۔ (ع، ر)

قبلہ اور سترہ

احکامِ قبلہ

رسول اللہ ﷺ سواری پر (نفل یا وتر) نماز ادا کرنے کا ارادہ کرتے تو جدھر سواری کا منہ ہوتا، اسی طرف نبی اکرم ﷺ کا رخ ہوتا:

«كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُصَلِّي فِي السَّفَرِ عَلٰى رَاحِلَتِهِ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهِ، يُومِئُ إِيمَاءً، صَلَاةَ اللَّيْلِ إِلَّا الْفَرَائِضَ وَيُوتِرُ عَلٰى رَاحِلَتِهِ»

''نبی اکرم ﷺ دوران سفر رات کی نماز، اپنی سواری پر اشارے سے پڑھتے تھے، سواری کا منہ چاہے جدھر بھی ہوتا، فرضوں کو سواری پر نہ پڑھتے، البتہ وتر سواری پر ہی پڑھتے تھے۔''[1]

اور کبھی نبی اکرم ﷺ کا یہ معمول بھی دیکھنے میں آتا کہ جب اونٹنی پر نوافل ادا کرنے کا ارادہ فرماتے تو اونٹنی کا منہ قبلہ رخ کرتے اور تکبیر تحریمہ کہہ کر نماز شروع فرما دیتے، اس کے بعد نوافل ادا فرماتے رہتے سواری کا رخ جس طرف بھی ہوتا۔[2]

اس صورت میں آپ رکوع اور سجدہ سر کے اشارے سے کرتے، البتہ سجدے کی حالت

① صحيح البخاري، الوتر، باب الوتر في السفر، حديث: 1000، و صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز صلاة النافلة على الدابة في السفر حيث توجهت، حديث: 700.

② [حسن] سنن أبي داود، صلاة السفر، باب التطوع على الراحلة والوتر، حديث: 1225، وسنده حسن، ابن سکن اور ابن ملقن وغیرہ نے اسے صحیح اور منذری نے حسن کہا ہے۔

میں رکوع کی نسبت سر کو زیادہ جھکا لیتے۔[1]

جب فرض نماز ادا کرنا مقصود ہوتا تو سواری سے اترتے اور قبلہ رخ کھڑے ہو جاتے۔[2]

قبلے کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''مشرق و مغرب کے درمیان والی تمام سمت قبلہ ہے۔''[3]

یہ حکم اہل مدینہ اور ان لوگوں کے لیے ہے جن کا قبلہ مشرق و مغرب کے درمیان، یعنی شمال یا جنوب والی سمت میں ہے۔ رہے برصغیر پاک و ہند کے لوگ یا تمام وہ لوگ جن کا قبلہ مغرب یا مشرق کی طرف ہے تو ان کے لیے شمال و جنوب کے درمیان والی تمام سمت قبلہ ہے۔

نمازی کے قبلے کی جانب قبر ہونے کی صورت میں لازم ہے کہ وہاں سے ہٹ کر نماز ادا کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قبروں کی جانب منہ کر کے نماز ادا نہ کرو اور نہ قبروں پر بیٹھو۔''[4]

سُترے کا بیان

یہاں سُترے سے مراد وہ چیز ہے جسے نمازی اپنے آگے کھڑا کر کے نماز پڑھتا ہے تا کہ

① [صحيح] جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الصلاة على الدابة حيثما توجهت به، حديث:351. امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ وهو حديث صحيح و صححه ابن خزيمة، حديث: 1270. ② صحيح البخاري، التقصير، باب ينزل للمكتوبة، حديث:1099. ③ [حسن] جامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء أن ما بين المشرق والمغرب قبلة، حديث:344، وسنده حسن، اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔ چونکہ بیت اللہ سے دور کے لوگوں کے لیے ٹھیک خانہ کعبہ کی طرف رخ کرنا مشکل تھا، اس لیے بیت اللہ کے دائیں بائیں ساری جہت کو قبلہ قرار دیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر) ④ صحيح مسلم، الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه، حديث:972.

اس کے آگے سے گزرنے والا (سترے کی دوسری طرف سے گزر جائے اور) گناہ گار نہ ہو۔ لاٹھی، برچھی، لکڑی، دیوار، ستون اور درخت وغیرہ کو سترہ بنایا جا سکتا ہے اور امام کا سترہ سب مقتدیوں کے لیے کافی ہوتا ہے۔

سیدنا طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا وَضَعَ أَحَدُكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلَ مُؤْخِرَةِ الرَّحْلِ فَلْيُصَلِّ وَلَا يُبَالِ مَنْ مَرَّ وَرَاءَ ذٰلِكَ»

''جب تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے پالان کی پچھلی لکڑی کے برابر (کوئی چیز) رکھ لے تو نماز جاری رکھے اور جو کوئی اس کی باہر والی طرف سے گزرے اس کی پرواہ نہ کرے۔''[1]

عطاء بن ابی رباح (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پالان کے پچھلے حصے کی لکڑی ایک ہاتھ یا اس سے کچھ زیادہ (لمبی) ہوتی ہے۔[2]

معلوم ہوا کہ کم از کم ایک ہاتھ لمبی لکڑی یا کوئی اور چیز سترہ بن سکتی ہے۔

سیدنا ابو جُحَیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطحاء میں لوگوں کو نماز پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک برچھی نصب تھی۔ آپ نے دو رکعت ظہر کی نماز پڑھائی اور دو رکعت عصر کی۔ اس وقت برچھی کی دوسری طرف سے عورتیں اور گدھے گزر رہے تھے۔[3]

① صحيح مسلم، الصلاة، باب سترة المصلي......، حديث: 499. ② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يستر المصلي، حديث: 686، وسنده صحيح، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 807، میں اسے صحیح قرار دیا ہے، یعنی تقریباً سوا ایک فٹ لمبی لکڑی سترہ بن سکتی ہے۔ (ع۔و) ③ صحيح البخاري، الصلاة، باب سترة الإمام سترة من خلفه، حديث: 495، و صحيح مسلم، الصلاة، باب سترة المصلي......، حديث: 503.

نمازی کے آگے سے گزرنے کا گناہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر نمازی کے سامنے سے گزرنے والے کو گزرنے کی سزا معلوم ہو جائے تو اسے اس کے آگے سے گزرنے کی بجائے چالیس (دن، ماہ یا سال) تک وہیں کھڑے رہنا زیادہ بہتر ہو۔''①

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز ادا کرتے وقت آگے سترہ کھڑا کرو اور کوئی شخص سُترے کے اندر (نمازی اور سُترے کے درمیان) سے گزرنا چاہے تو اس کے ساتھ مزاحمت کرو اور اسے آگے سے نہ گزرنے دو۔ اگر وہ نہ مانے تو اس سے لڑائی کرو۔ بے شک وہ شیطان ہے۔''②

ایک روایت میں ہے کہ دو بار تو اسے ہاتھ سے روکو اگر وہ نہ رکے تو اس سے ہاتھا پائی سے بھی گریز نہ کیا جائے (کیونکہ) وہ شیطان ہے۔③

نبیٔ اکرم ﷺ سترے اور اپنے درمیان میں سے کسی چیز کو گزرنے نہ دیتے تھے۔ ایک دفعہ آپ نماز ادا فرما رہے تھے کہ ایک بکری دوڑتی ہوئی آئی، وہ آپ کے آگے سے گزرنا چاہتی تھی اور آپ گزرنے نہیں دینا چاہتے تھے۔ آپ نے اپنا بطن مبارک سترے کے ساتھ لگا دیا (تو بکری کو سترے کے پیچھے سے گزرنا پڑا)۔④

① صحيح البخاري، الصلاة، باب إثم المار بين يدي المصلي، حديث: 510، وصحيح مسلم، الصلاة، باب منع المار بين يدي المصلي، حديث: 507. ② صحيح البخاري، الصلاة، باب يرد المصلي من مر بين يديه، حديث: 509، و صحيح مسلم، الصلاة، باب منع المار بين يدى المصلي، حديث: 505. ③ [صحيح] صحيح ابن خزيمة، سترة المصلي، باب بيان أن إباحة المقاتلة إنما تكون بعد منعه مرتين، حديث: 818، امام ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ وجاء في صحيح البخاري، حديث: 3274 بِمَعناه فالحديث صحيح. ④ [صحيح] صحيح ابن خزيمة، سترة المصلي، باب إباحة منع المصلي الشاة من المرور بين يديه، حديث: 827، وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرك: 254/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی جائے نماز (کھڑے ہونے کی جگہ) اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کا فاصلہ ہوتا تھا۔[1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اگر نمازی کے آگے اونٹ کے پالان کی پچھلی لکڑی جتنا لمبا سترہ نہ ہو اور بالغ عورت، گدھا یا سیاہ کتا آگے سے گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے اور سیاہ کتا شیطان ہے۔“[2]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے آگے سوتی تھی۔ میرے پاؤں آپ کے سامنے ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے ہاتھ لگاتے، میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی اور جس وقت آپ کھڑے ہوتے تو پاؤں پھیلا دیتی۔ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔[3]

معلوم ہوا کہ نمازی کے آگے سے گزرنا منع ہے۔ اگر آگے کوئی لیٹا ہو تو کوئی حرج نہیں، اسی طرح عورت کے گزرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے اگر وہ سامنے لیٹی ہو تو کوئی حرج نہیں۔

① صحيح البخاري، الصلاة، باب قدركم ينبغي أن يكون بين المصلي والسترة؟ حديث:496، وسنن أبي داود، الصلاة، باب الدنو من السترة، حديث: 696. ② صحيح مسلم، الصلاة، باب قدر ما يستر المصلي، حديث: 510. ③ صحيح البخاري، الصلاة، باب التطوع خلف المرأة، حديث: 513، وصحيح مسلم، الصلاة، باب الاعتراض بين يدي المصلي، حديث: 272)-512.

نماز باجماعت

اہمیت

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

«إِنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَلَّمَنَا سُنَنَ الْهُدٰى، وَإِنَّ مِنْ سُنَنِ الْهُدٰى الصَّلَاةَ فِي الْمَسْجِدِ الَّذِي يُؤَذَّنُ فِيهِ - وَفِي رِوَايَةٍ - وَلَوْ أَنَّكُمْ صَلَّيْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ كَمَا يُصَلِّي هٰذَا الْمُتَخَلِّفُ فِي بَيْتِهِ لَتَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ وَلَوْ تَرَكْتُمْ سُنَّةَ نَبِيِّكُمْ لَضَلَلْتُمْ، وَمَا مِنْ رَّجُلٍ يَّتَطَهَّرُ فَيُحْسِنُ الطُّهُورَ ثُمَّ يَعْمِدُ إِلٰى مَسْجِدٍ مِّنْ هٰذِهِ الْمَسَاجِدِ، إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ خُطْوَةٍ حَسَنَةً، وَيَرْفَعُ بِهَا دَرَجَةً، وَيَحُطُّ عَنْهُ بِهَا سَيِّئَةً، وَلَقَدْ رَأَيْتُنَا وَمَا يَتَخَلَّفُ عَنْهَا إِلَّا مُنَافِقٌ مَّعْلُومُ النِّفَاقِ وَلَقَدْ كَانَ لِرَجُلٍ يُّؤْتٰى بِهِ يُهَادٰى بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ يُقَامُ فِي الصَّفِّ»

”بے شک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ہدایت کے طریقے سکھائے، ان ہدایت کے طریقوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس مسجد میں نماز ادا کی جائے جس میں اذان دی جاتی ہے...... اور ایک روایت میں ہے (کہ انھوں نے فرمایا:) اگر تم نماز اپنے اپنے گھروں میں پڑھو گے، جیسے (جماعت سے) پیچھے رہنے والا یہ شخص اپنے گھر میں پڑھ لیتا ہے تو تم اپنے نبیِ اکرم ﷺ کی سنت چھوڑ دو گے اور اگر نبی کی

سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور (یہ بات بھی شامل ہے کہ) جب کوئی شخص اچھا وضو کر کے مسجد جائے تو اللہ تعالیٰ ہر قدم کے بدلے ایک نیکی لکھتا ہے، ایک درجہ بلند کرتا ہے اور ایک برائی مٹا دیتا ہے۔'' میں نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا (اس وقت) جماعت سے سوائے کھلے منافق کے کوئی پیچھے نہیں رہتا تھا اور بیمار کو بھی دو آدمیوں کے سہارے نماز کے لیے لایا جاتا اور صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا۔''①

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اکیلے شخص کی نماز سے، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ستائیس درجے زیادہ (باعثِ ثواب) ہے۔''②

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! البتہ میں نے ارادہ کیا کہ میں لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں۔ پھر نماز کا حکم دوں اور اس کے لیے اذان کہی جائے، پھر کسی شخص کو لوگوں کی امامت کے لیے کہوں، پھر ان لوگوں کے گھر جلا دوں جو نماز (جماعت) میں حاضر نہیں ہوتے۔''③

سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینے تھے، انھوں نے اپنے نابینے ہونے کا عذر پیش کر کے اپنے گھر پر نماز پڑھنے کی اجازت چاہی تو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تو انھیں اجازت دے دی لیکن پھر فرمایا: ''اذان سنتے ہو؟'' سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: جی ہاں! آپ نے فرمایا: ''تو پھر نماز میں حاضر ہو جایا کرو۔''④

① صحيح مسلم، المساجد، باب صلاة الجماعة من سنن الهدٰى، حديث: 654.
② صحيح البخاري، الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، حديث: 645، وصحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة، حديث: 650. ③ صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب صلاة الجماعة، حديث: 644، و صحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة، حديث: 651. ④ صحيح مسلم، المساجد، باب يجب إتيان المسجد على من سمع النداء، حديث: 653.

بھائیو سوچو! نابینے شخص کو گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت نہ مل سکی اور آنکھوں والے جو اذان سن کر مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے نہیں جاتے وہ کتنے بڑے جرم اور گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں!

عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تمھاری عورت مسجد جانے کی اجازت مانگے تو اسے ہرگز منع نہ کرو۔''[1]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنی عورتوں کو (نماز پڑھنے کے لیے) مسجد میں آنے سے منع نہ کرو، اگرچہ ان کے گھر ان کے لیے بہتر ہیں۔''[2]

عورتوں کو خوشبو لگا کر مسجد جانے کی ممانعت ہے۔[3]

نماز باجماعت کے متفرق مسائل

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَوَجَدَ أَحَدُكُمُ الْخَلَاءَ فَلْيَبْدَأْ بِالْخَلَاءِ»

''جب (جماعت کے لیے) اقامت کہہ دی جائے اور کسی شخص کو پیشاب وغیرہ کی

① صحيح البخاري، الأذان، باب استئذان المرأة زوجها بالخروج إلى المسجد، حديث: 873، وصحيح مسلم، الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد إذا لم يترتب عليه فتنة......، حديث:442. ② [صحيح]، سنن أبي داود، الصلاة، باب ماجاء في خروج النساء إلى المسجد، حديث: 567، وهو حديث صحيح، حاکم نے المستدرك: 209/1 میں، امام ابن خزیمہ نے حديث: 1684 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ وللحديث شاهد حسن عند البيهقي: 131/3 وصححه ابن خزيمة: 1683. ③ صحيح مسلم، الصلاة، باب خروج النساء إلى المساجد......، حديث: 443. مقصد یہ ہے کہ مسجد جانے والی خاتون اس طرح کے فتنہ انگیز اقدام سے پرہیز کرے۔ (ع،ر)

حاجت ہو تو پہلے اس سے فراغت حاصل کرے (پھر نماز پڑھے)۔''[1]

- نبیٔ رحمت ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اذان سن کر مسجد میں جماعت کے لیے نہ پہنچے (اور گھر میں نماز پڑھ لے) اس سے نماز قبول نہیں کی جاتی، اِلّا یہ کہ کوئی عذر ہو۔''[2]
- جس جگہ تین آدمی ہوں اور وہ جماعت سے نماز نہ پڑھیں تو ان پر شیطان غالب ہوتا ہے۔[3]
- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر شام کا کھانا سامنے لگا دیا جائے اور نماز کی اقامت ہو جائے تو پہلے کھانا کھاؤ اور کھانا کھانے میں جلدی نہ کرو یہاں تک کہ اس سے فارغ ہو جاؤ۔'' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے کھانا رکھ دیا جاتا اور جماعت بھی کھڑی ہو جاتی تو وہ اس وقت تک نماز کے لیے نہ آتے جب تک کھانے سے فارغ نہ ہو جاتے، حالانکہ وہ امام کی قراءت بھی سن رہے ہوتے تھے۔[4]
- نہایت شدید سردی اور بارش کی رات میں رسول اللہ ﷺ نے گھروں میں نماز پڑھنے کی

① [صحيح] جامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء إذا أقيمت الصلاة ووجد أحدكم الخلاء، حديث: 142، وسنن أبي داود، الطهارة، باب أيصلي الرجل وهو حاقن؟ حديث: 88. امام ترمذی نے، حاکم نے المستدرك: 335/3 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ التاريخ الكبير للبخاري: 33/5 وسنده صحيح . ② [صحيح] سنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب التغليظ في التخلف عن الجماعة، حديث: 793، وهو صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 426 میں، حاکم نے المستدرك: 245/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے، تاريخ واسط لبحشل، ص: 202. ③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب التشديد في ترك الجماعة، حديث: 547، وسنده صحيح، وسنن النسائي، الإمامة، باب التشديد في ترك الجماعة، حديث : 848 امام حاکم نے: 246/1 میں، ابن خزیمہ نے حديث: 1486 میں، ابن حبان نے الموارد، حديث: 425 میں، ذہبی نے اور امام نووی نے المجموع: 183/4 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ④ صحيح البخاري، الأذان، باب إذا حضر الطعام وأقيمت الصلاة، حديث: 673، وصحيح مسلم، المساجد، باب كراهة الصلاة بحضرة الطعام......، حديث: 559 .

اجازت دی ہے۔[1]

صفوں میں مل کر کھڑا ہونے کا حکم

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«سَوُّوا صُفُوفَكُمْ فَإِنَّ تَسْوِيَةَ الصُّفُوفِ مِنْ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ»

''اپنی صفوں کو برابر کرو۔ بلاشبہ صفوں کا برابر کرنا نماز کے قائم کرنے میں سے ہے۔''[2]

قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَأَقِيمُوا الصَّلَوٰةَ﴾

''اور نماز قائم کرو۔''[3]

یعنی ارکان اور سنن کی تعدیل، اہتمام اور رعایت سے نماز پڑھو۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ''صفوں کا سیدھا کرنا بھی نماز کے قائم کرنے میں داخل ہے۔'' اس سے معلوم ہوا کہ صفوں کا ٹیڑھا ہونا نقصان کا موجب ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''صفوں کو سیدھا کرو کیونکہ صف کو سیدھا کرنا نماز کے حسن میں سے ہے۔''[4]

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہماری صفوں کو (ایسے)

① صحيح البخاري، الأذان، باب الرخصة في المطر والعلة أن يصلي في رحله، حديث: 666، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الصلاة في الرحال في المطر، حديث: 697. ② صحيح البخاري، الأذان، باب إقامة الصف من تمام الصلاة، حديث: 723، و صحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف، حديث: 433. ③ البقرة 2:43. ④ صحيح البخاري، الأذان، باب إقامة الصف من تمام الصلاة، حديث: 722، وصحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف......، حديث: 435.

برابر کرتے گویا ان کے ساتھ تیروں کو برابر کرتے ہوں۔[1] یہاں تک کہ ہم نے نبی اکرم ﷺ سے صفوں کا سیدھا کرنا سمجھ لیا۔ ایک دن آپ (جماعت کے لیے) کھڑے ہوئے اور تکبیر کہنے کو تھے کہ ایک شخص کو دیکھا کہ اس کا سینہ صف سے باہر نکلا ہوا ہے تو فرمایا: ''اپنی صفوں کو برابر اور سیدھا کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تم میں اختلاف ڈال دے گا۔''[2]

مذکورہ حدیث کی رو سے صفوں کا سیدھا کرنا نہایت ضروری ہے۔ اقامت ہو جانے کے بعد جب صفیں سیدھی، درست اور برابر ہو جائیں تو پھر امام کو تکبیر اولیٰ کہنی چاہیے۔

خبردار! صفیں ٹیڑھی نہ ہوں کہ صفوں کا ٹیڑھا پن باہمی پھوٹ، دلوں کے اختلاف اور باطنی کدورت کا موجب ہے۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی صفیں ملی ہوئی رکھو (کندھے سے کندھا اور قدم سے قدم ملا کر کھڑے ہوؤ) اور صفوں کے درمیان نزدیکی کرو (دو صفوں کے درمیان اتنا فاصلہ نہ چھوڑو کہ وہاں ایک اور صف کھڑی ہو سکے) اور گردنیں برابر (ایک دوسرے کی سیدھ میں) رکھو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً میں شیطان کو دیکھتا ہوں جو صف کے شگافوں میں داخل ہوتا ہے گویا کہ وہ بکری کا سیاہ بچہ ہے۔''[3]

① محاورے کے مطابق تو یوں کہنا چاہیے کہ صف تیر کی طرح سیدھی ہو جاتی تھی لیکن جب اس کے برعکس یوں کہا گیا کہ تیر اگر صف کی طرح سیدھا کر دیا جائے تو یقیناً ہدف کو جا لگے تو اس میں زیادہ مبالغہ پایا جاتا ہے۔ مقصد بھی یہی ہے کہ صفیں انتہائی سیدھی ہوتی تھیں حتی کہ ان کی مدد سے نشانے کی طرف تیروں کا رخ بخوبی سیدھا کیا جا سکتا تھا۔ واللہ اعلم (ع، ر)

② صحیح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف......، حديث: 436. ③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب تسوية الصفوف، حديث: 667، وسنده صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 387 میں اور ابن خزیمہ نے حديث: 1545 میں اسے صحیح کہا ہے۔

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی طرف چہرہ کر کے فرمایا: ''لوگو! اپنی صفیں سیدھی کرو۔ لوگو! اپنی صفیں درست کرو۔ لوگو! اپنی صفیں برابر کرو۔ اللہ کی قسم! یا تو تم ضرور ضرور صفیں سیدھی کرو گے یا پھر اللہ تعالیٰ تمھارے دلوں میں اختلاف اور پھوٹ ڈال دے گا۔'' پھر تو یہ حالت ہوگئی کہ ہر شخص اپنے ساتھی کے کندھے سے کندھا، گھٹنے سے گھٹنا اور ٹخنے سے ٹخنا چپکا دیتا تھا۔''[1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صفوں کو سیدھا کیا کرو کیونکہ میں تمھیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔'' (یہ آپ کا معجزہ تھا) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہر شخص (صفوں میں) اپنا کندھا دوسرے کے کندھے سے اور اپنا قدم دوسرے کے قدم سے ملا دیتا تھا۔[2]

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صف کے اندر داخل ہو کر ایک جانب سے دوسری جانب تک چلتے، ہمارے سینوں اور کندھوں کو برابر کرتے اور

① [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب تسوية الصفوف، حديث: 662، وهو حديث صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث:396 میں اسے صحیح کہا ہے۔ السنن الكبرٰى للنسائي: 287/1، وصحيح ابن خزيمة: 160، وسنن الدار قطني: 283/1. ② صحيح البخاري، الأذان، باب إلزاق المنكب بالمنكب والقدم بالقدم في الصف، حديث: 725. اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزے کا ذکر ہے۔ معجزہ یا کرامت کی حقیقت سمجھنے کے لیے درج ذیل نکات قابل غور ہیں:

- انسان کا وجود، اس کی عقل، طاقت، جملہ عادات، خصائل اور خوبیاں سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہوتی ہیں۔
- انسانی عادت اور روٹین ہے کہ جس کام میں بھی کسی آدمی کی عقل اور طاقت صرف ہوتی ہے، وہ کام کتنا ہی انوکھا کیوں نہ ہو، دوسرے آدمی بھی محنت اور مشق کر کے وہ کام کر ہی لیتے ہیں۔
- لیکن جب کسی آدمی سے ایسا کام صادر ہو جو عام عادت سے ہٹا ہوا ہو، اس میں کسی علم یا فن کا دخل نہ ہو اور اسباب و وسائل بھی استعمال میں نہ لائے گئے ہوں، نیز ہر عام و خاص اس کے مقابلے سے یا تو سرے ہی سے عاجز ہو یا اسباب و وسائل کے بغیر عاجز ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جس آدمی سے یہ کارنامہ »

فرماتے تھے: ''آگے پیچھے مت ہونا۔ (ورنہ) تمھارے دل بھی مختلف ہو جائیں گے۔'' اور

›› سرزد ہوا ہے، اس میں محض اس کی عقل اور طاقت کام نہیں کر رہی بلکہ اسے کسی غیبی طاقت کی ''ان دیکھی مدد'' حاصل ہے۔

● اگر ایسا کام کسی نبی اور رسول سے صادر ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں اور اگر کسی صحیح العقیدہ، عالم دین اور متبع سنت (ولی اللہ) سے صادر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں۔

● لوگوں سے انبیاء و رُسل کی صداقت منوانے کے لیے اللہ تعالیٰ انھیں عموماً دو چیزوں سے نوازتے ہیں: ① دلیل و برہان کی طاقت۔ ② مختلف معجزات کا صادر ہونا۔

● یہ تو ہو سکتا ہے کہ کسی نبی کو معجزہ نہ ملے مگر ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اسے دلیل و برہان کی طاقت سے محروم رکھا گیا ہو۔

● جس نبی کو بھی معجزہ ملا، اس نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اسباب و وسائل کو استعمال میں لائے بغیر ہر قسم کا کارنامہ کر دکھانا میری طاقت میں ہے یا میرے کار منصبی میں داخل ہے اور نہ ہی اس کے صحابہ نے یہ عقیدہ رکھا کہ وہ ان معجزات کی بنیاد پر اسباب عادیہ کے بغیر دوسرے انسانوں کا حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔

● کسی بھی غیر نبی کی دعوت (عقیدہ و عمل) کی سچائی ① قرآن پاک ② مقبول احادیث ③ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مجموعی فہم و عمل اور ④ اجماع امت سے پرکھی جائے گی۔ اگر اس کی دعوت اور طرز عمل اس معیار پر پورا اترتا ہے تو اس سے ظاہر ہونے والا خلاف عادت کام ''کرامت'' ہوگا ورنہ نہیں۔

● اگر بدعقیدہ اور بدعمل ہونے کے باوجود اس سے امور عجیبہ ظاہر ہوتے ہیں تو اس کی دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں: ① اللہ نے اس کی رسی دراز کر دی ہے تاکہ وہ اور اس کے پیروکار زیادہ سے زیادہ عذاب آخرت کے مستحق بنیں۔ ② اس نے مختلف شرکیہ ''عمل'' کر کے جنوں اور شیاطین کا قرب حاصل کیا ہوا ہے جو اس کے ساتھ، نظر نہ آنے والا تعاون کرتے اور اسے پیشگی خبریں پہنچاتے ہیں۔

● الغرض معجزہ اور سچی کرامت اللہ کی غیبی مدد، طاقت اور حکم سے رونما ہوتی ہے، جبکہ جھوٹی کرامتوں میں شیاطین کی ان دیکھی مدد کام کر رہی ہوتی ہے، بندہ اپنی طاقت سے ایسے امور عجیبہ کا مظاہرہ نہیں کر سکتا۔

● حالت نماز میں قبلہ رخ ہونے کے باوجود پیچھے کھڑے نمازیوں پر نظر رکھنا، واقعی نبیٔ اکرم ﷺ کا معجزہ تھا اور یہ حالتِ نماز کے ساتھ خاص تھا مگر نماز میں بھی یہ کیفیت ہر وقت نہیں ہوتی تھی بلکہ جب اللہ چاہتا تھا ایسے ہوتا تھا اور جب نہیں چاہتا تھا، نہیں ہوتا تھا، چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نماز پڑھا رہے تھے ››

فرماتے تھے: ”تحقیق اللہ تعالیٰ پہلی صف والوں پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے ان کے لیے (رحمت کی) دعا کرتے ہیں۔“ ①

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب ہم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفیں برابر کرتے تھے جب صفیں برابر ہو جاتیں تو (پھر) آپ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر نماز شروع کرتے۔ ②

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”صفیں قائم کرو، کندھے برابر کرو، (صفوں کے اندر) ان جگہوں کو پر کرو جو خالی رہ جائیں، اپنے بھائیوں

›› جب سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہا تو پیچھے سے ایک آدمی نے یہ دعا پڑھی: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا...... تو سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمایا: «مَنِ الْمُتَكَلِّمُ؟» ”دعا کس نے پڑھی تھی؟“ صحیح البخاري، الأذان، باب: 126، حدیث: 799.

● ایک رات نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر سے اٹھ کر باہر چلے گئے، امی عائشہ رضی اللہ عنہا بھی آپ کے پیچھے باہر نکل گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقیع الغرقد (مدینہ منورہ کا قبرستان) پہنچ کر دعائے مغفرت کی اور واپس آ گئے۔ امی عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اپنے بستر پر پہنچنے میں کامیاب ہوگئیں لیکن سانس پھولی ہوئی تھی۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت کی، امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ٹالنا چاہا، آپ نے فرمایا: ”عائشہ! بتا دو وگرنہ میرا اللہ مجھے بتا دے گا۔“ اس پر امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے ساری بات بتا دی۔ صحیح مسلم، الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها ؟ حدیث: 974. اس سے معلوم ہوا کہ گھر سے نکلتے وقت امی عائشہ رضی اللہ عنہا کو معلوم نہ تھا کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کدھر اور کیوں جا رہے ہیں اور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معلوم نہ ہوا کہ عائشہ بھی میرے پیچھے گئی تھی۔

① [صحیح] سنن أبي داود، أبواب الصفوف، باب تسوية الصفوف، حدیث: 664، وسنده صحيح، والمستدرك للحاكم، فضائل القرآن، ذكر فضائل سور و آي متفرقة، حدیث: 2128،2112،2105،2099 (575-573-572-571)، ابن حبان نے الموارد، حدیث: 386 میں اور امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1551 میں اسے صحیح جبکہ نووی نے المجموع: 226/4 میں حسن کہا ہے۔

② [صحیح] سنن أبي داود، أبواب الصفوف، باب تسوية الصفوف، حدیث: 665، وسنده صحيح.

کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ، صفوں کے اندر شیطان کے لیے جگہ نہ چھوڑو۔ اور جو شخص صف ملائے گا، اللہ بھی اسے (اپنی رحمت سے) ملائے گا اور جو اسے کاٹے گا، اللہ بھی اسے (اپنی رحمت سے) کاٹ دے گا۔"①

اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جانے کا مطلب یہ ہے کہ اگر صف درست کرنے کے لیے کوئی تمھیں آگے یا پیچھے کرے تو بڑی نرمی اور محبت سے آگے یا پیچھے ہو جاؤ۔ اگر صف سے کوئی نکل کر چلا جائے تو اس کی جگہ لے کر صف ملاؤ، اللہ تم پر رحمت کرے گا۔ صف کے اندر (جان بوجھ کر) ایک دوسرے سے دور دور کھڑے ہونا صف کاٹنا ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ اپنی رحمت سے دور کرے گا۔ [والعياذ بالله]

صفوں کی ترتیب

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پہلے اول صف پوری کرو، پھر اسے جو پہلی کے نزدیک ہے۔"②

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مردوں کی صفوں میں (ثواب کے لحاظ سے) سب سے بہتر، پہلی صف ہے۔ اور سب سے بُری، آخری صف ہے اور عورتوں کی صفوں میں سب سے بُری، پہلی صف ہے اور سب سے بہتر آخری صف ہے۔"③

① [حسن] سنن أبي داود ، أبواب الصفوف، باب تسوية الصوف، حديث: 666، وسنده حسن، حاکم نے المستدرك: 213/1، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1549 میں، ذہبی نے اور نووی نے المجموع: 227/4 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② [صحیح] سنن أبي داود، الصلاة، باب تسوية الصفوف، حديث: 671، وهو حديث صحيح، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1547،1546 میں اور امام ابن حبان نے الموارد، حديث : 390 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ③ صحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف......، حديث: 440، امام نووی المجموع: 301/4 میں فرماتے ہیں: "یہ تب ہے جب خواتین بھی مردوں کے ساتھ نماز میں حاضر ہوں کیونکہ اگر مرد آخری صف میں کھڑے ہوں اور ان کے متصل بعد خواتین کھڑی ہوں تو ان کا خیال ایک دوسرے کی طرف رہے گا۔ لیکن اگر مرد پہلی صفوں میں ہوں ◄◄

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہمیشہ لوگ (پہلی صف سے) پیچھے ہٹتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ بھی انھیں (اپنی رحمت میں) پیچھے ڈال دے گا۔'' ①

ستونوں کے درمیان صف بنانا

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے دور میں اس سے (ستونوں کے درمیان صفیں بنانے سے) بچتے تھے۔ ②

صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنا

صف کے پیچھے اکیلے کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے اسے نماز لوٹانے کا حکم دیا۔ ③

»» اور خواتین آخری صفوں میں ہوں جبکہ درمیان میں بچے ہوں تو پھر ایسا امکان نہیں رہے گا۔'' (ع، ر)

① صحیح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصوف......، حديث: 438. ② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب الصفوف بين السواري، حديث: 673، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في كراهية الصف بين السواري، حديث: 229. امام ترمذی، امام حاکم نے المستدرك: 218/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ سفيان الثوري صرح بالسماع عند البيهقي: 4/3. ③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب الرجل يصلي وحده خلف الصف، حديث: 682، وسنده صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 403 میں، امام احمد، اسحاق نے اور ابن حزم نے المحلّٰی: 53/4 میں اسے صحیح کہا ہے۔ سنن الدارمي: 211/1، حديث: 1289 میں حسن سند کے ساتھ یہ روایت آئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے صف کے پیچھے اکیلے نماز پڑھنے والے کو نماز لوٹانے کا حکم اس لیے دیا تھا کہ وہ اگلی صف میں شامل نہیں ہوا تھا «وَلَمْ يَتَّصِلْ بِالصُّفُوفِ» اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر اگلی صف میں جگہ نہ ہو اور نمازی اکیلے صف میں کھڑا ہو جائے تو اس کی نماز ہو جائے گی۔ یہی موقف شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شیخ البانی رحمہ اللہ اور دیگر محققین کا ہے۔ دیکھیے: إرواء الغليل: 329/2، وفتاوى الدين الخالص: 244/5 (ع۔ و)

اگر اگلی صف میں جگہ نہیں ہے تو ایک امام اور ایک مقتدی والے مسئلے سے استنباط کرتے ہوئے اگلی صف سے آدمی کھینچ کر صف بنالینا جائز ہے اور اگر نہ کھینچا جائے اور اکیلے ہی نماز پڑھی جائے تو پھر یہ نماز دوہرانی پڑے گی۔

صف بندی میں مراتب کا لحاظ رکھنا

سیدنا ابومسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں اپنے ہاتھ ہمارے کندھوں پر رکھتے اور فرماتے: ''برابر ہو جاؤ اور اختلاف نہ کرو ورنہ تمھارے دل مختلف ہو جائیں گے۔ (اور) وہ لوگ جو عقل مند و دانشمند ہیں، صف میں میرے قریب رہیں، پھر جو اُن سے قریب ہیں، پھر جو اُن سے قریب ہیں۔''[1]

سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوئے پہلے مردوں نے صفیں باندھیں، پھر بچوں نے، اس کے بعد آپ نے نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا: ''میری امت کی نماز اسی طرح ہے۔''[2]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں ہے کہ میں نے اور ایک بچے نے اکٹھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے صف بنائی اور میری والدہ اُم سلیم رضی اللہ عنہا ہمارے پیچھے اکیلی ہی صف میں کھڑی ہوگئی۔[3]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب مردوں کی صف میں جگہ ہو تو نابالغ بچے بھی ان کے

① صحيح مسلم، الصلاة، باب تسوية الصفوف......، حديث: 432. ② [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب مقام الصبيان من الصف، حديث: 677. اس کی سند حسن ہے۔ اسے ابن الملقن نے تحفة المحتاج میں حسن قرار دیا ہے، حديث: 548. ③ صحيح البخاري، الأذان، باب المرأة وحدها تكون صفًا، حديث: 727. وصحيح مسلم، المساجد، باب جواز الجماعة في النافلة......، حديث: 658. اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک خاتون نماز میں شامل ہو جائے تو وہ بھی مردوں سے الگ اکیلی صف میں کھڑی ہوگی۔ (ع، ر)

ساتھ کھڑے ہوں گے۔[1]

امامت کا بیان

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ. فَإِنْ كَانُوا فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً، فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً، فَأَقْدَمُهُمْ سِلْمًا، وَلَا يَؤُمَّنَّ الرَّجُلُ الرَّجُلَ فِي سُلْطَانِهِ وَلَا يَقْعُدْ فِي بَيْتِهِ عَلٰى تَكْرِمَتِهِ إِلَّا بِإِذْنِهِ»

''لوگوں کا امام وہ ہونا چاہیے جو ان میں سب سے زیادہ قرآن کو صحیح طریقے سے پڑھنے والا ہو۔ پھر اگر قراءت میں سب برابر ہوں تو وہ امامت کرائے جو سنت کو سب سے زیادہ جانتا ہو(سب سے زیادہ احکام اور مسائل کی حدیثیں جانتا ہو۔) پھر اگر سنت کے علم میں بھی سب برابر ہوں تو پھر امامت وہ کرائے جس نے سب سے پہلے ہجرت کی ہو۔ اگر ہجرت میں بھی سب برابر ہوں تو پھر وہ امامت کرائے جو سب سے پہلے مسلمان ہوا ہو۔ اور (بلا اجازت) کوئی شخص، کسی کی سلطنت میں اس کی امامت نہ کرائے اور نہ کسی کے گھر میں صاحب خانہ کی مسند پر اس کی اجازت کے بغیر بیٹھے۔''[2]

اگر کتاب اللہ کسی نابالغ بچے کو زیادہ یاد ہو تو اسے امام بنایا جا سکتا ہے۔ سیدنا عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اپنے قبیلے میں سب سے زیادہ قرآن مجھے یاد تھا، لہٰذا مجھے امام بنایا گیا، حالانکہ میری عمر سات سال تھی۔[3]

[1] دیکھیے: فتاوى اللجنة الدائمة: 20/8، وتمام المنة للألباني، ص: 284. [2] صحيح مسلم، المساجد، باب من أحق بالإمامة؟ حديث: 673. [3] صحيح البخاري، المغازي، باب 54، حديث: 4302.

نابینے کو امام بنانا جائز ہے کیونکہ نبیٔ اکرم ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو امام مقرر کیا تھا، حالانکہ وہ نابینے تھے۔ ①

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اس امام کی نماز کانوں سے بلند، یعنی قبول نہیں ہوتی جس پر لوگ (بوجہ اس کی بدعات، جہالت وفسق وغیرہ کے) ناراض ہوں۔“ ②

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی مثل بہت ہلکی اور بہت کامل نماز میں نے کسی امام کے پیچھے نہیں پڑھی۔ جب آپ (عورتوں کی صف میں) بچے کے رونے کی آواز سنتے تو اس ڈر سے نماز ہلکی کر دیتے کہ اس کی ماں کو تکلیف ہوگی۔ ③

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”میں نماز لمبی کرنے کے ارادے سے، نماز میں داخل ہوتا ہوں۔ پھر (عورتوں کی صف میں) بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اپنی نماز مختصر کر دیتا ہوں (ہلکی پڑھاتا ہوں) کہ بچے کے رونے سے اس کی ماں کو تکلیف ہوگی۔“ ④

زیادہ لمبی نماز پر نبیٔ کریم ﷺ کا غصہ

سیدنا ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کسی وعظ میں اتنے غصے میں نہیں دیکھا جتنا (لمبی نماز پڑھانے والوں پر) اس دن دیکھا۔ آپ نے فرمایا: ”تم (لمبی نمازیں پڑھا کر) لوگوں کو نفرت دلانے والے ہو (سنو!) جب تم لوگوں کو

① [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب إمامة الأعمى، حديث:595، وهو حديث صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث:370 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② [حسن] جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في من أم قوما وهم له كارهون، حديث : 360، وسنده حسن، امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ ③ صحيح البخاري، الأذان، باب من أخف الصلاة عندبكاء الصبي، حديث: 708. ④ صحيح البخاري، الأذان، باب من أخف الصلاة عند بكاء الصبي، حديث: 707.

نماز پڑھاؤ تو ہلکی پڑھاؤ، اس لیے کہ ان (مقتدیوں) میں ضعیف، بوڑھے اور حاجت مند بھی ہوتے ہیں۔'' ①

سیدنا عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت یہ تھی: ''جب تم لوگوں کی امامت کرو تو انھیں نماز ہلکی پڑھاؤ کیونکہ تمھارے پیچھے بوڑھے، مریض، کمزور اور کام کاج والے لوگ ہوتے ہیں۔ اور جب اکیلے نماز پڑھو تو جس قدر چاہے لمبی پڑھو۔'' ②

ہلکی نماز کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رکوع، سجود، قومے اور جلسے کو درہم برہم کر کے رکھ دیا جائے۔ واضح ہو کہ ارکان نماز کی تعدیل اور طمانیت کے بغیر نماز باطل ہوتی ہے۔ ③ بلکہ ہلکی نماز کا مطلب یہ ہے کہ قراءت میں (نسبتاً) اختصار کیا جائے، مگر قیام زیادہ مختصر بھی نہ ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''افضل نماز وہ ہے جس میں قیام لمبا ہو۔'' ④

نماز کے لیے پرسکون انداز سے آنا

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

«بَيْنَمَا نَحْنُ نُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَسَمِعَ، جَلَبَةً فَقَالَ: " مَا

① صحيح البخاري، الأذان، باب تخفيف الإمام في القيام وإتمام الركوع والسجود، حديث: 702، وصحيح مسلم، الصلاة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام، حديث: 466. ② صحيح مسلم، الصلاة، باب أمر الأئمة بتخفيف الصلاة في تمام، حديث: 468.
③ صحیح مسلم، حدیث: 470 میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت نماز میں نماز کے لیے آئی ہوئی ماں کے ہمراہ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو اس وجہ سے چھوٹی سورت پڑھ لیتے۔ اس حدیث سے، نیز سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے متعلق حدیث اور دیگر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تخفیف قراءت میں ہوتی تھی، ہاں الفاظ مناسب انداز میں ترتیل سے پڑھنا بہرحال ضروری ہے۔ (ع۔و)
④ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب أفضل الصلاة طول القنوت، حديث: 756.

شَأْنُكُمْ؟" قَالُوا: اسْتَعْجَلْنَا إِلَى الصَّلَاةِ، قَالَ: "فَلَا تَفْعَلُوا إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةَ فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا وَمَا سَبَقَكُمْ فَأَتِمُّوا»

''اس دوران کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، آپ نے لوگوں کی کھٹ پٹ سنی۔ آپ نے نماز کے بعد پوچھا: ''تم کیا کر رہے تھے؟'' انھوں نے عرض کی کہ ہم نماز کی طرف جلدی آ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو۔ جب تم نماز کے لیے آؤ تو آرام وسکون سے آؤ، جو نماز تمھیں مل جائے (جو تم پالو) پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اسے بعد میں پورا کرو۔''[1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم نماز کا ارادہ کر کے آتے ہو تو نماز ہی میں ہوتے ہو (لہٰذا وقار اور سکون کے ساتھ آیا کرو)۔''[2]

اماموں پر وبال

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اماموں نے نماز اچھی طرح (ارکان کی تعدیل اور سنتوں کی رعایت کے ساتھ) پڑھائی تو تمھارے لیے بھی ثواب ہے اور ان کے لیے بھی ثواب ہے اور اگر نماز پڑھانے میں خطا کی (رکوع وسجود کی عدم طمانیت، قومے اور جلسے کے فقدان سے نماز پڑھائی) تو تمھارے (مقتدیوں کے) لیے تو ثواب ہے اور ان کے لیے وبال ہے۔''[3]

امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر کوئی امام

① صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب إتيان الصلاة بوقار وسكينة......، حديث: 603.

② صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب إتيان الصلاة بوقاروسكينة......، حديث: 602.

③ صحيح البخاري، الأذان، باب إذا لم يتم الإمام وأتم من خلفه، حديث: 694.

بے وضو یا بحالت جنابت نماز پڑھا دیتا ہے تو مقتدیوں کی نماز صحیح اور امام پر نماز کا اعادہ لازم ہے، خواہ اس نے یہ فعل ارادتاً کیا ہو یا لاعلمی کی بنا پر۔

نماز پڑھا کر امام مقتدیوں کی طرف منہ پھیرے

سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ لیتے تو ہماری طرف متوجہ ہوتے۔ ①

سیدنا انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ زیادہ تر اپنے داہنی طرف سے مڑتے تھے۔ ②

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: تم اپنی نماز میں سے صرف دائیں طرف سے پھر کر شیطان کا حصہ مقرر نہ کرو۔ یقیناً میں نے رسول اللہ ﷺ کو بہت دفعہ دیکھا کہ وہ اپنے بائیں طرف سے بھی پھرتے تھے۔ ③

معلوم ہوا کہ امام کو پھرنے کے لیے صرف ایک طرف مقرر نہیں کر لینی چاہیے بلکہ کبھی دائیں طرف سے پھرا کرے، کبھی بائیں طرف سے۔ مگر اکثر دائیں طرف سے مڑنا چاہیے۔

سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہم آپ کے دائیں طرف کھڑا ہونا پسند کرتے تھے تاکہ آپ کا چہرہ ہماری طرف ہو۔ ④

① صحيح البخاري،الأذان، باب يستقبل الإمام الناس إذا سلم، حديث: 845. ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز الانصراف من الصلاة عن اليمين والشمال، حديث: 708. ③ صحيح البخاري، صفة الصلاة، باب الانفتال والانصراف عن اليمين والشمال، حديث: 852، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز الانصراف عن اليمين والشمال، حديث: 707. ④ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب يمين الإمام، حديث: 709.

امام کی اقتدا کے احکام

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امام سے پہل نہ کرو! جب وہ تکبیر کہے، اس کے بعد تم تکبیر کہو۔ اور جب امام ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کہے تو تم اس کے بعد آمین کہو۔ اور جب امام رکوع کرے، تم اس کے بعد رکوع کرو اور جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہو۔''①

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، پس جب آپ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے تو (ہم آپ کے پیچھے قومے میں کھڑے ہو جاتے تھے اور پھر) ہم میں سے کوئی اپنی پیٹھ (سجدے میں جانے کے لیے) نہ جھکاتا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتے، پھر ہم آپ کے بعد سجدے میں جاتے تھے۔''②

حضرات! غور کیا آپ نے! کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قومے سے سجدے میں پہنچ کر اپنی پیشانی مبارک زمین پر نہ رکھ دیتے تھے، اس وقت تک تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کھڑے رہتے تھے۔ کوئی پیٹھ تک نہ جھکاتا تھا اور ہمارا یہ حال ہے کہ امام قومے سے سجدے میں آنے کے لیے ابھی اَللّٰهُ اَكْبَرُ ہی کہتا ہے تو مقتدی امام کے سجدے میں پہنچنے سے پہلے ہی سجدے میں پہنچ گئے ہوتے ہیں۔

نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''امام سے پہلے رکوع کرو نہ سجدہ اور امام سے پہلے کھڑے ہو نہ پہلے سلام پھیرو۔''③

① صحيح مسلم، الصلاة، باب النهي عن مبادرة الإمام بالتكبير وغيره، حديث: 415. ② صحيح البخاري، الأذان، باب متى يسجد من خلف الإمام؟ حديث: 690، وصحيح مسلم، الصلاة، باب متابعة الإمام والعمل بعده، حديث: 474. ③ صحيح مسلم، الصلاة، باب تحريم سبق الإمام بركوع أو سجود ونحوهما، حديث: 426.

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا امام سے پہلے سر اٹھانے والا ڈرتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کے سر کی طرح کر دے یا اس کی شکل گدھے جیسی بنا دے۔''①

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب نماز میں کوئی بات درپیش ہو تو سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنا مردوں کے لیے ہے اور ہاتھ پر ہاتھ مارنا عورتوں کے لیے ہے۔''②

امام کو لقمہ دینا

سیدنا مِسوَر بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قراءت میں قرآن کا کچھ حصہ (سہواً) چھوڑ دیا۔ ایک آدمی نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں آیت چھوڑ دی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تو نے مجھے یاد کیوں نہ کرایا؟''③

عورت کی امامت

پہلی صف کے وسط میں دوسری مقتدی عورتوں کے ساتھ، برابر کھڑی ہو کر عورت عورتوں کی امامت کرا سکتی ہے۔

سیدہ ام ورقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«أَمَرَهَا أَنْ تَؤُمَّ أَهْلَ دَارِهَا»

① صحيح البخاري، الأذان، باب إثم من رفع رأسه قبل الإمام، حديث: 691، و صحيح مسلم، الصلاة، باب تحريم سبق الإمام بركوع أوسجود و نحوهما، حديث: 427. ② صحيح البخاري، العمل في الصلاة، باب التصفيق للنساء، حديث:1204,1203، وصحيح مسلم، الصلاة، باب تسبيح الرجل وتصفيق المرأة إذا نابهما شيء في الصلاة، حديث: 422. عورت سُبْحَانَ اللّٰهِ کہنے کی بجائے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کی پشت پر مارے گی۔ واللہ اعلم۔ (ع،ر) ③ [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب الفتح على الإمام في الصلاة، حديث: 907، وسنده حسن، امام ابن خزیمہ نے اور امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 378 میں اسے صحیح کہا ہے۔

''رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کرائیں۔''①

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے عورتوں کی امامت کرائی جبکہ آپ صف کے درمیان کھڑی ہوئی تھیں۔②

امامت کے چند مسائل

● سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

«صَلّٰى رَسُولُ اللهِ ﷺ فِي حُجْرَتِهِ وَالنَّاسُ يَأْتَمُّونَ بِهِ مِنْ وَّرَاءِ الْحُجْرَةِ»

''رسول اللہ ﷺ نے اپنے (اعتکاف والے) حجرے میں نماز پڑھی اور لوگوں نے حجرے سے باہر آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔''③

معلوم ہوا کہ امام اور مقتدیوں کے درمیان اگر کوئی دیوار وغیرہ حائل ہو تو نماز ہو جائے گی۔

● عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں رات کی نماز میں نبی اکرم ﷺ کے بائیں طرف کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ اپنی پیٹھ کے پیچھے سے پکڑا اور مجھے اپنی دائیں طرف کر دیا۔④

① [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب إمامة النساء، حديث: 592، وهو حديث حسن، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1676 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② سنن الدارقطني: 404/1، حديث: 1429، وسنده حسن، دیکھیے میری کتاب أنوار السنن في تحقيق آثار السنن، حديث: 514. ③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب الرجل يأتم بالإمام وبينهما جدار، حديث:1126، وسنده صحيح، اس کی اصل صحیح بخاری میں ہے، دیکھیے: صحيح البخاري، حديث : 729. ④ صحيح البخاري، الأذان، باب إذا قام الرجل عن يسار الإمام وَحَوَّلَهُ الإمام خلفه إلى يمينه تمت صلاته، حديث:726، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، حديث: 763. اس سے معلوم ہوا کہ نوافل کی جماعت میں تکبیر (اقامت) نہیں ہے اور اگر اکیلے آدمی نے نماز شروع کی، پھر دوسرا بھی اس کے ساتھ آ ملا تو پہلا نمازی امامت کی نیت کر کے نماز جاری رکھے گا۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر)

● سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نماز میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑا ہو گیا تو آپ نے میرا کان پکڑ کر مجھے اپنے دائیں جانب کر لیا۔ (یہ ایک سفر کا واقعہ ہے، اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی چادر میں نماز پڑھی)۔ ①

اگر مقتدی ایک ہو تو وہ امام کے دائیں طرف اور اس کے برابر کھڑا ہو گا۔ ②

● سیدنا بلال رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر تکبیر کہتے اور آپ کے مصلے پر کھڑے ہونے سے پہلے تکبیر کہی جاتی اور لوگ صف بندی کر لیتے تھے۔ ③

● سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں جماعت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف کھڑا ہوا اور ایک عورت ہمارے پیچھے کھڑی ہوئی۔ ④

معلوم ہوا کہ اگر مقتدیوں میں سے ایک مرد ہو تو مرد امام کے دائیں طرف اور عورت (ایک ہو یا زیادہ) پیچھے الگ صف میں کھڑی ہو گی۔

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے ایام میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امامت کرائی۔ ایک دن آپ نے تکلیف میں تخفیف پائی تو آپ دو صحابہ رضی اللہ عنہما کے کندھوں پر ہاتھ ٹیکتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی آمد محسوس کی تو پیچھے ہٹنا چاہا، آپ نے اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بائیں طرف بیٹھ گئے اور بیٹھ کر نماز ادا کی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے اور لوگ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اقتدا کرتے۔ یہ ظہر کی نماز تھی۔ ⑤

① صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ و دعائه بالليل، حديث: 766. اس میں ان لوگوں کی تردید ہے جو انتہائی غیر ذمہ داری سے یہ کہہ دیتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ننگے سر نماز نہیں پڑھی۔ (ع، ر) ② صحيح البخاري، الأذان، باب يقوم عن يمين الإمام بحذائه سواء إذا كانا اثنين، حديث:697. ③ صحيح مسلم، المساجد، باب متى يقوم الناس للصلاة؟ حديث: 606,605. ④ صحيح مسلم، المساجد، باب جواز الجماعة في النافلة، حديث: 660. ⑤ صحيح البخاري، الأذان، باب الرجل يأتم بالإمام و يأتم الناس بالمأموم، حديث: 713، »

- سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے، پھر اپنی قوم کے پاس آتے اور انھیں نماز پڑھاتے۔ ①

معلوم ہوا فرض نماز پڑھ لینے کے بعد دوسروں کو (وہی) نماز پڑھا سکتے ہیں۔

سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی مسجد میں آیا، آپ نماز پڑھا چکے تھے، وہ آدمی اکیلا نماز پڑھنے لگا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا کوئی شخص ایسا نہیں جو اس پر صدقہ کرے اور اس آنے والے کے ساتھ باجماعت نماز پڑھے۔ ②

» وصحيح مسلم، الصلاة، باب استخلاف الإمام إذا عرض له عذر......، حديث: 418.

① صحيح البخاري، الأذان، باب إذا طول الإمام وكان للرجل حاجة فخرج وصلى، حديث:701,700، وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراء ة في العشاء، حديث: 465. یہ نماز سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کے لیے نفل اور مقتدیوں کے لیے فرض بن جاتی تھی، اس سے معلوم ہوا کہ نماز میں امام اور مقتدی کی نیت کا مختلف ہونا جائز ہے۔ (ع، ر)

② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب في الجمع في المسجد مرتين، حديث: 574، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الجماعة في مسجد قد صُلي فيه مرة، حديث: 220، امام ترمذی نے، امام حاکم نے المستدرك: 209/1 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

نمازِ نبوی: تکبیر اولیٰ سے سلام تک

گیارہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت

سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دس صحابہ رضی اللہ عنہم (کی جماعت) میں کہا کہ میں تم (سب) سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقۂ نماز جانتا ہوں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: وہ کیسے، نہ تو تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس زیادہ آتے رہے ہو اور نہ ہم سے زیادہ آپ کی صحبت میں رہے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں (واقعی صورتحال تو یہی ہے)۔ (یہ سن کر) صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اُن سے کہا: پھر (ہمارے روبرو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز) بیان کرو۔ سیدنا ابوحمید رضی اللہ عنہ نے کہا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے، پھر تکبیر (تحریمہ) کہتے، پھر قرآن پڑھتے، پھر (رکوع کے لیے) تکبیر کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے، پھر رکوع کرتے اور اپنی ہتھیلیاں اپنے گھٹنوں پر رکھتے، پھر (رکوع کے دوران) کمر سیدھی کرتے، پس نہ اپنا سر جھکاتے اور نہ بلند کرتے۔ (پیٹھ اور سر ہموار رکھتے)۔ اور پھر اپنا سر رکوع سے اٹھاتے تو کہتے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ، پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ انھیں اپنے کندھوں کے برابر کرتے اور (قومے میں اطمینان سے) سیدھے کھڑے ہو جاتے اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے، پھر زمین کی طرف سجدے کے لیے جھکتے، پس اپنے دونوں ہاتھ (بازو) اور پہلو رانوں (اور زمین) سے دور رکھتے اور اپنے دونوں پاؤں کی انگلیاں

کھولتے (اس طرح کہ انگلیوں کے سر قبلہ رخ ہوتے)، پھر اپنا سر سجدے سے اٹھاتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے (بچھا لیتے)، پھر اس پر بیٹھتے اور سیدھے ہوتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنی جگہ پر آ جاتی (بڑے اطمینان سے جلسہ میں بیٹھتے)، پھر (دوسرا) سجدہ کرتے، پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے اور اٹھتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے، پھر اس پر بیٹھتے اور دل جمعی سے اعتدال کرتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے ٹھکانے پر آ جاتی (اطمینان سے جلسہ استراحت میں بیٹھتے)، پھر (دوسری رکعت کے لیے) کھڑے ہوتے، پھر اسی طرح دوسری رکعت میں کرتے، پھر جب دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتے، جیسے نماز کے شروع میں تکبیر اولیٰ کے وقت کیا تھا، پھر اسی طرح اپنی باقی نماز میں کرتے یہاں تک کہ جب وہ سجدہ ہوتا جس کے بعد سلام ہے (آخری رکعت کا دوسرا سجدہ جس کے بعد بیٹھ کر تشہد، درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیرتے ہیں) تو اپنا بایاں پاؤں (دائیں پنڈلی کے نیچے سے) باہر نکالتے اور بائیں جانب کولہے (سرین) پر بیٹھتے، پھر سلام پھیرتے۔ (یہ سن کر) ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: (اے ابو حمید ساعدی!) تو نے سچ کہا: رسول اللہ ﷺ اسی طرح نماز پڑھا کرتے تھے۔"[1]

نماز کی نیت

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب افتتاح الصلاة، حديث: 730، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في وصف الصلاة، حديث: 304. امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 491 میں، ترمذی نے اور نووی نے المجموع: 407/3 میں اسے صحیح کہا ہے۔ اس حدیث سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی وفات تک رفع الیدین منسوخ نہیں ہوا۔ (ع، ر)

«إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ»

''عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔''[1]

اس لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے تمام (جائز) اعمال میں (سب سے) پہلے، خلوصِ نیت کر لیا کریں کیونکہ جیسی نیت ہوگی، ویسا ہی پھل ملے گا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شہید، اللہ کے سامنے قیامت کو لایا جائے گا۔ اللہ اس سے پوچھے گا کہ تو نے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا کہ میں تیری راہ میں لڑ کر شہید ہوا۔ اللہ فرمائے گا: ''تو جھوٹا ہے بلکہ تو اس لیے لڑا کہ تجھے بہادر کہا جائے اور وہ تجھے کہہ دیا گیا۔'' (تجھے تیرا صلہ مل گیا۔ اب مجھ سے کیا چاہتا ہے) پھر منہ کے بل گھسیٹ کر اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اسی طرح ایک عالم جس نے علم، شہرت کی نیت سے پڑھا اور پڑھایا تھا۔ اللہ کے حضور پیش کر کے جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ پھر ایک شہرت کی غرض سے سخاوت کرنے والے مالدار کا بھی یہی حشر ہوگا۔''[2]

وضو کرتے وقت دل میں یہ نیت کریں کہ اللہ کے حضور (نماز میں) حاضر ہونے کے لیے طہارت (وضو) کرنے لگا ہوں اور پھر جب نماز پڑھنے لگیں تو دل میں یہ قصد اور نیت کریں کہ صرف اپنے اللہ کی خوشنودی کے لیے اس کا حکم بجا لاتا ہوں۔

نیت چونکہ دل سے تعلق رکھتی ہے، اس لیے زبان سے الفاظ ادا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور نیت کا زبان سے ادا کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے عمل سے

---

[1] صحيح البخاري، بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، حديث: 1، نیز دیکھیے، حدیث: 6953,6689,5070,3898,2529,54، وصحيح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: إنما الأعمال بالنية......، حديث: 1907. [2] صحيح مسلم، الإمارة، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار، حديث: 1905. اس سے معلوم ہوا کہ دلوں کے راز صرف اللہ ہی جانتا ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہر نیک و بد کا اخروی انجام ہے۔ (ع،ر)

ثابت نہیں ہے۔[1]

① اپنے دل میں کسی کام کی نیت کرنا اور ضرورت کے وقت کسی کو اپنی نیت سے آگاہ کرنا ایک جائز بات ہے مگر نماز سے پہلے نیت پڑھنا عقل، نقل اور لغت تینوں کے خلاف ہے:

● عقل کے خلاف اس لیے ہے کہ بے شمار ایسے کام ہیں جنھیں شروع کرتے وقت ہم زبان سے نیت نہیں پڑھتے کیونکہ ہمارے دل میں انھیں کرنے کی نیت اور ارادہ موجود ہوتا ہے، مثلاً: وضو کرنے لگتے ہیں تو کبھی نہیں پڑھتے ''وضو کرنے لگا ہوں'' وغیرہ۔ تو کیا نماز ہی ایک ایسا کام ہے جس کے آغاز میں اس کی نیت پڑھنا ضروری ہو گیا ہے؟ نماز کی نیت تو اسی وقت ہو جاتی ہے جب آدمی اذان سن کر مسجد کی طرف چل پڑتا ہے اور اسی نیت کی وجہ سے اسے ہر قدم پر نیکیاں ملتی ہیں، لہٰذا نماز شروع کرتے وقت جو کچھ پڑھا جاتا ہے وہ نیت نہیں، بدعت ہے۔

● نقل کے خلاف اس لیے ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم باقاعدگی کے ساتھ نمازیں پڑھا کرتے تھے اور اگر وہ اپنی نمازوں سے پہلے ''نیت'' پڑھنا چاہتے تو ایسا کر سکتے تھے، ان کے لیے کوئی رکاوٹ نہیں تھی لیکن ان میں سے کبھی کسی نے نماز سے پہلے مروجہ نیت نہیں پڑھی۔ اس کے برعکس وہ ہمیشہ اپنی نمازوں کا آغاز تکبیر تحریمہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ سے کرتے رہے، ثابت ہوا کہ نماز سے پہلے نیت نہ پڑھنا سنت ہے۔

● لغت کے اس لیے خلاف ہے کہ نیت عربی زبان کا لفظ ہے، عربی میں اس کا معنی ''ارادہ'' ہے اور ارادہ دل سے کیا جاتا ہے زبان سے نہیں، بالکل اسی طرح جیسے دیکھا آنکھ سے جاتا ہے پاؤں سے نہیں۔ دوسرے لفظوں میں نیت دل سے کی جاتی ہے، زبان سے پڑھی نہیں جاتی۔

بعض لوگ روزہ رکھنے کی دعا، حج کے تلبیہ اور نکاح میں ایجاب وقبول سے نماز والی مروجہ نیت ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ عرض یہ ہے کہ روزہ رکھنے کی دعا والی حدیث ضعیف ہے، لہٰذا حجت نہیں ہے۔ حج کا تلبیہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے، وہ نبیٔ اکرم ﷺ کی پیروی میں کہنا ضروری ہے اور اس کی حیثیت نماز کی تکبیر تحریمہ جیسی ہے، تکبیر تحریمہ نماز کے شروع میں کہی جاتی ہے، اسی طرح تلبیۂ حج، مناسکِ حج کے شروع پڑھا جاتا ہے۔ مگر نماز والی مروجہ نیت کسی حدیث میں وارد نہیں ہوئی، رہ گیا نکاح میں ایجاب وقبول کا مسئلہ، چونکہ نکاح کا تعلق حقوق العباد سے بھی ہے اور حقوق العباد میں محض نیت سے نہیں بلکہ اقرار، تحریر اور گواہی سے معاملات طے پاتے ہیں جب کہ نماز میں تو بندہ اپنے رب کے حضور کھڑا ہوتا ہے جو تمام نیتیں خوب جاننے والا ہے، پھر وہاں نیت پڑھنے کا کیا تُک بنتا ہے، لہٰذا اہل اسلام سے گزارش ہے کہ وہ اس بدعت سے نجات پائیں اور سنت کے مطابق نماز شروع کر کے حُبِّ رسول ﷺ کا ثبوت دیں۔ (ع، ر)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ الفاظ سے نیت کرنا علمائے مسلمین میں سے کسی کے نزدیک بھی مشروع نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے خلفائے راشدین اور دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اور نہ ہی اس امت کے سلف اور ائمہ میں سے کسی نے الفاظ سے نیت کی۔ عبادات میں، مثلاً: وضو، غسل، نماز، روزہ اور زکاۃ وغیرہ میں جو نیت واجب ہے، بالاتفاق تمام ائمۂ مسلمین کے نزدیک اس کی جگہ دل ہے۔[1]

حافظ ابن قیم اسے بدعت کہتے ہیں۔

قیام

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: مجھے بواسیر کی تکلیف تھی۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«صَلِّ قَائِمًا ، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَقَاعِدًا ، فَإِنْ لَّمْ تَسْتَطِعْ فَعَلٰی جَنْبٍ»

''کھڑے ہو کر نماز ادا کرو، اگر طاقت نہ ہو تو بیٹھ کر، اگر بیٹھ کر ادا کرنے کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر (نماز ادا کرو)''[2]

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ لوگ بیٹھ کر (نفل) نمازیں ادا کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''بیٹھ کر نماز ادا کرنے والے کو کھڑے ہو کر نماز ادا کرنے والے کی نسبت نصف ثواب ملے گا۔''[3]

جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر زیادہ ہو گئی اور جسم بھاری ہو گیا تو آپ نے جائے نماز کے

① الفتاوٰی الکبرٰی: 214,213/1 . ② صحیح البخاري، التقصیر، باب إذا لم یطق قاعدا صلی علی جنب، حدیث: 1117 .اس سے معلوم ہوا کہ استطاعت کے باوجود بیٹھ کر فرض نماز ادا کرنا جائز نہیں ہے اور یہ قرآن کے بھی خلاف ہے جو کہتا ہے: ﴿وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ (البقرۃ 2: 238) ''اور اللہ کے لیے باادب کھڑے ہوا کرو۔'' (ع،ر) ③ [صحیح] سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب صلاة القاعد علی النصف من صلاة القائم، حدیث: 1230، وسندہ صحیح، حافظ بوصیری نے اسے صحیح کہا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بیٹھ کر نوافل یا سنتیں ادا کرنے سے نصف اجر ملتا ہے۔ (ع،ر)

قریب ایک ستون تیار کرایا جس پر آپ (نماز کے دوران) ٹیک لگاتے تھے۔ ①

نبیٔ اکرم ﷺ رات کا بڑا حصہ کھڑے ہو کر نوافل ادا کرتے اور کبھی بیٹھ کر۔ جب قراءت کھڑے ہو کر فرماتے تو رکوع بھی کھڑے ہو کر کرتے اور جب بیٹھ کر قراءت فرماتے تو اسی حالت میں رکوع بھی فرماتے۔ ②

اور کبھی آپ ﷺ بیٹھ کر قراءت فرماتے۔ جب قراءت سے تیس یا چالیس آیات باقی ہوتیں تو آپ ﷺ کھڑے ہو کر ان کی تلاوت فرماتے، پھر (حالت قیام سے) رکوع میں چلے جاتے، دوسری رکعت میں بھی آپ ﷺ کا یہی معمول ہوتا۔ ③

امام ہو یا منفرد، اپنے آگے سترہ رکھ کر نماز ادا کرے۔ نبیٔ کریم ﷺ نے ایسا ہی کرنے کا حکم دیا۔ ④

سترہ دیوار، ستون یا کوئی اور چیز بھی ہو سکتی ہے۔ ⑤ جماعت کی صورت میں امام مقتدیوں کے لیے سترہ ہوگا، لہٰذا امام کے سامنے سترے کا ہونا ضروری ہے۔ اور وہی سترہ مقتدیوں کے لیے کافی ہوگا۔ ⑥

① [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب الرجل يعتمد في الصلاة على عصا، حديث: 948، وهو حديث حسن، امام حاکم نے المستدرك: 265,264/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کی بجائے ستون کے سہارے کھڑا ہونے کو ترجیح دی، اس سے معلوم ہوا کہ کوئی عذر ہو تو کسی چیز کا سہارا لے کر قیام کیا جا سکتا ہے، خواہ فرض نماز ہو یا نفل۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر) ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائما وقاعدا......، حديث: 730. ③ صحيح البخاري، التقصير، باب إذا صلى قاعدا ثم صح......، حديث: 1119، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائما وقاعدا......، حديث:731. ④ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب مايؤمر المصلي أن يدرأعن الممربين يديه، حديث: 698، وهو حديث صحيح، شاهده في صحيح ابن خزيمة : 853 وسنده صحيح. ⑤ صحيح البخاري، الصلاة، باب الصلاة إلى الرحلة والبعير والشجر والرجل، حديث: 507. ⑥ صحيح البخاري، الصلاة، باب سترة الإمام سترة من خلفه، حديث: 493.

تکبیر اولیٰ

● قبلہ کی جانب منہ کر کے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہوئے رفع الیدین کریں، یعنی دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ افْتَتَحَ التَّكْبِيرَ فِي الصَّلَاةِ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حِينَ يُكَبِّرُ حَتّٰى يَجْعَلَهُمَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ»

''میں نے نبیٔ اکرم ﷺ کو دیکھا، آپ نے نماز کی پہلی تکبیر کہی اور اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائے۔''[1]

● ہاتھ اٹھاتے وقت انگلیاں (نارمل طریقے پر) کھلی رکھیں۔ انگلیوں کے درمیان زیادہ فاصلہ کریں اور نہ انگلیاں ملائیں۔[2]

● رسول اللہ ﷺ دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے۔[3]

● نبیٔ اکرم ﷺ (کبھی کبھی) ہاتھ کانوں تک بلند فرماتے۔[4]

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رفع یدین کرتے وقت ہاتھوں سے کانوں کو چھونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ان کا چھونا بدعت ہے یا وسوسہ۔ مسنون طریقہ ہتھیلیاں کندھوں یا

① صحيح البخاري، الأذان، باب إلى أين يرفع يديه؟ حديث:738. اسے تکبیر اولیٰ اس لیے کہتے ہیں کہ یہ نماز کی سب سے پہلی تکبیر ہے اور اس سے نماز شروع ہوتی ہے اور اسے تکبیر تحریمہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کے ساتھ ہی بہت سی چیزیں نمازی پر حرام ہو جاتی ہیں۔ (ع، ر)

② [حسن] المستدرك للحاكم، الصلاة، باب التأمين، حديث: 856، وسنده حسن، امام حاکم نے المستدرك: 234/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے، وسنن أبي داود، حديث: 753، وجامع الترمذي، حديث: 240، وحسنه، وسنده حسن. ③ صحيح البخاري، الأذان، باب رفع اليدين في التكبيرة الأولى مع الافتتاح سواء، حديث: 735، وصحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين مع تكبيرة الإحرام والركوع......، حديث:390.

④ صحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذوالمنكبين......، حديث: (25)-391.

کانوں تک اٹھانا ہے۔ ہاتھ اٹھانے کے مقام میں مرد اور عورت دونوں برابر ہیں۔ ایسی کوئی صحیح حدیث موجود نہیں جس میں یہ تفریق ہو کہ مرد کانوں تک اور عورتیں کندھوں تک ہاتھ بلند کریں۔

سینے پر ہاتھ باندھنا

● پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھ لیں۔

سیدنا ہُلب طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھا۔[1]

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا طریقہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ نے دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی (کی پشت،) اس کے جوڑ اور کلائی پر رکھا۔[2]

ہمیں بھی دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر اس طرح رکھنا چاہیے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت، جوڑ اور کلائی پر آ جائے اور دونوں کو سینے پر باندھا جائے تا کہ تمام روایات پر عمل ہو سکے۔

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ حکم دیا جاتا تھا: ''نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ذراع (کلائی) پر رکھیں۔''[3]

رہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب یہ روایت کہ سنت یہ ہے کہ ہتھیلی کو ہتھیلی پر زیر ناف رکھا جائے۔[4]

① [حسن] مسند أحمد: 226/5، وسنده حسن. ② [صحيح] سنن النسائي، الافتتاح، باب موضع اليمين من الشمال في الصلاة، حديث: 890، وسنده صحيح وهو حديث محفوظ، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 485 میں اور ابن خزیمہ نے حدیث: 480 میں اسے صحیح کہا ہے۔

③ صحيح البخاري، الأذان، باب وضع اليمنٰى على اليسرٰى في الصلاة، حديث: 740.

④ [ضعيف] سنن أبي داود، الصلاة، باب وضع اليمنٰى على اليسرٰى في الصلاة، »

تو اسے امام بیہقی اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہما نے ضعیف قرار دیا ہے اور امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے۔

عورتوں اور مردوں کی ہیئتِ نماز میں کوئی فرق نہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز اسی طرح پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔'' [1]

یعنی ہو بہو میرے طریقے کے مطابق سب عورتیں اور سب مرد نماز پڑھیں۔ پھر بعض لوگوں کا اپنی طرف سے یہ حکم لگانا کہ عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں اور مرد زیر ناف اور عورتیں سجدہ کرتے وقت زمین پر کوئی اور ہیئت اختیار کریں اور مرد کوئی اور...... یہ دین میں مداخلت ہے۔ یاد رکھیں کہ تکبیر تحریمہ سے شروع کر کے اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ کہنے تک عورتوں اور مردوں کے لیے ایک ہیئت اور ایک ہی شکل کی نماز ہے۔ سب کا قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسۂ استراحت، قعدہ اور ہر ہر مقام پر پڑھنے کی دعائیں یکساں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد اور عورت کی نماز کے طریقے میں کوئی فرق نہیں بتایا۔ [2]

سینے پر ہاتھ باندھنے کے بعد کی دعائیں

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اولیٰ اور قراءت کے درمیان کچھ دیر چپ رہتے۔ پس میں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان، اے اللہ کے

◂◂ حدیث: 756. اس روایت کی سند عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی الواسطی کے ضعیف ہونے اور زیاد بن زید کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ① صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا كانوا جماعة والإقامة......، حدیث: 231.

② البتہ عورت کے لیے سر اور ٹخنے ڈھانپنا ضروری ہے، جبکہ مرد پر لازم ہے کہ تہبند، شلوار وغیرہ ٹخنوں سے اوپر رکھے اور سر کا ڈھانپنا اس کے لیے ضروری نہیں۔ (ع۔و)

رسول (ﷺ)! آپ تکبیر اور قراءت کے درمیان خاموش رہ کر کیا پڑھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: میں یہ پڑھتا ہوں:

اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ اَللّٰهُمَّ نَقِّنِيْ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ

''اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان دوری ڈال دے جیسے تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان دوری رکھی ہے۔ اے اللہ! مجھے خطاؤں سے اس طرح پاک کر جیسا کہ سفید کپڑا میل سے پاک کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! میری خطائیں (اپنی بخشش کے) پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال۔''[1]

یا یہ دعا پڑھیں:

رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ایک شخص نے کہا:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

''اللہ سب سے بڑا ہے۔ بہت بڑا۔ ساری تعریف اس کی ہے۔ وہ (ہر عیب سے) پاک ہے۔ صبح اور شام ہم اس کی پاکی بیان کرتے ہیں۔''

یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔''

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ بات سنی ہے، میں نے ان کلمات کو کبھی نہیں چھوڑا۔[2]

① صحيح البخاري، الأذان، باب مايقول بعد التكبير ؟ حديث: 744، و صحيح مسلم، المساجد، باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة ؟ حديث: 598. ② صحيح مسلم، »

یا یہ دعا پڑھیں:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَآ اِلٰهَ غَيْرُكَ

''اے اللہ تو پاک ہے اور (ہم) تیری تعریف کے ساتھ (تیری پاکی بیان کرتے ہیں) تیرا نام بڑا ہی بابرکت ہے، تیری بزرگی بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔''①

پھر یہ پڑھیں:

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ مِنْ هَمْزِهٖ وَنَفْخِهٖ وَنَفْثِهٖ

''میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں جو (ہر آواز کو) سننے والا (اور ہر چیز کو) جاننے والا ہے، مردود شیطان (کے شر) سے، اس کے وسوسے سے، اس کے تکبر سے اور اس کی پھونکوں (جادو) سے۔''②

پھر سورۂ فاتحہ پڑھیں:

المساجد، باب ما يقال بين تكبيرة الإحرام والقراءة ؟ حديث:601. ① [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللهم وبحمدك، حديث: 776,775، وسنده حسن، و جامع الترمذي، الصلاة، باب ما يقول عند افتتاح الصلاة ؟ حديث: 243. وسنن ابن ماجه، إقامة الصلاة، باب افتتاح الصلاة، حديث: 806، امام حاکم نے المستدرك: 235/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ② [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب من رأى الاستفتاح بسبحانك اللّٰهم وبحمدك، حديث: 775، وسنده حسن، امام ابن خزیمہ نے حديث: 467 میں اسے صحیح کہا ہے۔ تنبیہ: أعوذ بالله من الشيطان الرجيم پڑھنا بھی درست ہے۔ دیکھیے صحيح البخاري، حديث: 6115، وصحيح مسلم: 2615، ترقيم دارالسلام: 6646، اور كتاب الأم للإمام الشافعي: 107/1.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۝ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ۝ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ۝ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ۝﴾

”اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو نہایت رحم کرنے والا، بے حد مہربان ہے۔ ساری تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام مخلوقات کا رب ہے۔ بے حد رحم کرنے والا، بے حد مہربان ہے۔ بدلے کے دن کا مالک ہے۔ (اے اللہ)! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔[1] ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان

[1] رہی بات غیر اللہ سے مدد مانگنے کی تو اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل حقائق قابل غور ہیں:

- اللہ تعالیٰ نے یہ بات واضح طور پر فرما دی ہے کہ ہر قسم کی مدد اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے۔(آل عمران 160,126:3)
- فرق صرف یہ ہے کہ کبھی اللہ تعالیٰ محض اپنے حکم (کلمۂ کن) کی طاقت سے براہ راست اپنے بندوں کی مدد کرتا ہے (تمام معجزات وکرامات اس کی واضح مثال ہیں) اور کبھی زندہ مخلوق کو اسباب اور توفیق سے نوازتا ہے تو وہ ایک دوسرے کی مدد کرتی ہے۔
- لیکن جب کسی پاک روح کو ہر چیز کو جاننے والی اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والی سمجھ کر پکارا جائے یا اسی عقیدے کے ساتھ اس پاک روح کی طرف منسوب کسی چیز (بت، قبر یا جانور وغیرہ) کی تعظیم کی جائے تاکہ اس پاک روح کا غیبی تقرب حاصل ہو اور وہ خوش ہو کر ہماری حاجت روائی اور مشکل کشائی کرے تو یہ شرک اکبر ہے کیونکہ ہر چیز کو جاننا اور ہر چیز پر قدرت رکھنا اللہ تعالیٰ کی خاص صفات ہیں جو اس نے کبھی کسی کو عطا نہیں کیں۔
- صرف اسی غیر اللہ سے مدد مانگی جائے گی جس سے مدد مانگنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، مثلاً: اللہ تعالیٰ نے دنیا کے زندہ انسانوں کو (نیکی کے کاموں میں) ایک دوسرے سے مدد لینے اور ایک دوسرے کے کام آنے کا حکم دیا ہے۔(المائدۃ 2:5) مگر انسانوں کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ جنوں یا پاک روحوں سے غیبی مدد کا مطالبہ کریں۔
- جس عقیدے اور طریقے سے اللہ سے مدد مانگی جاتی ہے اس عقیدے اور طریقے سے غیر اللہ سے مدد ››

لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام کیا[1] جن پر غضب نہیں کیا گیا اور جو گمراہ نہیں ہوئے۔"

» نہیں مانگی جائے گی۔

- جس طریقے سے اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی مدد کرتا ہے اس طریقے سے مخلوق ایک دوسرے کی مدد نہیں کر سکتی۔
- اللہ ہی سے ہر قسم کی مدد مانگی جا سکتی ہے، غیر اللہ سے ایسی مدد مانگنے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ نے اس غیر اللہ کو فریادیں سننے اور پورا کرنے کا اختیار دیا ہو اور مجبور و بے کس لوگوں کو اس سے فریاد کرنے کا حکم دیا ہو، جبکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا ہے، لہٰذا غیر اللہ سے مدد مانگنا جائز نہ ہوا۔
- اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انبیاء علیہم السلام سے یہ وعدہ لیا تھا: "اگر تمھاری زندگی میں میرا آخری رسول (ﷺ) آ گیا تو تمھیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی، جو ایسا نہیں کرے گا، وہ فاسق ہو جائے گا۔" (آل عمران 3:81،82)
- اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا کسی صاحب قبر، بزرگ کی روح کو اللہ تعالیٰ نے اہل دنیا کا نگران بنایا ہے۔ اسے مخلوقات کی دعائیں سننے کا اختیار دیا ہے اور کیا اہل دنیا کو اس سے مدد مانگنے کا حکم دیا ہے؟ کیا نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنی پوری حیات طیبہ میں مذکور عہد کے حوالے سے یا اپنے طور پر جنگوں یا مصیبتوں میں کبھی کسی نبی کی روح سے غائبانہ طور پر مدد مانگی۔ یہ نعرہ لگایا: "یا ابراہیم علیہ السلام المدد" "یا زکریا علیہ السلام المدد۔" الحمد للہ! کسی بھی پیغمبر نے کسی پیغمبر کی روح سے غائبانہ فریاد نہیں کی۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو دیکھے بغیر یا آپ سے ملاقات کیے بغیر (مذکورہ عقیدے کے ساتھ) کبھی "یا رسول اللہ!" کہا؟ آپ کی تدفین کے بعد آپ کو اپنا نگران، عالم الغیب، حاضر ناظر اور مختار کل سمجھ کر آپ کے حضور اپنی فریادیں پیش کیں؟

خیر القرون میں کوئی مزار تھا جہاں نبیٔ اکرم ﷺ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم تابعین اور تبع تابعین (رحمہم اللہ) سالانہ عرس و زیارت کے لیے قافلہ در قافلہ پہنچتے ہوں؟

دراصل وسیلے کے اس مصنوعی تصور نے بندے کے عجز و انکسار اور بندگی کو خالق اور مخلوق کے درمیان تقسیم کر دیا ہے جو کہ اللہ کے ہاں ایک ناقابل معافی جرم ہے۔ اللہ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین (ع،ر)

[1] انعام اسی کو ملتا ہے جو صحیح العقیدہ مسلمان ہو، جس کا عمل سنت نبوی کے عین مطابق ہو، جو صرف اللہ کی رضا چاہے۔ عقیدہ و عمل میں اگر کفر، شرک اور بدعت در آئیں تو پھر انعام نہیں ملا کرتا۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ، ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما قراءت ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ سے شروع کرتے تھے۔[1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر، سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی وہ بلند آواز سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں پڑھتے تھے۔[2]

یعنی آپ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سِرًّا (آہستہ) پڑھتے تھے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث کی معرفت رکھنے والے اس امر پر متفق ہیں کہ (امام کے لیے) بِسْمِ اللّٰهِ زور سے پڑھنے کی کوئی صریح روایت نہیں۔

اگر نماز میں جمائی آ جائے تو اسے حتی الوسع روکیں، نہ رکے تو منہ پر ہاتھ رکھیں اور آواز بلند نہ کریں۔[3]

نماز اور سورۂ فاتحہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»

''جس شخص نے (نماز میں) سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز نہیں۔''[4]

① صحيح البخاري، الأذان، باب ما يقول بعد التكبير ؟ حديث: 743، وصحيح مسلم، الصلاة، باب حجة من قال لا يجهر بالبسملة، حديث:(52)-399. ② صحيح مسلم، الصلاة، باب حُجّةِ من قال لا يجهر بالبسملة، حديث:399. ③ صحيح البخاري، الأدب، باب إذا تثاءب فليضع يده على فيه، حديث : 6226، و صحيح مسلم، الزهد، باب تشميت العاطس وكراهية التثاؤب، حديث: 2995,2994. ④ صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب القراءة للإمام والمأموم في الصلوات كلها......، حديث: 756، وصحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة......، حديث: 394. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص بھی نماز میں ہو، خواہ اکیلا ہو یا جماعت کے ساتھ، امام ہو یا مقتدی، مقیم ہو یا مسافر، فرض پڑھ »

سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نماز فجر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تھے، آپ نے قرآن پڑھا، پس آپ پر پڑھنا بھاری ہو گیا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''شاید تم اپنے امام کے پیچھے پڑھا کرتے ہو۔'' ہم نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ نے فرمایا: ''سوائے فاتحہ کے اور کچھ نہ پڑھا کرو کیونکہ اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو سورۂ فاتحہ نہ پڑھے۔''[1]

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں (اپنے دل میں) کہتا تھا کہ قرآن کا پڑھنا مجھ پر دشوار کیوں (ہو رہا) ہے؟ پس جب میں اونچی آواز سے پڑھوں (جہری نماز میں) تو قرآن سے سورۂ فاتحہ کے سوا کچھ بھی نہ پڑھو۔''[2]

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھی، پس وہ (نماز) ناقص ہے، ناقص ہے، ناقص ہے، پوری نہیں۔'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں (پھر بھی پڑھیں۔)

»» رہا ہو یا نفل، امام سورۂ فاتحہ پڑھ رہا ہو یا کوئی اور سورت، بلند آواز سے پڑھ رہا ہو یا آہستہ، اگر اسے سورۂ فاتحہ آتی ہو، پھر بھی نہ پڑھے تو اس کی نماز نہیں ہو گی۔ اس مسئلے کی تفصیل رکوع کے بیان میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔ (ع، ر) ① [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب من ترك القراءة في صلاته بفاتحة الكتاب، حديث:823، وسنده حسن، (ابن إسحاق صرح بالسماع ومكحول بريء من التدليس وللحديث شواهد وهو بها صحيح، دیکھیے میری کتاب الكواكب الدرية في وجوب الفاتحة خلف الإمام في الجهرية) وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في القراءة خلف الإمام، حديث: 311. امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1581 میں، اور ابن حبان نے الموارد، حدیث: 461,460 میں اسے صحیح قرار دیا ہے جبکہ امام بیہقی نے: 164/2، ترمذی نے اور دارقطنی نے: 318/1 میں اسے حسن کہا ہے۔ ② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب من ترك القراءة في صلاته، حديث: 824، وسنده صحيح، دارقطنی: 320/1 نے اسے حسن اور بیہقی: 166/2 نے صحیح کہا ہے۔ اس کے راوی نافع بن محمود ثقہ ہیں، مجہول نہیں ہیں۔ دیکھیے سنن أبي داود، بتحقيقي: 824.

تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: (ہاں!) تو اس کو دل میں پڑھ۔ ①

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی۔ فارغ ہو کر ان کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: ''کیا تم اپنی نماز میں امام کی قراءت کے دوران میں پڑھتے ہو؟'' سب خاموش رہے۔ تین بار آپ نے ان سے پوچھا تو انھوں نے جواب دیا: جی ہاں! ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو، تم صرف سورۂ فاتحہ دل میں پڑھ لیا کرو۔'' ②

ان احادیث سے ثابت ہوا کہ مقتدیوں کو امام کے پیچھے (چاہے وہ بلند آواز سے قراءت کرے یا نہ کرے) الحمد شریف ضرور پڑھنی چاہیے۔ ③

آمین کا مسئلہ

جہری نمازوں میں امام اور مقتدی آمین بالجہر کہیں۔ ④

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ پڑھا، پھر آپ نے بلند آواز سے آمین کہی۔ ⑤

① صحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة......، حديث: 395.

② [صحيح] مسند أحمد: 410/5، وسنده صحيح، والسنن الكبرى للبيهقي: 166/2 امام ابن حبان نے: 164/3، حدیث: 1849 میں اسے صحیح کہا ہے اور امام بیہقی نے جید قرار دیا ہے، نیز اس کے متعلق مجمع الزوائد: 110/2 میں ہیثمی فرماتے ہیں: اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور ابن حجر نے بھی التلخيص الحبير: 231/1 میں اسے حسن کہا ہے۔ ③ مزید تحقیق کے لیے دیکھیے راقم الحروف کی کتاب «الكواكب الدرية في وجوب الفاتحة خلف الإمام في الجهرية» (زبیر علیزئی)

④ آمین کا آغاز پہلے امام کرے گا، اس کی آواز سنتے ہی تمام مقتدی حضرات بھی آمین کہیں گے۔ امام سے پہلے یا کچھ دیر بعد میں اونچی آمین کہنا درست نہیں ہے۔ لیکن اگر امام بلند آواز سے آمین نہ کہے تو مقتدی حضرات کو آمین کہہ دینی چاہیے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، امام کی اقتدا پر مقدم ہے۔ (ع،ر)

⑤ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب التأمين وراء الإمام، حديث: 932، وهو حديث »

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ﴾ پڑھتے تو آپ اونچی آواز سے آمین کہتے۔[1]

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی تو اس کے پہلے سب گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''[2]

امام ابن خزیمہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ امام اونچی آواز سے آمین کہے کیونکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی کو امام کی آمین کے ساتھ آمین کہنے کا حکم اسی صورت میں دے سکتے ہیں جب مقتدی کو معلوم ہو کہ امام آمین کہہ رہا ہے۔ کوئی عالم تصور نہیں کر سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، مقتدی کو امام کی آمین کے ساتھ آمین کہنے کا حکم دیں جب کہ وہ اپنے امام کی آمین کو سن نہ سکے۔[3]

نعیم مجمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے مطابق نماز پڑھائی، پھر نعیم اس طریقے کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ انھوں نے

» صحيح، 933 وسنده حسن، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في التأمين، حديث: 248. امام ترمذی نے اسے حسن جبکہ حافظ ابن حجر نے التلخيص الحبير: 236/1 میں اور امام دارقطنی نے: 334/1 میں صحیح کہا ہے۔ ① [حسن] السنن الكبرٰى للبيهقي، الصلاة، باب جهر الإمام بالتأمين: 58/2، حديث : 2452، وصحيح ابن خزيمة، الأذان والإقامة، باب الجهر بآمين، حديث: 571، وسنده حسن لذاته، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 462 میں، امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح البخاري، الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين، حديث: 780، وصحيح مسلم، الصلاة، باب التسميع والتحميد والتأمين، حديث: 410. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس مقتدی نے ابھی سورۂ فاتحہ شروع یا ختم نہیں کی، وہ بھی آمین کہنے میں دوسروں کے ساتھ شریک ہوگا تا کہ اسے بھی گزشتہ گناہوں کی معافی مل جائے، بعد میں وہ اپنی فاتحہ مکمل کر کے دوبارہ آہستہ آمین کہے گا۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر) ③ صحيح ابن خزيمة، الأذان والإقامة، باب الجهر بآمين، حديث: 570.

آمین کہی اور جو لوگ آپ کی اقتدا میں نماز ادا کر رہے تھے، انھوں نے بھی آمین کہی۔ ①

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما اور ان کے مقتدی اتنی بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے کہ مسجد گونج اٹھتی تھی۔ ②

عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا کہ امام جب ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝﴾ کہتا تو لوگوں کے آمین کہنے کی وجہ سے مسجد گونج جاتی۔ ③

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس قدر یہودی سلام اور آمین سے چڑتے ہیں، اتنا کسی اور چیز سے نہیں چڑتے، پس تم کثرت سے آمین کہو۔'' ④

دعا، تعوذ، تسمیہ اور سورۂ فاتحہ پڑھ کر آمین کہہ لینے کے بعد قرآن مجید میں سے جو کچھ یاد ہو، اس میں سے کچھ پڑھیں۔ ⑤

آدابِ تلاوت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ پڑھتے پھر ٹھہر کر ﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝﴾ پڑھتے پھر ٹھہر کر ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ پڑھتے تھے۔'' ⑥

① [صحيح] سنن النسائي، الافتتاح، باب قراءة بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، حديث: 906، وسنده صحيح وأخطأ من ضعفه، امام ابن خزیمہ نے: 499، امام حاکم نے المستدرك: 232/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح البخاري، الأذان، باب جهر الإمام بالتأمين، قبل الحديث: 780، و مصنف عبدالرزاق: 97,96/2، حديث: 2640. امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے بصیغہ جزم ذکر کیا ہے۔ جو ان کے نزدیک اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔ (ع، ر) یہ روایت اپنے شواہد کے ساتھ صحیح ہے۔ ③ المصنف لابن أبي شيبة: 425/2 حديث: 7963 وسنده حسن، والقول المتين في الجهر بالتأمين، ص: 56,53. ④ [صحيح] سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب الجهر بآمين، حديث: 856. وسنده صحيح، امام ابن خزیمہ 1585,574 اور بوصیری نے اسے صحیح کہا ہے۔ ⑤ صحيح البخاري، الأذان، باب أمر النبي ﷺ الذي لا يتم ركوعه بالإعادة، حديث: 793. ⑥ [صحيح] مسند أحمد: 288/6، حديث: 26470، وسنده صحيح.

مذکورہ حدیث کثرت طرق کے ساتھ مروی ہے۔ اس مسئلے میں اسے بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ ائمۂ سلف صالحین کی ایک جماعت ہر آیت پر توقف فرماتی تھی اگر مابعد کی آیت معنی کے لحاظ سے پہلی آیت کے ساتھ متعلق ہوتی تھی، پھر بھی قطع کر کے پڑھتے تھے۔ تلاوت قرآن کا مسنون طریقہ یہی ہے لیکن آج عام قاری حضرات اس طرح تلاوت کرنے سے گریز کرتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نمازی اپنے رب کے ساتھ سرگوشی کرتا ہے۔ اسے خیال کرنا چاہیے کہ وہ کس قسم کی سرگوشی کر رہا ہے اور تم حالت نماز میں قرآن مجید اونچی آواز کے ساتھ تلاوت کر کے اپنے ساتھیوں کو اضطراب میں نہ ڈالو۔''[1]

رسول اللہ ﷺ، اللہ کے حکم کے مطابق آہستہ آہستہ قرآن پاک کی تلاوت فرماتے بلکہ ایک ایک حرف الگ الگ پڑھتے۔ یوں معلوم ہوتا کہ چھوٹی سورت، لمبی سورت سے بھی زیادہ لمبی ہوگئی۔ چنانچہ آپ کا ارشاد ہے: ''حافظ قرآن کو کہا جائے گا: تم قرآن پڑھتے جاؤ اور (جنت کی سیڑھیاں) چڑھتے جاؤ۔ جس طرح تم دنیا میں ترتیل و آہستگی کے ساتھ پڑھا کرتے تھے، اس طرح پڑھتے چلو۔ تمھاری منزل وہاں ہے جہاں تم آخری آیت پڑھو گے۔''[2]

رسول اکرم ﷺ قرآن کو اچھی آواز سے پڑھنے کا حکم فرماتے، اس لیے کہ خوبصورت

---

① [صحیح] الموطأ للإمام مالك، الصلاة، باب العمل في القراءة، حديث: 181 (بیاضی سے مروی ہے)، وسنن أبي داود، الصلاة، باب رفع الصوت بالقراءة في صلاة الليل، حديث: 1332، وسنده صحيح، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1162 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② [حسن] سنن أبي داود، الوتر، باب كيف يستحب الترتيل في القراءة ؟ حديث: 1464، وسنده حسن، وجامع الترمذي، فضائل القرآن، باب إن الّذي ليس في جوفه من القرآن كالبيت الخرب...... حديث: 2914، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 1790 میں اور امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔

آواز کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے میں مزید حسن پیدا ہوتا ہے۔[1]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی کتاب کا علم حاصل کرو۔ اسے ذہن میں محفوظ کرو اور اسے خوبصورت آواز سے پڑھو۔ مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اونٹ کے گھٹنے کی رسی اگر کھول دی جائے تو وہ اتنی تیزی سے نہیں بھاگتا جتنا تیزی سے قرآن پاک حافظے سے نکل جاتا ہے۔''[2]

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ نے کوئی چیز اتنی توجہ سے نہیں سنی جتنی توجہ سے اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین آواز کے ساتھ قرآن (پڑھا) سنا ہے۔''[3]

نماز کی مسنون قراءت

منفرد نمازی سورۂ فاتحہ کے بعد جہاں سے اور جتنا چاہے قرآن مجید پڑھ سکتا ہے، البتہ امام کو نماز پڑھاتے وقت مقتدیوں کے احوال و کوائف کے پیش نظر ضرور اختصار سے کام لینا چاہیے۔

نماز میں سورۂ فاتحہ کے بعد اگرچہ ہم جہاں سے چاہیں قرآن پڑھ سکتے ہیں لیکن یہاں ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قراءت کا ذکر کرتے ہیں کہ آپ کون کون سی سورت کس کس نماز میں پڑھتے تھے۔

① [صحیح] سنن أبي داود، الوتر، باب كيف يستحب الترتيل في القراءة؟ حديث: 1468، وهو حديث صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 660 میں اور ابن خزیمہ نے حديث: 1556,1551 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② [صحيح] سنن الدارمي، فضائل القرآن، باب في تعاهد القرآن، حديث: 3351 وسنده صحيح، 3352، ومسند أحمد: 4/ 150,146. امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 1788 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ③ صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب من لم يتغن بالقرآن، حديث: 5024,5023، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تحسين الصوت بالقرآن، حديث: 792.

سورۂ اخلاص کی اہمیت

ایک انصاری، مسجد قبا میں امامت کراتے تھے۔ ان کا معمول تھا کہ سورۂ فاتحہ کے بعد کوئی دوسری سورت پڑھنے سے پہلے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝﴾ (سورۂ اخلاص) تلاوت فرماتے، ہر رکعت میں اسی طرح کرتے۔ مقتدیوں نے امام سے کہا کہ آپ پہلے ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝﴾ کی تلاوت کرتے ہیں، پھر بعد میں دوسری سورت ملاتے ہیں، کیا ایک سورت تلاوت کے لیے کافی نہیں ہے؟ یا تو صرف اسی کو پڑھا کریں اور اگر ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝﴾ کی تلاوت کافی نہیں تو اسے چھوڑ دیں اور دوسری سورت کی تلاوت کیا کریں۔ امام نے جواب دیا کہ میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝﴾ کی تلاوت نہیں چھوڑ سکتا۔ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مسئلہ پیش کیا تو نبیٔ اکرم ﷺ نے امام سے کہا: ''تم مقتدیوں کی بات کیوں تسلیم نہیں کرتے، اس سورت کو ہر رکعت میں کیوں لازمی پڑھتے ہو؟'' اس نے کہا: مجھے اس سورت کے ساتھ محبت ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس سورت کے ساتھ تیری محبت تجھے جنت میں داخل کرے گی۔''[1]

ایک صحابی نے نبیٔ اکرم ﷺ سے کہا کہ میرا ایک پڑوسی رات کے قیام میں (سورۂ فاتحہ کے بعد) صرف ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝﴾ تلاوت کرتا ہے، دوسری کوئی آیت تلاوت نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! یہ سورت تہائی قرآن کے برابر ہے۔''[2]

نماز جمعہ اور عیدین میں تلاوت

سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دونوں عیدوں اور جمعہ

---

① صحيح البخاري، الأذان، باب الجمع بين السورتين في الركعة……، قبل الحديث: 774م.
حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں سورتوں کو ترتیب سے تلاوت کرنا ضروری نہیں۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر)

② صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝﴾، حديث: 5013.

(کی نمازوں) میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝﴾ پڑھتے تھے۔ سیدنا نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب عید اور جمعہ ایک دن میں جمع ہوتے تو پھر بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دونوں سورتیں دونوں نمازوں میں پڑھتے۔ [1]

عبیداللہ بن ابی رافع سے روایت ہے کہ مروان نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو مدینے کا گورنر مقرر کیا اور خود مکہ چلا گیا۔ وہاں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جمعے کی نماز پڑھائی اور اس میں سورۂ جمعہ اور منافقون پڑھیں اور کہا کہ ان سورتوں کو جمعہ میں پڑھتے ہوئے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید قربان اور عید الفطر میں ﴿قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝﴾ اور ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ پڑھتے تھے۔ [3]

جمعے کے دن نماز فجر میں تلاوت:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کے دن فجر کی نماز میں ﴿الٓمّٓ ۝ تَنْزِيْلُ﴾ پہلی رکعت میں اور ﴿هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ﴾ دوسری رکعت میں پڑھتے تھے۔ [4]

نماز فجر میں تلاوت

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر میں سورۂ ﴿قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝﴾ اور اس کی مانند (کوئی اور سورت) پڑھتے تھے، پھر آپ بعد والی نماز میں تخفیف کرتے تھے۔ [5]

① صحيح مسلم، الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة؟ حديث:878. ② صحيح مسلم، الجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة ؟ حديث: 877. ③ صحيح مسلم، صلاة العيدين، باب ما يقرأ في صلاة العيدين ؟ حديث: 891. ④ صحيح البخاري، الجمعة، باب مايقرأ في صلاة الفجر يوم الجمعة ؟ حديث: 891، وصحيح مسلم، الجمعة، باب ما يقرأ في يوم الجمعة ؟ حديث: 879. ⑤ صحيح مسلم، الصلاة، باب القراء ة في الصبح، حديث: 458.

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں مکہ فتح ہونے کے بعد فجر کی نماز پڑھائی، تو سورۂ مومنون شروع کی یہاں تک کہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر آیا تو نبی اکرم ﷺ کو کھانسی آ گئی اور آپ رکوع میں چلے گئے۔[1]

سیدنا عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز فجر میں ﴿وَالَّيْلِ إِذَا عَسْعَسَ۝﴾ (سورۂ تکویر) پڑھتے سنا۔[2]

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں سفر میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوئے چل رہا تھا۔ آپ (سفر میں) نماز صبح کے لیے اترے تو آپ نے صبح کی نماز میں ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ۝﴾ اور ﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ۝﴾ پڑھی۔[3]

سیدنا معاذ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے نماز فجر میں دونوں رکعتوں میں ﴿إِذَا زُلْزِلَتِ﴾ تلاوت فرمائی۔[4]

رسول اللہ ﷺ فجر کی دونوں سنتوں میں نہایت ہلکی قراءت فرماتے یہاں تک کہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے شبہ گزرتا کہ شاید نبی اکرم ﷺ نے سورۂ فاتحہ بھی نہیں پڑھی۔"[5]

آپ ﷺ سنتوں کی پہلی رکعت میں ﴿قُلْ يَٰٓأَيُّهَا الْكَٰفِرُونَ۝﴾ اور دوسری رکعت میں

① صحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، حديث: 455. ② صحيح مسلم، الصلاة، باب القراء ة في الصبح، حديث: 456. ③ [حسن] سنن النسائي، الافتتاح، باب القراء ة في الصبح بالمعوذتين، حديث: 953، وسنن أبي داود، الوتر، باب في المعوذتين، حديث: 1462، وسنده حسن، امام حاکم نے المستدرك: 240/1 میں، ذہبی نے، ابن خزیمہ نے حدیث:534 میں اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ ④ [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب الرجل يعيد سورة واحدة في الركعتين، حديث: 816، وسنده حسن، امام نووی نے المجموع: 384/3 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ⑤ صحيح البخاري، التهجد، باب ما يقرأ في ركعتي الفجر؟ حديث: 1171، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر......، حديث: (92)-724.

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝﴾ پڑھتے۔[1]

عصر وظہر کی نماز میں قراءت

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر و عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ اور کوئی ایک سورت پڑھتے اور آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتے تھے اور کبھی کبھار ہمیں ایک آدھ آیت (بلند آواز سے پڑھ کر) سنا دیتے تھے۔[2]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر میں ﴿وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝﴾ پڑھتے تھے۔[3] ایک اور روایت میں ہے کہ ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝﴾ اور عصر میں (بھی) اس کی مانند (کوئی سورت) پڑھتے تھے اور فجر میں لمبی سورتیں پڑھتے تھے۔[4]

سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے جس میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہر اور عصر میں ﴿وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝﴾ اور ﴿وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝﴾ پڑھنے کا ذکر ہے۔[5]

① صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر......، حديث: 726.

② صحيح البخاري، الأذان، باب يقرأ في الأخريين بفاتحة الكتاب، حديث: 776، وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الظهر و العصر، حديث:451. یاد رہے کہ صحیح بخاری کے قدیم نسخوں میں کتاب الأذان ایک طویل کتاب ہے جس میں اذان کے علاوہ دیگر موضوعات کی احادیث بھی شامل ہیں بعض جدید نسخوں میں ہر موضوع کی احادیث کو نیا عنوان دے کر الگ کتاب بنا دیا گیا ہے (ابواب وہی ہیں) چنانچہ جدید نسخوں میں بخاری کی یہ حدیث کتاب صفة الصلاة کے عنوان کے تحت اسی قدیم جگہ ملے گی جب کہ قدیم نسخوں میں کتاب الأذان کے عنوان کے تحت اپنی جگہ ملے گی۔ ہم نے دونوں حوالے دے دیے ہیں۔ (ع،ر)

③ صحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، حديث : 459. ④ صحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، حديث : 460. ⑤ [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب قدر القراءة في صلاة الظهر والعصر، حديث: 805، وسنده حسن، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 465 میں اسے صحیح کہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ ظہر کی آخری دونوں رکعتوں میں پندرہ آیات کے برابر قراءت فرماتے۔ ①

معلوم ہوا کہ ظہر کی آخری دونوں رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد قراءت مسنون ہے۔

اور کبھی آپ آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ کی قراءت فرماتے۔ ②

جبکہ نماز عصر کی پہلی دونوں رکعتوں میں ہر رکعت کے اندر 15 آیات تلاوت فرماتے۔ ③

اور آخری دو رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھتے۔ ④

ابو معمر رحمہ اللہ نے سیدنا خباب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا رسول اللہ ﷺ ظہر و عصر میں قراءت کرتے تھے؟ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں، ہم نے کہا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا۔ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ آپ کی داڑھی کی جنبش سے۔ ⑤

معلوم ہوا کہ ظہر و عصر کی نمازوں میں آپ سری (بغیر آواز بلند کیے) قراءت کرتے تھے۔

کبھی آپ کی قراءت طویل ہوتی۔ بعض اوقات ظہر کی جماعت کی اقامت ہو جاتی اور کوئی شخص اپنے گھر سے بقیع قبرستان کی جانب قضائے حاجت کے لیے جاتا، وہاں سے فارغ ہو کر گھر آتا اور وضو کر کے پھر مسجد میں آتا تو ابھی تک نبی اکرم ﷺ پہلی رکعت میں ہوتے۔ ⑥

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ آپ پہلی رکعت کو اتنا لمبا اس لیے فرماتے تھے کہ نمازی پہلی رکعت ہی میں شریک ہو سکیں۔ ⑦

① صحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الظهر والعصر، حديث: 452. ② صحيح البخاري،الأذان، باب يقرأ في الأخريين بفاتحة الكتاب،حديث:776، وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الظهر و العصر، حديث: 451. ③ صحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الظهر والعصر، حديث: 452. ④ صحيح البخاري، الأذان، باب يقرأ في الأخريين بفاتحة الكتاب، حديث: 776، وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الظهر العصر، حديث: 451. ⑤ صحيح البخاري، الأذان، باب من خافت القراءة في الظهر والعصر، حديث:777. ⑥ صحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الظهر والعصر، حديث: 454. ⑦ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب القراءة في الظهر، حديث: 800، وهو ◄◄

نماز مغرب میں قراءت

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورۂ طور پڑھتے سنا۔①

ام فضل رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز مغرب میں سورۂ ﴿وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝﴾ پڑھتے ہوئے سنا۔②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز مغرب سورۂ اعراف کے ساتھ پڑھی اور اس سورت کو دونوں رکعتوں میں متفرق پڑھا۔③

نماز عشاء میں قراءت

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز عشاء میں ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝﴾ پڑھتے ہوئے سنا اور میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوش آواز کسی کو نہیں سنا۔④

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عشاء کی نماز میں سورۂ بقرہ پڑھی۔ مقتدیوں میں سے ایک کھیتی باڑی کا کام کرنے والے نے سلام پھیر دیا۔ پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

«« حدیث صحیح، اس حدیث کی اصل صحیح بخاری، حدیث: 779 اور صحیح مسلم، حدیث: 451، میں موجود ہے۔ ① صحيح البخاري، الأذان، باب الجهر في المغرب، حديث: 765، وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، حديث: 463. ② صحيح البخاري، الأذان، باب القراءة في المغرب، حديث: 763، و صحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في الصبح، حديث: 462. ③ [صحيح] سنن النسائي، الافتتاح، باب القراءة في المغرب «الٓمّٓصٓ»، حديث: 992، وسنده صحيح، امام نووی نے المجموع: 383/4 میں اسے حسن کہا ہے۔ ④ صحيح البخاري، الأذان، باب القراءة في العشاء، حديث: 769، وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، حديث: 464.

میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم لوگ اونٹوں والے ہیں، دن بھر محنت مشقت کرتے ہیں۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ نے پہلے آپ کے ساتھ نماز پڑھی، پھر ہمارے پاس آئے اور انھوں نے عشاء میں سورۂ بقرہ شروع کر دی۔ (مجھ دن بھر کے تھکے ہوئے کو لمبی قراءت سے ملال ہوا) ہادیٔ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: ''تو لوگوں کو نفرت دلاتا ہے اور فتنہ کھڑا کرتا ہے۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہ بات دہرائی۔ پھر فرمایا: ''جب تم جماعت کراؤ تو ﴿وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا۝﴾ اور ﴿وَالَّيْلِ إِذَا يَغْشٰى۝﴾ اور ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى۝﴾ کی تلاوت کرو۔ اس لیے کہ تیرے پیچھے بوڑھے، کمزور اور ضرورت مند (بھی) نماز ادا کرتے ہیں۔''[1]

اس حدیث سے عشاء کی نماز کی قراءت بھی معلوم ہوئی اور ساتھ ہی اس حدیث نے نماز کے اماموں کو بھی متنبہ کر دیا ہے کہ وہ نماز پڑھاتے وقت مقتدیوں کا خاص طور پر خیال رکھیں اور خوب سمجھیں کہ نماز میں مقتدیوں کے حالات کے پیش نظر تخفیف کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

مختلف آیات کا جواب

ہمارے ہاں یہ رواج ہے کہ امام جب بعض مخصوص آیات کی تلاوت کرتا ہے تو وہ اور بعض مقتدی، نماز میں بآواز بلند ان کا جواب دیتے ہیں۔ یہ درست نہیں ہے کیونکہ اس بارے میں کوئی صحیح صریح روایت نہیں ہے۔ ہاں بعض آیات کی تلاوت کے بعد امام یا منفرد قاری اپنے طور پر ان کا جواب دے تو جائز ہے، چنانچہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کی کیفیت بیان کرتے ہیں کہ جب آپ تسبیح والی آیت پڑھتے تو تسبیح کرتے جب سوال والی آیت تلاوت کرتے تو سوال کرتے اور جب تعوذ والی آیت پڑھتے تو اللہ کی پناہ پکڑتے۔[2]

---

① صحيح البخاري، الأذان، باب من شكا إمامه إذا طول، حديث: 705، وصحيح مسلم، الصلاة، باب القراءة في العشاء، حديث: 465. ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، »

﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى ۝﴾ پڑھنے والے کا اس کے بعد جواباً سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَىٰ کہنا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔①

سورۂ غاشیہ کے اختتام پر اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِي حِسَابًا يَّسِيرًا کہنا ثابت نہیں۔

نماز میں شیطانی وسوسے کا علاج

سیدنا عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اے اللہ کے رسول! شیطان میرے درمیان اور میری نماز اور قراءت کے درمیان حائل ہو جاتا ہے اور قراءت میں التباس پیدا کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اس شیطان کا نام «خِنْزَبْ» ہے جب تو اسے محسوس کرے تو اَعُوْذُ بِاللّٰہِ کے (پورے) کلمات پڑھو اور بائیں جانب تین بار تھتکارو (تھوکو، یعنی تھوتھو کرو)۔''

سیدنا عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایسے ہی کیا تو اللہ نے اسے (شیطان کو) مجھ سے دور کر دیا۔②

دوران نماز میں کوئی سوچ آنے پر نماز باطل نہیں ہوتی۔ سیدنا عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عصر پڑھی۔ نماز کے بعد آپ فوراً کھڑے ہو گئے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے ازواج مطہرات میں سے کسی کے پاس تشریف لے گئے، لوگ پریشان ہو گئے، پھر واپس تشریف لائے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے چہروں پر تعجب کے آثار دیکھ کر فرمایا: ''مجھے نماز کے دوران میں یاد آیا کہ ہمارے گھر میں کچھ سونا رکھا ہوا ہے اور مجھے ایک دن یا ایک رات کے لیے بھی اپنے گھر میں سونا رکھنا پسند نہیں،

◄◄ باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، حديث: 772. ① [صحيح] مصنف ابن أبي شيبة : 509,508/2 وأسانيدها صحيحة . ② صحيح مسلم، السلام، باب التعوذ من شيطان الوسوسة في الصلاة، حديث: 2203.

لہٰذا میں نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے۔“[1]

نماز میں رونا

سیدنا عبداللہ بن شخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ نماز میں رونے کی وجہ سے آپ کے سینے سے چکی کے چلنے کی سی آواز آ رہی تھی۔[2]

رفع الیدین

رفع الیدین، یعنی دونوں ہاتھوں کا اٹھانا نماز میں چار جگہ ثابت ہے:

- شروع نماز میں، تکبیر تحریمہ کے وقت
- رکوع میں جانے سے قبل
- رکوع سے اٹھنے کے بعد اور
- تیسری رکعت کی ابتدا میں۔

ان مقامات پر رفع الیدین کرنے کے دلائل درج ذیل ہیں:

- سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«صَلَّيْتُ خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ وَقَالَ أَبُوبَكْرٍ: صَلَّيْتُ خَلْفَ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَكَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا رَكَعَ وَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ»

① صحيح البخاري، الأذان، باب من صلى بالناس فذكر حاجته فتخطاهم، حديث: 851.

② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب البكاء في الصلاة، حديث: 904، وسنده صحيح، وسنن النسائي، السهو، باب البكاء في الصلاة، حديث: 1215. امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 522 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

"میں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، وہ نماز کے شروع میں، رکوع سے پہلے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو اپنے دونوں ہاتھ (کندھوں تک) اٹھاتے تھے اور کہتے تھے: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی نماز کے شروع میں، رکوع سے پہلے اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد (اسی طرح) رفع الیدین کرتے تھے۔"[1]

- سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ لوگوں کو نماز کا طریقہ بتانے کا ارادہ کیا تو قبلہ رخ ہو کر کھڑے ہو گئے اور دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھایا، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہا، پھر رکوع کیا اور اسی طرح (ہاتھوں کو بلند) کیا اور رکوع سے سر اٹھا کر بھی رفع الیدین کیا۔[2]
- سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں، رکوع میں جانے سے پہلے، رکوع سے سر اٹھانے کے بعد اور دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے وقت رفع الیدین کرتے تھے۔[3]
- سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع نماز میں، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اپنے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھایا کرتے تھے۔[4]

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما (خود بھی) شروع نماز میں، رکوع سے پہلے، رکوع کے بعد اور دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے وقت رفع الیدین کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

① [صحیح] السنن الکبرٰی للبیهقي :73/2، وسنده صحیح، امام بیہقی نے کہا کہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ ② الخلافیات للبیهقي، ورجال إسناده معروفون (نصب الرایة: 416,415/1.) اس کی سند حسن ہے۔ دیکھیے نور العینین طبع جدید دسمبر 2007ء ص:190 تا 204. ③ [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب من ذکر أنه یرفع یدیه إذا قام من الثنتین، حدیث: 744، وسنده حسن، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ ④ صحیح البخاري،الأذان، باب رفع الیدین في التکبیرة الأولٰی مع الافتتاح سواءً، حدیث: 735، وصحیح مسلم، الصلاة، باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین......، حدیث: 390.

بھی اسی طرح کرتے تھے۔ [1]

امام بخاری کے استاذ علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بنا پر مسلمانوں پر رفع الیدین کرنا ضروری ہے۔ [2]

- سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ شروع نماز میں رفع الیدین کرتے، پھر جب رکوع کرتے تو رفع الیدین کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور یہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔ [3]
- سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جب آپ نماز شروع کرتے تو اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے، پھر اپنے ہاتھ کپڑے میں ڈھانک لیتے، پھر دایاں ہاتھ بائیں پر رکھتے۔ جب رکوع کرنے لگتے تو کپڑوں سے ہاتھ باہر نکالتے، اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے اور رفع الیدین کرتے، جب رکوع سے اٹھتے تو سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہتے اور رفع الیدین کرتے۔ [4]

وائل بن حجر 9ھ اور 10 ہجری میں (دو مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، لہٰذا ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 10 ہجری تک رفع الیدین کرتے تھے، 11 ہجری میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، لہٰذا آخر عمر تک رفع الیدین کرنا ثابت ہوا۔

- سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک مجمع میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے، جب رکوع میں جاتے، جب رکوع سے سر اٹھاتے اور جب دو

[1] صحیح البخاري، الأذان، باب رفع الیدین إذا قام من الرکعتین، حدیث: 739. [2] التلخیص الحبیر: 218/1، طبع جدید، وهامش صحیح البخاري، درسی نسخہ، ص: 102. [3] صحیح البخاري، الأذان، باب رفع الیدین إذا کبر وإذا رکع وإذا رفع، حدیث: 737، وصحیح مسلم، الصلاة، باب استحباب رفع الیدین......، حدیث: 391. [4] صحیح مسلم، الصلاة، باب وضع یده الیمنٰی علی الیسرٰی......، حدیث: 401.

رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہوتے تو رفع الیدین کرتے تھے۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: تم سچ بیان کرتے ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔ ①

امام ابن خزیمہ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ میں نے محمد بن یحییٰ (الذہلی) رحمہ اللہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ جو شخص حدیثِ ابوحمید رضی اللہ عنہ سننے کے باوجود رکوع میں جاتے اور اس سے سر اٹھاتے وقت رفع الیدین نہیں کرتا تو اس کی نماز ناقص ہے۔ ②

● سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے (ایک دن لوگوں سے) فرمایا کہ کیا میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتاؤں؟ یہ کہہ کر انھوں نے نماز پڑھی۔ جب تکبیر تحریمہ کہی تو رفع الیدین کیا، پھر جب رکوع کیا تو رفع الیدین کیا اور تکبیر کہی، پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہہ کر دونوں ہاتھ (کندھوں تک) اٹھائے، پھر فرمایا: اسی طرح کیا کرو۔ ③

● سیدنا جابر رضی اللہ عنہ جب نماز شروع کرتے، جب رکوع کرتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع الیدین کرتے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی طرح کرتے تھے۔ ④

① [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب افتتاح الصلاة، حديث: 730، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في وصف الصلاة، حديث: 304. امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 491 میں اور امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ② [صحيح] صحيح ابن خزيمة، الأذان والإقامة، باب الاعتدال في الركوع، حديث : 589، وسنده صحيح. ③ [صحيح] سنن الدارقطني، الصلاة، باب الافتتاح و الركوع والرفع منه وقدر ذلك: 292/1، حديث: 16، وسنده صحيح، حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس کے راوی ثقہ ہیں، التلخيص الحبير: 219/1.

④ [حسن] سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب رفع اليدين إذا ركع ......، حديث: 868، وهو حديث حسن، حافظ ابن حجر نے کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ اس کے راوی ابوالزبیر نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ دیکھیے مسند السراج (قلمی، ص: 25، الف مطبوع، حديث: 92 وسنده حسن) بسا اوقات امام جہری نمازوں میں کوئی آیت سجدہ تلاوت کرتا ہے۔ اس صورت میں امام اور مقتدی رکوع سے پہلے سجدۂ تلاوت کرتے ہیں تو اس وقت قیام سے سجدہ میں جاتے ہوئے رفع الیدین نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر)

رفع الیدین نہ کرنے والوں کے دلائل کا تجزیہ

جن احادیث سے رفع الیدین نہ کرنے کی دلیل لی جاتی ہے، ان کا مختصر تجزیہ ملاحظہ فرمائیں:

پہلی حدیث: سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا بات ہے کہ میں تمھیں اس طرح ہاتھ اٹھاتے دیکھتا ہوں گویا کہ وہ سرکش گھوڑوں کی دمیں ہیں۔ نماز میں سکون اختیار کرو۔''①

تجزیہ: اس حدیث میں اس مقام کا ذکر نہیں جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم ہاتھ اٹھا رہے تھے اور آپ ﷺ نے انھیں منع فرمایا۔ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ہی سے صحیح مسلم میں اسی حدیث سے متصل دو روایات اور بھی ہیں جو بات پوری طرح واضح کر رہی ہیں:

● سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جب ہم نماز پڑھتے تو نماز کے خاتمے پر دائیں بائیں اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا: ''تم اپنے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کرتے ہو جیسے شریر گھوڑوں کی دمیں ہلتی ہیں۔ تمھیں یہی کافی ہے کہ تم قعدہ میں اپنی رانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دائیں اور بائیں منہ موڑ کر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ کہو۔''②

● سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز کے خاتمے پر اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ کہتے ہوئے ہاتھ سے اشارہ بھی کرتے تھے، یہ دیکھ کر آپ نے فرمایا تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اپنے ہاتھوں سے اس طرح اشارہ کرتے ہو گویا وہ شریر گھوڑوں کی دمیں ہیں۔ تم نماز سے سلام پھیرتے وقت صرف اپنے ساتھی کی طرف منہ موڑو اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرو۔③

① صحيح مسلم، الصلاة، باب الأمر بالسكون في الصلاة......، حديث: 430. ② صحيح مسلم، الصلاة، باب الأمر بالسكون في الصلاة......، حديث: 431. ③ صحيح مسلم، الصلاة، باب الأمر بالسكون في الصلاة......، حديث: (121)-431.

علامہ نووی رحمہ اللہ ''المجموع'' میں فرماتے ہیں: سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع الیدین نہ کرنے کی دلیل لینا عجیب بات اور سنت سے جہالت کی قبیح قسم ہے کیونکہ یہ حدیث رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت کے رفع الیدین کے بارے میں نہیں بلکہ تشہد میں سلام کے وقت دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کرنے کی ممانعت کے بارے میں ہے۔ محدثین اور جنھیں محدثین کے ساتھ تھوڑا سا بھی تعلق ہے، ان کے درمیان اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ اس کے بعد امام نووی امام بخاری رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اس حدیث سے بعض جاہل لوگوں کا دلیل پکڑنا صحیح نہیں کیونکہ یہ سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے کے بارے میں ہے۔ اور جو عالم ہے وہ اس طرح کی دلیل نہیں پکڑتا کیونکہ یہ معروف ومشہور بات ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں اور اگر یہ بات صحیح ہوتی تو ابتدائے نماز اور عید کا رفع الیدین بھی منع ہو جاتا مگر اس میں خاص رفع الیدین کو بیان نہیں کیا گیا۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، پس ان لوگوں کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ وہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ بات کہہ رہے ہیں جو آپ نے نہیں کہی کیونکہ اللہ فرماتا ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝﴾

''پس ان لوگوں کو جو نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرتے ہیں، اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ انھیں (دنیا میں) کوئی فتنہ یا (آخرت میں) دردناک عذاب پہنچے۔''[1]

دوسری حدیث: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز نہ بتاؤں؟ انھوں نے نماز پڑھی اور ہاتھ نہ اٹھائے مگر پہلی مرتبہ۔[2]

① النور 63:24. ② [ضعيف] سنن أبي داود، الصلاة، باب من لم يذكر الرفع عندالركوع، ◄◄

تجزیہ امام ابوداود رحمہ اللہ اس حدیث کے بعد فرماتے ہیں:

«وَلَيْسَ هُوَ بِصَحِيحٍ عَلَى هٰذَا اللَّفْظِ»

''یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ صحیح نہیں ہے۔''[1]

جبکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے:

«وَلَمْ يَثْبُتْ حَدِيثُ ابْنِ مَسْعُودٍ: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ لَمْ يَرْفَعْ [يَدَيْهِ] إِلَّا فِي أَوَّلِ مَرَّةٍ»

''سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ترک رفع الیدین کی حدیث ثابت نہیں ہے۔''[2]

اس روایت میں سفیان ثوری مدلس ہیں اور عن سے روایت کرتے ہیں۔ مُدلِّس کی عن والی روایت تفرد کی صورت میں ضعیف ہوتی ہے۔ مشہور محدث شیخ المعلمی الیمانی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب التنکیل میں اس روایت کو سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے معلول (ضعیف) قرار دیا ہے۔[3]

تیسری حدیث: سیدنا براء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ جب نماز شروع کرتے تو دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاتے، «ثُمَّ لَا يَعُودُ» پھر نہیں اٹھاتے تھے۔[4]

، حدیث: 748، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء أن النبي ﷺ لم يرفع إلا في أول مرة، حدیث: 257. اس روایت کی سند سفیان ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ① سنن أبي داود، الصلاة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع، بعد الحديث: 748. سنن ابی داود کے بعض نسخوں میں یہ تبصرہ موجود نہیں لیکن مشكاة المصابيح، التمهيد اور دوسری بہت سی کتابوں میں یہ تبصرہ موجود ہے، لہٰذا اس کا انکار صحیح نہیں۔

② اس قول کی سند عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ تک صحیح ہے۔

③ دیکھیے التنکیل: 25/2 (ز۔ع) ④ [ضعیف] سنن أبي داود، الصلاة، باب من لم يذكر الرفع عند الركوع، حدیث: 749. یہ روایت یزید ابی زیاد ضعیف کے ضعف اور اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تجزیہ: نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اسے سفیان بن عیینہ، امام شافعی، امام بخاری کے استاد امام حمیدی اور امام احمد بن حنبل جیسے ائمہ حدیث رحمہم اللہ نے ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ یزید بن ابی زیاد پہلے «لَا یَعُودُ» نہیں کہتا تھا، اہل کوفہ کے پڑھانے پر اس نے یہ الفاظ بڑھا دیے۔ مزید برآں یزید بن ابی زیاد ضعیف اور شیعہ بھی تھا۔ آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا «تقریب» نیز یہ مدلس بھی تھا۔

علاوہ ازیں رفع الیدین کی احادیث اولیٰ ہیں کیونکہ وہ مثبت ہیں اور نافی پر مثبت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

بعض لوگ دلیل دیتے ہیں کہ منافقین آستینوں اور بغلوں میں بت رکھ کر لاتے تھے بتوں کو گرانے کے لیے رفع الیدین کیا گیا، بعد میں چھوڑ دیا گیا۔ لیکن کتب احادیث میں اس کا کہیں کوئی ثبوت نہیں ہے، البتہ یہ قول جہلاء کی زبانوں پر گھومتا رہتا ہے۔[1]

[1] درج ذیل حقائق اس قول کی کمزوری واضح کر دیتے ہیں:

- مکہ میں بت تھے مگر جماعت فرض نہیں تھی۔ مدینہ میں جماعت فرض ہوئی مگر بت نہیں تھے، پھر منافقین مدینہ کن بتوں کو بغلوں میں دبائے مسجدوں میں چلے آتے تھے۔
- تعجب ہے کہ جاہل لوگ اس گپ کو صحیح مانتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب بھی مانتے ہیں، حالانکہ اگر آپ عالم الغیب ہوتے تو رفع الیدین کروانے کے بغیر بھی جان سکتے تھے کہ فلاں فلاں شخص مسجد میں بت لے آیا ہے۔
- بت ہی گرانے تھے تو یہ، تکبیر تحریمہ کہتے وقت جو رفع الیدین کی جاتی ہے اس سے اور اسی طرح رکوع اور سجود کے دوران بھی گر سکتے تھے، اس کے لیے الگ سے رفع الیدین کی سنت جاری کرنے کی قطعًا ضرورت نہیں تھی۔
- منافقین بھی کس قدر بیوقوف تھے کہ بت جیبوں میں بھر لانے کی بجائے انھیں بغلوں میں دبا لائے۔
- یقینًا جاہل لوگ اور ان کے پیشوا یہ بتانے سے قاصر ہیں کہ ان کے بقول اگر رفع الیدین کے دوران میں منافقین کی بغلوں سے بت گرے تھے تو پھر آپ نے انھیں کیا سزا دی تھی؟

دراصل یہ کہانی محض خانہ ساز افسانہ ہے جس کا حقیقت کے ساتھ ادنیٰ سا تعلق بھی نہیں ہے۔ (ع، ر)

یہ بھی دلیل دی جاتی ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع الیدین کیا تھا اور بعد میں چھوڑ دیا۔ حالانکہ ایسی کوئی روایت ثابت نہیں ہے۔ ①

اسی طرح اس سلسلے میں ایک اور روایت بھی پیش کی جاتی ہے کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر وسیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی یہ لوگ شروع نماز کے علاوہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

① دیکھیے نور العینین، ص: 155,154، نصب الرایۃ: 404/1، لیکن یہ روایت بھی مرسل اور ضعیف ہے۔ تحقیق تو یہ ہے کہ مسئلہ رفع الیدین میں نسخ ہوا ہی نہیں ہے کیونکہ نسخ ہمیشہ وہاں ہوتا ہے جہاں ① دو حدیثیں آپس میں ٹکراتی ہوں۔ ② دونوں مقبول ہوں۔ ③ ان کا کوئی مشترکہ مفہوم نہ نکلتا ہو۔ ④ دلائل سے ثابت ہو جائے کہ ان دونوں میں سے فلاں پہلے دور کی ہے اور فلاں بعد میں ارشاد فرمائی گئی، تب بعد والی حدیث، پہلی حدیث کو منسوخ کر دیتی ہے۔

مگر یہاں رفع الیدین کرنے کی احادیث زیادہ بھی ہیں اور صحیح ترین بھی، جبکہ نہ کرنے کی احادیث کم بھی ہیں اور کمزور بھی (ان پر محدثین کی جرح ہے) اب نہ تو مقبول اور مردود احادیث کا مشترکہ مفہوم اخذ کرنا جائز ہے اور نہ ہی مردود احادیث سے مقبول احادیث کو منسوخ کیا جا سکتا ہے۔

اگر بفرض محال اس مسئلہ میں نسخ کا دعویٰ تسلیم کر لیا جائے تو بھی قرائن شہادت دیتے ہیں کہ رفع الیدین کرنا منسوخ نہیں بلکہ نہ کرنا منسوخ ہے کیونکہ ① صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے حیات طیبہ کے آخری حصے (9ھ اور 10ھ) میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے رفع الیدین کرنا روایت کیا ہے۔ ② صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم عہد نبوت کے بعد بھی رفع الیدین کے قائل و فاعل رہے۔ ③ کہا جاتا ہے کہ چاروں ائمہ برحق ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو ان چار میں سے تین رفع الیدین کے قائل ہیں۔ ④ جن محدثین کرام رحمہم اللہ نے رفع الیدین کی احادیث کو اپنی مختلف مقبول سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، ان میں سے کسی نے یہ تبصرہ نہیں کیا کہ رفع الیدین منسوخ ہے، ثابت ہوا کہ صحابہ و تابعین اور فقہاء و محدثین رحمہم اللہ کے نزدیک رفع الیدین منسوخ نہیں بلکہ سنت نبوی ہے اور ظاہر ہے کہ سنت چھوڑنے کے لیے نہیں، اپنانے کے لیے ہوتی ہے۔ اب جو شخص ایک غیر معصوم امتی کے عمل کو سنت نبوی پر ترجیح دیتا ہے اور سنت کو عمداً ہمیشہ چھوڑے ہوئے ہے اسے حب رسول کا دعویٰ کرنا جچتا نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت دے۔ آمین۔ (ع، ر)

امام بیہقی (2/79,80) اور دار قطنی فرماتے ہیں کہ اس کا راوی محمد بن جابر ضعیف ہے۔ بلکہ بعض علماء (ابن جوزی، ابن تیمیہ وغیرہما) نے اسے موضوع کہا ہے۔ (یہ روایت سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ نہیں ہے بلکہ کسی نے خود تراش کر ان کی طرف منسوب کر دی ہے) لہٰذا ایسی روایات پیش کرنا جائز نہیں ہے۔

خلاصۂ بحث: رفع الیدین کی احادیث بکثرت اور صحیح ترین اسناد سے مروی ہیں۔ رفع الیدین نہ کرنے کی احادیث معناً یا سنداً ثابت نہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل علم کے نزدیک کسی ایک صحابی سے بھی عدم رفع الیدین ثابت نہیں ہے۔ (جزء رفع الیدین: 40)

رکوع کا بیان

رکوع میں جاتے وقت اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر دونوں ہاتھ کندھوں (یا کانوں) تک اٹھائیں۔ جیسا کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے:

«كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلَاةَ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوعِ»

”نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے اور جب رکوع کے لیے تکبیر کہتے تو اپنے دونوں ہاتھ کاندھوں تک اٹھاتے تھے۔“ [1]

- رکوع میں پیٹھ (پشت) بالکل سیدھی رکھیں اور سر کو پیٹھ کے برابر، یعنی سر نہ تو اونچا ہو اور نہ نیچا اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر رکھیں۔ [2]
- دونوں ہاتھوں (بازوؤں) کو تان کر رکھیں، ذرا خم نہ ہو۔ گھٹنوں کو مضبوط تھامیں۔ [3]

① صحيح البخاري، الأذان، باب رفع اليدين في التكبيرة الأولى مع الافتتاح سواء، حديث: 735، وصحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب رفع اليدين حذو المنكبين......، حديث: 390. ② صحيح مسلم، الصلاة، باب مايجمع صفة الصلاة......، حديث: 498، ہتھیلیوں کے مسئلے کے لیے دیکھیے سنن النسائي، التطبيق، باب مواضع الراحتين في الركوع، حديث: 1037، اس کی سند حسن ہے۔ ③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب افتتاح الصلاة، ««

- رکوع کی حالت میں نبی ٔاکرم ﷺ کی ہتھیلیاں آپ کے گھٹنوں پر یوں رکھی ہوتی تھیں جیسا کہ آپ نے گھٹنوں کو پکڑا ہوا ہو۔[1]
- رکوع کی حالت میں نبی ٔاکرم ﷺ اپنی کہنیوں کو پہلوؤں سے دور رکھتے تھے۔[2]

رکوع کی دعائیں

- سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں فرماتے:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ

”میرا رب عظیم (ہر عیب سے) پاک ہے۔“[3]

- نبی ٔاکرم ﷺ رکوع میں یہ دعا بھی پڑھتے تھے:

سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَآ إِلٰهَ إِلَّآ أَنْتَ

”اے اللہ! تیرے ہی لیے پاکی اور تعریف ہے، تیرے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں ہے۔“[4]

- سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی ٔاکرم ﷺ اپنے رکوع میں اکثر کہتے تھے:

»» حدیث: 734، وهو حديث صحيح، امام ترمذی نے حدیث: 304 میں اور نووی نے المجموع: 407/3 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ① [حسن] جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء أنه يجافي يديه، عن جنبيه في الركوع، حديث: 260، وسنده حسن، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔
② [حسن] جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء أنه يجافي يديه، عن جنبيه في الركوع، حديث: 260. وسنده حسن ③ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، حديث: 772.
آپ ﷺ اس کا حکم دیتے تھے کہ رکوع میں سبحان ربی العظیم پڑھیں۔ دیکھیے سنن أبي داود، حديث: 869 وسنده صحيح، وصححه ابن خزيمة: 670,601 وابن حبان (الإحسان: 1895)، والحاكم: 225,1، 477/2 یمون بن مہران تابعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ رکوع و سجود میں تین تسبیحات سے کم نہیں پڑھنی چاہئیں۔ دیکھیے مصنف ابن أبي شيبة: 250/1، حديث: 2571، وسنده حسن.
④ صحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود ؟ حديث: 485.

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي

"اے ہمارے پروردگار اللہ! تو پاک ہے، ہم تیری تعریف بیان کرتے ہیں۔ یاالٰہی! مجھے بخش دے۔"[1]

- سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں کہتے تھے:

سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوحِ

"فرشتوں اور روح (جبریل) کا پروردگار نہایت پاک ہے۔"[2]

- سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع میں کہتے تھے:

سُبْحَانَ ذِي الْجَبَرُوتِ وَالْمَلَكُوتِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْعَظَمَةِ

"قہر (غلبے)، بادشاہی، بڑائی اور بزرگی کا مالک اللہ، (نہایت ہی) پاک ہے۔"[3]

- سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رکوع میں یہ پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ رَكَعْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ خَشَعَ سَمْعِي وَبَصَرِي وَمُخِّي وَعَظْمِي وَعَصَبِي

"اے اللہ! میں تیرے آگے جھک گیا، تجھ پر ایمان لایا، تیرا فرمانبردار ہوا، میرا کان، میری آنکھ، میرا مغز، میری ہڈی اور میرے پٹھے تیرے آگے عاجز بن گئے۔"[4]

① صحيح البخاري، الأذان، باب الدعاء في الركوع، حديث: 794، وصحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود ؟ حديث: 484. ② صحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود ؟ حديث: 487. ③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده ؟ حديث: 873. اس کی سند صحیح ہے، دیکھیے نيل المقصود، اور مرعاة المفاتيح، حديث: 887. ④ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، حديث: 771.

اطمینان، نماز کا رکن ہے

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے۔ اس شخص نے نماز پڑھی اور (رکوع، سجود، قومے اور جلسے کی رعایت نہ کی اور جلدی جلدی نماز پڑھ کر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا۔ آپ نے فرمایا: ''وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ واپس جا کر پھر نماز پڑھ، اس لیے کہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' وہ گیا، پھر نماز پڑھی (جس طرح پہلے بے قاعدہ پڑھی تھی)۔ پھر آیا اور سلام کیا، آپ نے پھر فرمایا: ''وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ جا، پھر نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز نہیں پڑھی۔'' اس شخص نے تیسری یا چوتھی بار (بے قاعدہ) نماز پڑھنے کے بعد کہا: آپ مجھے (نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ) سکھا دیں تو آپ نے فرمایا: ''جب تو نماز کے ارادے سے اٹھے تو پہلے خوب اچھی طرح وضو کر، پھر قبلہ رخ کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہہ، پھر قرآن مجید میں سے جو تیرے لیے آسان ہو پڑھ، پھر رکوع کر یہاں تک کہ اطمینان سے رکوع (پورا) کر، پھر (رکوع سے) سر اٹھا یہاں تک کہ (قومے میں) سیدھا کھڑا ہو جا، پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ (مکمل) کر، پھر اطمینان سے اپنا سر اٹھا اور (جلسے میں) بیٹھ جا، پھر سجدہ کر یہاں تک کہ اطمینان سے سجدہ (پورا) کر، پھر (سجدے سے) اپنا سر اٹھا اور (دوسری رکعت کے لیے) سیدھا کھڑا ہو جا، پھر اس طرح اپنی تمام نماز پوری کر۔''[1]

اس حدیث میں جس نمازی کا ذکر ہے وہ رکوع اور سجود بہت جلدی جلدی کرتا تھا، قومہ اور جلسہ اطمینان سے ٹھہر ٹھہر کر نہیں کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار اسے فرمایا کہ پھر نماز پڑھ کیونکہ تو نے نماز پڑھی ہی نہیں۔ آپ نے ان ارکان کی ادائیگی میں عدم اطمینان کو نماز

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب أمر النبي ﷺ الذي لايتم ركوعه بالإعادة، حديث: 793، وصحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراء ة الفاتحة في كل ركعة......، حديث :397.

کے باطل ہونے کا سبب قرار دیا ہے۔

سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''آدمی کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک رکوع اور سجدے میں اپنی پیٹھ درست نہ رکھے۔''[1]

اللہ اکبر! کس قدر خوف کا مقام ہے، آہ! ہماری غیر مسنون نمازوں کا کیا حشر ہوگا۔ ہمیں نماز کو تکبیر اولیٰ سے لے کر سلام پھیرنے تک مسنون طریقے سے ادا کرنا چاہیے۔

سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز میں شامل ہوئے، اس وقت آپ رکوع میں تھے۔ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے صف میں پہنچنے سے پہلے ہی رکوع کر لیا اور اسی حالت میں چل کر صف میں پہنچے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بتائی گئی تو آپ نے فرمایا: ''اللہ تیرا شوق زیادہ کرے، آئندہ ایسا نہ کرنا۔''[2]

① [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب صلاة من لا يقيم صلبه في الركوع والسجود، حديث: 855، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في من لا يقيم صلبه في الركوع و السجود، حديث: 265. امام ترمذی نے اور ابن حبان نے الموارد، حدیث: 501 میں اسے صحیح کہا ہے۔

② صحيح البخاري، الأذان، باب إذا ركع دون الصف، حديث: 783: بعض لوگ اس حدیث سے یہ نکتہ نکالتے ہیں کہ اگر نمازی حالت رکوع میں امام کے ساتھ شامل ہو تو وہ اسے رکعت شمار کرے گا کیونکہ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ نے رکعت نہیں دہرائی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایسا کرنے کا حکم دیا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایسے شخص کے لیے قیام ضروری ہے نہ قراءتِ فاتحہ۔

یہ مؤقف محل نظر ہے کیونکہ (1) نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رکعت لوٹانے کا حکم دیا تھا یا نہیں۔ یا انھوں نے ازخود رکعت لوٹائی تھی یا نہیں۔ اس کے متعلق حدیث خاموش ہے، اس ضمن میں جو کچھ بھی کہا جاتا ہے، وہ محض ظن واحتمال کی بنیاد پر کہا جاتا ہے۔ (2) اس کے برعکس ایسے صریح دلائل موجود ہیں جو (ہر صاحب استطاعت کے لیے) قیام اور قراءتِ فاتحہ دونوں کو لازم قرار دیتے ہیں۔ (3) قاعدہ یہ ہے کہ جب احتمال اور صراحت آمنے سامنے آ جائیں تو احتمال چھوڑ دیا جائے گا اور صراحت پر عمل کیا جائے گا۔ (4) سیدھی سی بات ہے کہ اس حدیث شریف کا مرکزی نکتہ سیدنا ابو بکرہ رضی اللہ عنہ کا یہ فعل ہے کہ پہلے وہ حالت رکوع میں امام کے ساتھ »

قومے کا بیان

رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع الیدین کرتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جائیں۔

›› شامل ہوئے، پھر اسی کیفیت میں آگے بڑھتے ہوئے صف میں داخل ہوئے، آپ ﷺ نے انھیں اسی فعل سے روکا تھا۔ جماعت میں شامل ہونے کا شوق بجا مگر اس شوق کی تکمیل کا یہ طریقہ بہرحال مستحسن نہ تھا۔ لہٰذا اس حدیث کو اس کے اصل نکتے سے ہٹا کر قیام اور قراءتِ فاتحہ سے خالی رکعت کے جواز پر لانا درست معلوم نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر)

اس سلسلے میں ایک استدلال یہ بھی سامنے آیا ہے کہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کا موقع و محل چونکہ قیام ہے، لہٰذا صرف وہی نمازی سورۂ فاتحہ پڑھے گا جس نے امام کو حالت قیام میں پایا اور جس نے اسے حالت رکوع میں پایا، اس کے حق میں سورۂ فاتحہ کی قراءت ساقط ہو جائے گی کیونکہ اس کے لیے اس کی قراءت کا موقع و محل باقی نہیں رہا۔ یہ استدلال بھی محل نظر ہے، نقل و عقل دونوں اس کا انکار کرتے ہیں، مثلاً:

- امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری کتاب الأذان میں ایک باب (95) یوں قائم کیا ہے: «بَابُ وُجُوبِ الْقِرَاءَةِ لِلْإِمَامِ وَالْمَأْمُومِ فِي الصَّلَوَاتِ كُلِّهَا فِي الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ وَمَا يُجْهَرُ فِيهَا وَمَا يُخَافَتُ» ”نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا ہر نمازی پر واجب ہے، خواہ امام ہو یا مقتدی، مقیم ہو یا مسافر، نماز سری ہو یا جہری۔“
- رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: «لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ»(صحيح البخاري، الأذان، باب وجوب القراء ة للإمام والمأموم......، حديث: 756، وصحيح مسلم الصلاة، باب وجوب قراء ة الفاتحة......، حديث: 394): ”جس نے (نماز میں) سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز ہی نہیں۔“ اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک رکعت میں بھی سورۂ فاتحہ رہ جائے تو ساری نماز نہیں ہوتی کیونکہ سورۂ فاتحہ پڑھنا نماز کا رکن ہے اور رکن کسی بھی مقام سے رہ جائے، نماز ناقص ہو جاتی ہے، جیسا کہ صحیح مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے تین بار فرمایا: «مَنْ صَلّٰى صَلَاةً لَّمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فَهِيَ خِدَاجٌ ثَلَاثًا غَيْرُ تَمَامٍ»صحيح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراء ة الفاتحة في كل ركعة، حديث:(41)-395: ”جس نے نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی، اس کی نماز ناقص و نامکمل ہے۔“ (بالکل اسی طرح جیسے ایک حاملہ اونٹنی وقت سے کچھ ماہ قبل اپنا ناقص الخلقت بچہ گرا دے تو وہ کسی کام کا نہیں ہوتا اسی کو عربی میں [خداج] کہتے ہیں۔) اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص نے ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ نہیں ››

(بخاری و مسلم، اس کی تخریج تفصیل سے گزر چکی ہے۔)

● اگر آپ امام یا منفرد ہیں تو رکوع سے قومے کے لیے کھڑے ہوتے وقت یہ پڑھیں:

« پڑھی اس کی کم از کم وہ رکعت تو ناقص ہوگی اور یہ تو ممکن ہی نہیں کہ کسی شخص کی ایک رکعت تو ناقص ہو اور باقی نماز مکمل ہو۔

● حدیث «لَا صَلَاةَ» میں «لَا» نفیٔ جنس کا ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس رکعت میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی گئی، وہ رکعت نماز کی جنس سے نہیں ہے (لہٰذا نماز ناقص ہوئی)۔

● ارشاد نبوی ہے: «لَا تُجْزِیءُ صَلَاةٌ لَّا یُقْرَأُ فِیهَا بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ» صحیح ابن حبان: 1789، وسنده صحیح، وسنن الدار قطني: 322/1. اس حدیث میں [لَا تُجْزِیءُ] کا معنی ہے [لَا تَکْفِي وَلَا تَصِحُّ] یعنی جو شخص نماز میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی نماز صحیح ہوگی نہ اسے کفایت کرے گی۔ اب جس رکعت میں فاتحہ نہیں پڑھی گئی کم از کم وہ رکعت تو صحیح نہ رہی۔ اس لیے اسے صحیح کرنے کے لیے ضروری ہے کہ وہ رکعت سورۂ فاتحہ سمیت دوبارہ پڑھی جائے۔

● حدیث قدسی ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میں نے اپنے اور اپنے بندے کے درمیان نماز (نصف، نصف) تقسیم کر دی ہے۔ ......'' دیکھیے صحیح مسلم، الصلاة، باب وجوب قراءة الفاتحة، حدیث: 395. حدیث کے مطابق یہاں نماز سے مراد سورۂ فاتحہ ہے جس کا نصف اول اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، بزرگی، بڑائی، توحید اور عبادت پر مشتمل ہے جبکہ نصف ثانی بندے کی دعاؤں پر مشتمل ہے۔ جب بندہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھ رہا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کی قبولیت کا اعلان فرماتے ہیں۔ لیکن جو نمازی ایک رکعت میں سورۂ فاتحہ نہیں پڑھتا، اس کی وہ رکعت اللہ کے اس انعام عظیم سے محروم رہتی ہے۔

● تندرست اور صاحب استطاعت آدمی کے لیے نماز میں قیام کرنا ضروری ہے جس طرح رکوع یا سجدے کے بغیر نماز نہیں ہوتی، اسی طرح قیام یا فاتحہ کے بغیر بھی اس کی نماز نہیں ہوتی، لہٰذا یہ کہنا قرین انصاف نہیں ہے کہ ''جس نے امام کو حالت رکوع میں پایا اس کے حق میں سورۂ فاتحہ کی قراءت ساقط ہو جائے گی کیونکہ اس کے لیے اس کی قراءت کرنے کا موقع و محل باقی نہیں رہا۔'' اس کے برعکس یوں کہنا چاہیے چونکہ اس شخص کی نماز سے دو اہم رکن (قیام اور فاتحہ) رہ گئے ہیں، لہٰذا اسے یہ رکعت دوبارہ پڑھنی چاہیے۔

● معروف ارشاد نبوی ہے: «صَلِّ مَا أَدْرَکْتَ وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ» صحیح مسلم، المساجد، باب استحباب إتیان الصلاة بوقار وسکینة......، حدیث: (154)-602. ''جو نماز تو امام کے ساتھ پالے »

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ

''اللہ نے اس کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی۔''[1]

اگر مقتدی ہیں تو یہ کہیں:

رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ

''اے ہمارے رب! تیرے ہی واسطے تعریف ہے، بہت زیادہ، پاکیزہ اور بابرکت تعریف۔''

یہ قصہ سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ایک دن نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ نے رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهُ پس ایک مقتدی نے کہا: رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيهِ پھر جب آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''بولنے والا کون تھا؟'' (کس نے یہ کلمے پڑھے

<< اسے اس کے ساتھ پڑھ اور جو تجھ سے سبقت لے گئی اس کی قضا دے۔'' تو جو شخص ایک رکعت کا قیام نہیں پا سکا، ظاہر بات ہے کہ قیام اس سے سبقت لے گیا ہے، لہٰذا وہ فرمان نبوی: [وَاقْضِ مَا سَبَقَكَ] کا شرعاً مامور ہے اور اس حکم کی تعمیل کا اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ ہی نہیں ہے کہ وہ اس رکعت کو دوبارہ پڑھے جس سے اس کا قیام اور فاتحہ رہ گئی ہے۔

● ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ﴾ الحشر: 7:59، یعنی ''رسول اللہ ﷺ جو کچھ تمھیں دیں، لے لو۔'' جبکہ آپ کا یہ بھی فرمان ہے: «صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّي» صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان للمسافرين، حديث: 631. ''اسی طرح نماز پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔'' اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی ایسی نماز نہیں پڑھی اور نہ اپنی امت کو سکھائی ہے جس کی کسی رکعت میں قیام اور سورۂ فاتحہ نہ ہو۔

ان مذکورہ دلائل سے معلوم ہوا کہ قیام اور سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (ع،ر)

① صحيح البخاري، الأذان، باب فضل اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، حديث: 796، وصحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع؟ حديث: 476 و 478.

ہیں؟) ایک شخص نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں نے تیس سے زائد فرشتے دیکھے جو ان کلمات کا ثواب لکھنے میں جلدی کر رہے تھے۔“①

● سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ رکوع سے اٹھتے تو (قومے میں یہ دعا) پڑھتے:

سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ، اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ

”اللہ نے سن لی اس (بندے) کی بات جس نے اس کی تعریف کی، اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے آسمانوں کے بھراؤ کے برابر، زمین کے بھراؤ کے برابر اور ہر اس چیز کے بھراؤ کے برابر جو تو چاہے۔“②

● سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب رکوع سے اپنا سر اٹھاتے تو یہ دعا پڑھتے:

رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، اَهْلَ الثَّنَآءِ وَالْمَجْدِ ، اَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ ، اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

”اے ہمارے پروردگار! ہر قسم کی تعریف صرف تیرے لیے ہے آسمانوں کے بھراؤ کے برابر اور زمین کے بھراؤ کے برابر اور ہر اس چیز کے بھراؤ کے برابر جو تو چاہے اور اے تعریف و بزرگی والے! بندے نے جو تیری تعریف اور بزرگی کی وہ تیرے ہی لائق ہے اور ہم سب تیرے ہی بندے ہیں، اے اللہ! کوئی روکنے والا

① صحيح البخاري، الأذان، باب: 126، حديث: 799. ② صحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقول إذا رفع رأسه من الركوع؟ حديث: 478,476.

نہیں اس چیز کو جو تو نے دی اور کوئی دینے والا نہیں اس چیز کو جو تو نے روک دی اور دولت مند (صاحب نصیب) کو یہ (نصیب اور) دولت مندی تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔“[1]

نیز رسول اللہ ﷺ قومے میں کبھی یہ دعا بھی فرماتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَاءِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ، اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِي بِالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَالْمَاءِ الْبَارِدِ اَللّٰهُمَّ طَهِّرْنِي مِنَ الذُّنُوبِ وَالْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْوَسَخِ

”اے اللہ! تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے آسمانوں کے بھراؤ کے برابر اور زمین کے بھراؤ کے برابر اور ہر اس چیز کے بھراؤ کے برابر جو تو چاہے، اے اللہ! مجھے برف، اولے اور ٹھنڈے پانی کے ساتھ پاک کر دے، اے اللہ! مجھے گناہوں اور خطاؤں سے ایسے پاک کر دے جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے۔“[2]

تنبیہ: بہت سے لوگوں کو قومے کا علم نہیں کہ یہ کیا ہے۔ واضح ہو کہ رکوع سے اٹھنے کے بعد اطمینان سے سیدھا کھڑا رہنے کو قومہ کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے رہتے اور بڑے اطمینان سے قومے کی دعا پڑھتے تھے۔

سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا رکوع اور سجدہ اور دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا اور رکوع سے (اٹھ کر قومے میں) کھڑا ہونا برابر ہوتا تھا، سوائے قیام کے اور (تشہد بیٹھنے کے (یہ چاروں چیزیں: رکوع، سجدہ، جلسہ اور قومہ طوالت میں تقریباً برابر ہوتی تھیں۔)[3]

---

① صحیح مسلم، الصلاة، باب مایقول إذا رفع رأسه من الرکوع؟ حدیث: 477. ② صحیح مسلم، الصلاة، باب مایقول إذا رفع رأسه من الرکوع؟ حدیث: (204)-476. گناہوں کا نتیجہ چونکہ آگ ہے، اس لیے برف، اولوں اور ٹھنڈے پانیوں سے گناہ دھلوانے کی دعا کی جا ››

بعض اوقات آپ ﷺ کا قومہ بہت لمبا ہوتا تھا۔ انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ اس قدر لمبا قومہ کرتے کہ ہم کہتے کہ آپ بھول گئے ہیں۔[1]

سجدے کے احکام

- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَبْرُكْ كَمَا يَبْرُكُ الْبَعِيرُ وَلْيَضَعْ يَدَيْهِ قَبْلَ رُكْبَتَيْهِ»

''جب تم میں سے کوئی سجدہ کرے تو اونٹ کی طرح نہ بیٹھے بلکہ اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھے۔''[2]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی (درج ذیل) حدیث اس پر شاہد ہے: نافع رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے ہاتھ گھٹنوں سے پہلے رکھتے اور فرماتے کہ رسول اللہ ﷺ ایسا ہی کرتے تھے۔[3]

»» رہی ہے۔ واللہ اعلم۔ (ع،ر) ③ صحيح البخاري، الأذان، باب حد إتمام الركوع والاعتدال فيه......، حديث: 792، وصحيح مسلم، الصلاة، باب اعتدال أركان الصلاة وتخفيفها في تمام، حديث: 471.

① صحيح مسلم، الصلاة، باب اعتدال أركان الصلاة وتخفيفها، حديث: 473. مگر افسوس کہ آج مسلمان قومہ لمبا کرنا تو درکنار، پیٹھ سیدھی کرنا بھی گوارہ نہیں کرتے، فوراً سجدہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ''یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقت قیام آیا'' اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔ آمین۔ (ع،ر)

② [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب كيف يضع ركبتيه قبل يديه؟ حديث: 840، وسنده حسن، نووی نے المجموع: 421/3 میں اس کی سند کو جید کہا ہے۔ ③ [حسن] صحيح ابن خزيمة، الأذان والإقامة، باب ذكر خبر روي عن النبي ﷺ في بدئه وضع اليدين قبل الركبتين ......، حديث: 627، وسنده حسن، و المستدرك للحاكم، الصلاة، باب التأمين: 226/1، حديث: 821. امام حاکم، ذہبی اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔

گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھنے کو امام اوزاعی، مالک، احمد بن حنبل اور شیخ احمد شاکر رحمۃ اللہ علیہم وغیرہم نے اختیار کیا ہے۔ ابن ابو داود نے بھی کہا: میرا رجحان حدیث سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی طرف ہے کیونکہ اس بارے میں صحابہ اور تابعین سے بہت سی روایات ہیں۔

- سجدے میں پیشانی اور ناک زمین پر ٹکائیں۔①
- سجدے میں دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر رکھیں۔②
- سجدے میں دونوں ہاتھ کانوں کے برابر رکھنا بھی درست ہے۔③
- سجدے میں دونوں ہتھیلیاں اور دونوں گھٹنے زمین پر خوب ٹکائیں۔④
- نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی نماز نہیں جس کی ناک پیشانی کی طرح زمین پر نہیں لگتی۔''⑤
- پاؤں کی انگلیوں کے سرے قبلے کی طرف مڑے ہوئے رکھیں⑥ اور دونوں قدم بھی کھڑے رکھیں۔⑦

① صحيح البخاري،الأذان، باب السجود على الأنف، حديث: 812، وصحيح مسلم، الصلاة، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر......، حديث:490. ② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب افتتاح الصلاة، حديث: 734، وهو حديث صحيح، امام ابن خزیمہ نے حدیث:640 میں اور ترمذی نے حدیث: 70 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب رفع اليدين في الصلاة، حديث: 726، وسنده صحيح، امام ابن حبان نے الموارد،حديث: 485 میں اسے صحیح کہا ہے، نیز امام ترمذی نے بھی اسی مفہوم کی روایت:(271) کو صحیح کہا ہے۔④ [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب صلاة من لايقيم صلبه في الركوع والسجود، حديث: 859، وسنده حسن، امام ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ ⑤ [حسن] سنن الدارقطني، الصلاة، باب وجوب وضع الجبهة والأنف:348/1، حديث: 2. وسنده حسن، امام حاکم نے المستدرك:270/1 میں اور ابن جوزی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ⑥ صحيح البخاري،الأذان، باب سنة الجلوس في التشهد، حديث: 828، نیز دیکھیے سنن النسائي، حديث: 1159، وصحيح ابن خزيمة، حديث: 689. ⑦ صحيح مسلم، الصلاة، باب مايقال في الركوع والسجود؟ حديث : 486.

- ایڑیوں کو ملائیں۔ ①
- سجدے میں سینہ، پیٹ اور رانیں زمین سے اونچی رکھیں، پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھیں اور دونوں رانیں بھی ایک دوسرے سے الگ الگ رکھیں۔ ②
- سجدے میں کہنیاں نہ تو زمین پر ٹکائیں اور نہ کروٹوں سے ملائیں (بلکہ زمین سے اونچی، کروٹوں سے الگ، کشادہ رکھیں)۔ ③
- سجدے کی حالت میں نبیٔ اکرم ﷺ اپنے بازوؤں کو زمین پر نہیں لگاتے تھے بلکہ انھیں اٹھا کر رکھتے اور پہلوؤں سے دور رکھتے یہاں تک کہ پچھلی جانب سے دونوں بغلوں کی سفیدی نظر آتی تھی۔ ④
- رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ کروں پیشانی، دونوں ہاتھوں، دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کے پنجوں پر اور یہ کہ ہم (نماز میں) اپنے کپڑوں اور بالوں کو اکٹھا نہ کریں۔'' ⑤

ہر مسلمان بہن بھائی کے لیے ضروری ہے کہ وہ سجدے میں ان سات اعضاء کو خوب اچھی طرح (مکمل طور پر) زمین پر ٹکا کر رکھے اور اطمینان سے سجدہ کرے۔

① [حسن] السنن الکبرٰی للبیهقي، السجود : 116/2، حدیث:2719. امام ابن خزیمہ نے حدیث: 654، وسنده حسن، حاکم نے المستدرك : 228/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ② [صحیح] سنن أبي داود، الصلاة، باب افتتاح الصلاة، حدیث: 730، وسنده صحیح، 734، وهو حدیث صحیح، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في وصف الصلاة، حدیث: 304. امام ترمذی اور ابن خزیمہ نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ صحیح البخاري، الأذان، باب سنة الجلوس في التشهد، حدیث : 828. ④ صحیح البخاري، الأذان، باب یبدي ضبعیه ویجافي في السجود، حدیث: 807، وصحیح مسلم، الصلاة، باب الاعتدال في السجود، حدیث: 497. ⑤ صحیح البخاري،الأذان، باب السجود علی سبعة أعظم، حدیث: 809 و812، وصحیح مسلم، الصلاة، باب أعضاء السجود، حدیث: 490.

عورتیں بازو نہ بچھائیں

بہت سی عورتیں سجدے میں بازو بچھا لیتی ہیں اور پیٹ کو رانوں سے ملا کر رکھتی ہیں اور دونوں قدم بھی زمین پر کھڑے نہیں کرتیں۔ واضح ہو کہ یہ طریقہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان اور سنت پاک کے خلاف ہے۔ سنیے! رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''تم میں سے کوئی (مرد یا عورت) اپنے بازو سجدے میں اس طرح نہ بچھائے جس طرح کتا بچھاتا ہے۔''[1]

نبیٔ اکرم ﷺ کے اس فرمان سے صاف عیاں ہے کہ نمازی (مرد یا عورت) کو اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر دونوں کہنیاں زمین سے اٹھا کر رکھنی چاہئیں، نیز پیٹ بھی رانوں سے جدا رہے اور سینہ بھی زمین سے اونچا ہو۔

میری معزز مسلمان بہنو! اپنے پیارے رسول اکرم ﷺ کے ارشاد کے مطابق نماز پڑھو۔ آپ مسلمان مردوں اور عورتوں کو یکساں ارشاد فرماتے ہیں: ''سجدے میں اپنے دونوں ہاتھ زمین پر رکھ اور اپنی دونوں کہنیاں بلند کر۔''[2]

رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو اگر بکری کا بچہ ہاتھوں (بانہوں) کے نیچے سے گزرنا چاہتا تو گزر سکتا تھا۔[3]

① صحيح البخاري، الأذان، باب لا يفترش ذراعيه في السجود، حديث: 822، و صحيح مسلم، الصلاة، باب الاعتدال في السجود، حديث: 493.

② صحيح مسلم، الصلاة، باب الاعتدال في السجود، حديث: 494. بعض لوگ یہ فضول عذر پیش کرتے ہیں کہ اس طرح سجدے میں عورت کی چھاتی زمین سے بلند ہو جاتی ہے جو بے پردگی ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کے لیے اوڑھنی لازم قرار دی ہے۔ یہ اوڑھنی دوران سجدہ میں بھی پردے کا تقاضا پورا کرتی ہے، پھر آج کی کوئی خاتون صحابیات کی غیرت اور شرم و حیا کو نہیں پہنچ سکتی، جب انھوں نے ہمیشہ سنت کے مطابق نماز ادا کی تو آج کی خاتون کو بھی انھی کی راہ اختیار کرنی چاہیے۔ (ع،ر)

③ صحيح مسلم، الصلاة، باب الاعتدال في السجود، حديث:496.

سجدہ، قرب الٰہی کا باعث

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”دراصل بندہ سجدے کی حالت میں اپنے رب سے بہت نزدیک ہوتا ہے، لہٰذا (سجدے میں) بہت دعا کرو۔“ ①

اللہ تعالیٰ تو بندے سے ہر حال میں نزدیک ہوتا ہے لیکن سجدے کی حالت میں بندہ اس کے بہت نزدیک ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبیٔ رحمت ﷺ سجدے میں بڑی عاجزی اور اخلاص سے دعائیں مانگتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ عام طور پر زمین پر سجدہ کرتے تھے، اس لیے کہ مسجد نبوی میں فرش نہ تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سخت گرمی میں نماز ادا کرتے اور زمین کی گرمی کی وجہ سے اگر وہ زمین پر پیشانی نہ رکھ سکتے تو سجدے کی جگہ پر کپڑا رکھ لیتے اور اس پر سجدہ کرتے۔ ②

رمضان المبارک کی اکیسویں رات تھی۔ بارش برسی اور مسجد کی چھت ٹپک پڑی اور آپ ﷺ نے کیچڑ میں سجدہ کیا۔ آپ کی پیشانی اور ناک پر کیچڑ کا نشان تھا۔ ③

ایک دفعہ آپ ﷺ نے بڑی چٹائی پر نماز ادا کی جو زیادہ عرصہ استعمال میں رہنے سے سیاہ ہو گئی تھی۔ ④

---

① صحيح مسلم، الصلاة، باب مايقال في الركوع والسجود؟ حديث: 482. اس سے معلوم ہوا کہ نماز بندے کو اللہ سے ملا دیتی ہے، جہاں تک سجدے میں دعا مانگنے کا تعلق ہے تو اس کا محتاط طریقہ یہ ہے کہ فرض نماز میں وہی دعائیں مانگی جائیں جو سجدے کے متعلق مقبول احادیث میں وارد ہوئی ہیں۔ اور اگر سنتیں یا نوافل ادا کیے جا رہے ہوں تو دیگر مسنون دعائیں بھی مانگی جا سکتی ہیں اور اگر کوئی شخص نماز کے بغیر صرف سجدہ کر رہا ہے تو جو چاہے دعا مانگے، خواہ عربی زبان میں یا اپنی زبان میں۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر)

② صحيح مسلم، الصلاة، باب استحباب تقديم الظهر في أول الوقت في غير شدة الحر، حديث: 620. ③ صحيح البخاري، الأذان، باب السجود على الأنف في الطين، حديث: 813، وصحيح مسلم، الصيام، باب فضل ليلة القدر، حديث: 1167. ④ صحيح البخاري، الصلاة، باب الصلاة على الحصير، حديث: 380، و صحيح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، ◄◄

سجدہ، جنت میں داخلے کا باعث ہے

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جب آدم کا (مومن) بیٹا سجدے کی آیت پڑھتا ہے، پھر (پڑھنے اور سننے والا) سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا ایک طرف ہو کر کہتا ہے: ہائے میری ہلاکت، تباہی اور بربادی! آدم کے بیٹے کو سجدے کا حکم دیا گیا۔ اس نے سجدہ کیا، لہٰذا اس کے لیے بہشت ہے اور مجھے سجدے کا حکم دیا گیا۔ میں نے نافرمانی کی، چنانچہ میرے لیے آگ ہے۔''①

لمبا سجدہ کرنا

عام طور پر رسول اللہ ﷺ کا سجدہ رکوع کے برابر لمبا ہوتا تھا۔ کبھی کبھی کسی عارضے کی بنا پر زیادہ لمبا کرتے۔ ایک دفعہ آپ ظہر یا عصر کی نماز میں سیدنا حسن یا سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو اٹھائے ہوئے تشریف لائے۔ آپ نماز کی امامت کے لیے آگے بڑھے اور انھیں اپنے قدم مبارک کے قریب بٹھا لیا۔ پھر آپ نے نماز شروع کی اور لمبا سجدہ کیا۔ جب آپ نے نماز ختم کی تو لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے اس نماز میں ایک سجدہ بہت لمبا کیا یہاں تک کہ ہمیں خیال گزرا کہ کوئی واقعہ رونما ہو گیا ہے یا پھر وحی نازل ہو رہی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ایسی کوئی بات نہیں تھی، بس میرا بیٹا میری کمر پر سوار ہو گیا تو میں نے یہ بات پسند نہ کی کہ سجدے سے جلدی سر اٹھا کر اسے پریشانی میں مبتلا کروں۔''②

کثرتِ سجود، بہشت میں رسول اللہ ﷺ کی رفاقت کا باعث

ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رات

باب جواز الجماعة في النافلة، حديث: 658. ① صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان إطلاق اسم الكفر على من ترك الصلاة، حديث: 81. ② [صحيح] سنن النسائي، التطبيق، باب هل يجوز أن تكون سجدة أطول من سجدة؟ حديث: 1142، وسنده صحيح، امام حاکم

گزارتا تھا۔ آپ کے لیے وضو کا پانی اور آپ کی (دیگر) ضرورت (مسواک وغیرہ) کا خیال رکھتا تھا۔ (ایک رات خوش ہو کر) آپ نے مجھے فرمایا: ”(کچھ دین و دنیا کی بھلائی) مانگ (مجھ سے دعا کروا)۔“ میں نے کہا: بہشت میں آپ کی رفاقت چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ”اس کے علاوہ کوئی اور چیز۔“ میں نے کہا: بس یہی! پھر آپ نے فرمایا: ”پس اپنی ذات کے لیے سجدوں کی کثرت سے میری مدد کر۔“[1]

نوٹ: اس حدیث میں یہ کہیں نہیں ہے کہ میں چونکہ کل مخلوق کا حاجت روا اور مشکل کشا ہوں، لہٰذا مجھ سے ہر قسم کی غیبی مدد مانگا کرو، اس کے برعکس نبیٔ اکرم ﷺ جناب ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مدد مانگ رہے ہیں۔ (ع، ر)

جس طرح معالج مریض کو کہے کہ حصول شفا کے لیے میں تیرے لیے کوشش کرتا ہوں اور تو میری ہدایات کے مطابق دوائی اور پرہیز کرنے کے ساتھ میری مدد کر۔ اسی طرح آپ نے ربیعہ رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ میں تیرے حصول مدعا کے لیے دعا سے کوشش کرتا ہوں اور تو سجدوں کی کثرت کے ساتھ میری کوشش میں میری مدد کر۔ اس طرح تجھے بہشت میں میری رفاقت حاصل ہوگی۔

ثوبان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے جنت میں لے جانے والا عمل پوچھا تو آپ نے فرمایا: ”اللہ کے لیے (پورے خلوص و حضور کے ساتھ) سجدوں کی کثرت لازم کر، پس تیرے ہر سجدے کے بدلے اللہ تعالیٰ تیرا درجہ بلند کرے گا اور اس کے سبب سے گناہ (بھی) مٹائے گا۔“[2]

◂◂ نے المستدرك: 3/ 627,626 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [1] صحيح مسلم، الصلاة، باب فضل السجود والحث عليه، حديث: 489. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ زندہ بزرگوں سے ملاقات کے دوران ان سے دعا کروانا جائز ہے۔ [2] صحيح مسلم، الصلاة، باب فضل السجود والحث عليه، حديث:488.

سجدے کی دعائیں

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَلَا ! وَإِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا ، فَأَمَّا الرُّكُوعُ فَعَظِّمُوا فِيهِ الرَّبَّ عَزَّوَجَلَّ ، وَأَمَّا السُّجُودُ فَاجْتَهِدُوا فِي الدُّعَاءِ فَقَمِنٌ أَنْ يُّسْتَجَابَ لَكُمْ»

”خبردار! میں رکوع اور سجدے میں قرآن حکیم پڑھنے سے منع کیا گیا ہوں، چنانچہ تم رکوع میں اپنے رب کی عظمت بیان کرو اور سجدے میں خوب دعا مانگو۔ تمھاری دعا قبولیت کے لائق ہوگی۔“[1]

● سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سجدے میں (یہ دعا) پڑھتے:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى

”میرا بلند پروردگار (ہر عیب سے) پاک ہے۔“[2]

● سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى وَبِحَمْدِهٖ

”میرا بلند پروردگار پاک ہے، میں اس کی تعریف کرتا ہوں۔“[3]

● سیدہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں کثرت سے یہ دعا پڑھتے تھے:

سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِي

① صحيح مسلم، الصلاة، باب النهي عن قرآءة القرآن في الركوع والسجود، حديث: 479. ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، حديث: 772. ③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يقول الرجل في ركوعه و سجوده؟ حديث: 870، وهو حديث صحيح، ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔

”اے ہمارے پروردگار اللہ! تو (ہر عیب سے) پاک ہے، ہم تیری تعریف اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ اے اللہ! مجھے بخش دے۔“[1]

- سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رکوع اور سجدے میں (یہ) کہتے تھے:

سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلٰٓئِكَةِ وَالرُّوحِ

”فرشتوں اور روح (جبریل) کا پروردگار نہایت ہی پاک ہے۔“[2]

- ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے سجدے میں (یہ) کہتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ ذَنْبِيْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ

”اے اللہ! میرے چھوٹے اور بڑے، پہلے اور پچھلے، ظاہر اور پوشیدہ، تمام گناہ بخش دے۔“[3]

- سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ

”اے اللہ! تیری ہی پاکیزگی اور تعریف ہے۔ تیرے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں ہے۔“[4]

- رسول اللہ ﷺ سجدے میں فرماتے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَّفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَّفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّمِيْنِيْ نُوْرًا وَّعَنْ يَّسَارِيْ نُوْرًا وَّفَوْقِيْ نُوْرًا وَّتَحْتِيْ نُوْرًا

① صحيح البخاري، الأذان، باب الدعاء في الركوع، حديث: 794، وصحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود؟ حديث: 484. ② صحيح مسلم، الصلاة، باب مايقال في الركوع والسجود؟ حديث: 487. ③ صحيح مسلم، الصلاة، باب مايقال في الركوع والسجود؟ حديث: 483. ④ صحيح مسلم، الصلاة، باب مايقال في الركوع والسجود؟ حديث: 485.

وَ اَمَامِیْ نُوْرًا وَ خَلْفِیْ نُوْرًا وَّعَظِّمْ لِیْ نُوْرًا

''اے اللہ! میرے دل، میری بصارت اور سماعت کو (ایمان کے نور سے) منور فرما، میرے دائیں بائیں، اوپر نیچے، سامنے اور پیچھے (ہر طرف) نور پھیلا دے اور میری (ہدایت کی) روشنی کو بڑھا دے۔''[1]

● رسول اللہ ﷺ سجدے میں فرماتے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْكَ لَآ اُحْصِیْ ثَنَآءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ

''اے اللہ! میں تیری رضا مندی کے ذریعے تیرے غصے سے، تیری عافیت کے ذریعے تیری سزا سے اور تیری رحمت کے ذریعے تیرے عذاب سے پناہ چاہتا ہوں۔ میں تیری تعریف کو شمار نہیں کر سکتا۔ تو ویسا ہی ہے جس طرح تو نے اپنی تعریف خود فرمائی ہے۔''[2]

● علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدے میں جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ لَكَ سَجَدْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَلَكَ اَسْلَمْتُ، سَجَدَ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ تَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ

''اے اللہ تیرے لیے میں نے سجدہ کیا۔ میں تجھ پر ایمان لایا۔ میں تیرا فرمانبردار ہوا۔ میرے چہرے نے اس ذات کو سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا، اس کی اچھی

① صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ النبي ﷺ ودعائه باللیل، حدیث (181)-763.

② صحیح مسلم، الصلاۃ، باب ما یقال في الرکوع والسجود؟ حدیث: 486.

صورت بنائی، اس کے کان اور آنکھ کو کھولا۔ بہترین تخلیق کرنے والا اللہ، بڑا ہی بابرکت ہے۔''[1]

● رسول اللہ ﷺ نے نماز عشاء میں سجدے کی آیت تلاوت کی تو سجدہ کیا۔[2]

● سجدۂ تلاوت واجب نہیں۔ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم ﷺ کے سامنے سورۂ نجم تلاوت کی تو آپ نے سجدۂ تلاوت نہیں کیا۔[3]

درمیانی جلسہ (دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا)

ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:

رسول اللہ ﷺ سجدے سے اپنا سر اٹھاتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے (بچھاتے) پھر اس پر بیٹھتے اور سیدھے ہوتے یہاں تک کہ ہر ہڈی اپنے ٹھکانے پر آجاتی (پہلے سجدے سے سر اٹھا کر نہایت آرام و اطمینان سے بیٹھ جاتے اور دعائیں جو آگے آتی ہیں پڑھ کر) پھر (دوسرا) سجدہ کرتے۔[4]

آپ ﷺ کا معمول تھا کہ بیٹھتے وقت اپنا دایاں پاؤں کھڑا کر لیتے۔[5]

اور دونوں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ کرتے۔[6]

① صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الدعاء في صلاة الليل و قيامه، حديث:771. ② صحيح البخاري، سجود القرآن، باب من قرأ السجدة في الصلاة فسجد بها، حديث: 1078. ③ صحيح البخاري، سجود القرآن، باب من قرأ السجدة ولم يسجد، حديث: 1073,1072، وصحيح مسلم، المساجد، باب سجود التلاوة، حديث: 577. ④ [صحيح] جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في وصف الصلاة، حديث: 304، وسنده صحيح، نووی نے المجموع:407/3 میں اور ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ⑤ صحيح البخاري، الأذان، باب سنة الجلوس في التشهد، حديث: 828. ⑥ [صحيح] سنن النسائي، التطبيق، باب الاستقبال بأطراف أصابع القدم القبلة......، حديث: 1159، وسنده صحيح، عن ابن عمر رضی اللہ عنہ، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 689 میں اسے ابوحمید سے حسن لذاتہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام «

اور کبھی کبھی آپ ﷺ اپنے قدموں اور اپنی ایڑیوں پر بیٹھتے۔[1]
نبی اکرم ﷺ خود بڑے اطمینان سے جلسے میں بیٹھے۔ علاوہ ازیں نہ بیٹھنے والے کی نماز کی نفی فرمائی۔ لیکن افسوس کہ عام لوگوں کو جلسے کا علم ہی نہیں کہ کیا ہے۔ جلسہ نماز میں فرض ہے اور اس میں طمانینت بھی فرض ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا جلسہ سجدے کے برابر ہوتا تھا۔[2]
کبھی کبھی زیادہ (دیر تک) بیٹھتے یہاں تک کہ بعض لوگ کہتے کہ آپ (دوسرا سجدہ کرنا) بھول گئے۔[3]

جلسے کی مسنون دعائیں

① سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ دونوں سجدوں کے درمیان (یہ) پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ

"اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے عافیت سے رکھ اور مجھے روزی عطا کر۔"[4]

›› ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے، نیز دیکھیے صحیح البخاري، حديث: 282. ① صحيح مسلم، المساجد، باب جواز الإقعاء على العقبين، حديث: 536. ② صحيح البخاري،الأذان، باب المكث بين السجدتين، حديث: 820، وصحيح مسلم، الصلاة، باب اعتدال أركان الصلاة وتخفيفها في تمام، حديث :471. ③ صحيح البخاري، الأذان، باب المكث بين السجدتين، حديث: 821، وصحيح مسلم، الصلاة، باب اعتدال أركان الصلاة وتخفيفها في تمام، حديث:473,472. ④ سنن أبي داود، الصلاة، باب الدعاء بين السجدتين، حديث: 850، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ما يقول بين السجدتين؟حديث : 284. امام حاکم نے المستدرك: 262/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح جبکہ امام نووی نے المجموع:3/437 میں جید کہا ہے۔ جامع ترمذی کی روایت میں "عَافِنِي" کی جگہ "وَاجْبُرْنِي" ہے۔ اس روایت کی سند حبیب بن ابی ثابت کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن صحیح مسلم (2697) کے شاہد سے یہ روایت حسن بنتی ہے۔ واللہ اعلم۔ امام مکحول ››

② سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سجدوں کے درمیان پڑھا کرتے تھے:

رَبِّ اغْفِرْلِيْ، رَبِّ اغْفِرْلِيْ

''اے میرے رب! مجھے معاف فرما، اے میرے رب! مجھے معاف فرما۔''[1]

دوسرا سجدہ

جب آپ پورے اطمینان سے جلسے سے فارغ ہوں تو پھر دوسرا سجدہ کریں اور پہلے سجدے کی طرح اس میں بھی بڑے خشوع وخضوع اور کامل اطمینان سے دعا یا دعائیں پڑھیں اور پھر اٹھیں۔

جلسۂ استراحت

دوسرا سجدہ کر لینے کے بعد ایک رکعت پوری ہو چکی ہے، اب دوسری رکعت کے لیے آپ نے اٹھنا ہے لیکن اٹھنے سے پہلے جلسۂ استراحت میں ذرا بیٹھ کر اٹھیں اس کی صورت یہ ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہوئے (دوسرے سجدے سے) اٹھتے اور اپنا بایاں پاؤں موڑتے ہوئے (بچھاتے اور) اس پر بیٹھتے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنی اپنی جگہ پر پہنچ جاتی، پھر (دوسری رکعت کے لیے) کھڑے ہوتے۔[2]

»» تابعی رحمہ اللہ دونوں سجدوں کے درمیان ''اللّٰهم اغفرلي وارحمني واجبرني وارزقني'' پڑھتے تھے، (مصنف ابن أبي شيبة: 534/2، حديث: 8838، دوسرا نسخہ، 634/3، حديث: 8922 واللفظ له وسنده صحيح) ① [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يقول الرجل في ركوعه وسجوده؟ حديث: 874، وهو صحيح، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب مايقول بين السجدتين؟ حديث: 897، امام حاکم نے المستدرك: 271/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ سابقہ دعا سے یہ دعا پڑھنا بہتر ہے۔ ② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب افتتاح الصلاة، حديث: 730، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في وصف الصلاة، حديث: ««

رسول اللہ ﷺ اپنی نماز کی طاق (پہلی اور تیسری) رکعت کے بعد کھڑے ہونے سے قبل سیدھے بیٹھتے تھے۔①

جلسۂ استراحت سے اٹھتے وقت دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر اٹھیں۔②

دوسری رکعت

رسول اللہ ﷺ جب دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے تو سورۂ فاتحہ کی قراءت شروع کر دیتے اور سکتہ نہیں کرتے تھے۔③

پہلا تشہد

اسے قعدۂ اولیٰ بھی کہتے ہیں، دوسری رکعت کے بعد (دوسرے سجدے سے اٹھ کر) بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھ جائیں اور دایاں پاؤں کھڑا رکھیں۔④

دایاں ہاتھ اپنے دائیں گھٹنے اور بایاں ہاتھ بائیں گھٹنے پر رکھیں۔⑤

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

«كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِذَا قَعَدَ يَدْعُو وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُمْنٰى ، وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى فَخِذِهِ الْيُسْرٰى»

''رسول اللہ ﷺ جب نماز میں بیٹھ کر دعا (تشہد، درود وغیرہ) پڑھتے تو اپنا دایاں

»304، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب إتمام الصلاة، حديث: 1061، امام نووی نے المجموع: 443/3 میں ترمذی اور ابن قیم نے اسے صحیح کہا ہے۔ ① صحيح البخاري،الأذان، باب من استوى قاعدا في وتر من صلاته ثم نهض، حديث: 823. ② صحيح البخاري،الأذان، باب كيف يعتمد على الأرض إذا قام من الركعة؟ حديث: 824. ③ صحيح مسلم، المساجد، باب مايقال بين تكبيرة الإحرام والقراء ة؟ حديث: 599. ④ صحيح البخاري، الأذان، باب سنة الجلوس في التشهد، حديث: 828,827. ⑤ صحيح مسلم، المساجد، باب صفة الجلوس في الصلاة......، حديث: 579.

ہاتھ اپنی دائیں ران اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے۔''①

معلوم ہوا کہ نمازی کو رخصت ہے، چاہے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے، چاہے رانوں پر۔

اب آپ قعدۂ اولیٰ میں تشہد پڑھیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پس جب تم نماز میں (قعدے کے لیے) بیٹھو تو یہ پڑھو:

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

''(میری ساری) قولی، بدنی اور مالی عبادت صرف اللہ کے لیے خاص ہے۔ اے نبی! آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت، سلامتی اور برکتیں ہوں اور ہم پر اور اللہ کے (دوسرے) نیک بندوں پر (بھی) سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔''

پھر آپ نے یہ بھی فرمایا:

''ان کلمات [اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا ...... الصّٰلِحِيْنَ] کے پڑھنے سے ہر نیک بندے کو، خواہ وہ زمین پر ہو یا آسمان میں، نمازی کا سلام پہنچ جاتا ہے۔''②

① صحيح مسلم، المساجد، باب صفة الجلوس في التشهد، حديث: (113)-579.

② صحيح البخاري، الأذان، باب التشهد في الآخرة، حديث: 831، وصحيح مسلم، الصلاة، باب التشهد في الصلاة، حديث: 402. مسلمان مذکورہ الفاظِ تشہد نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے سے لے کر آج تک تمام صحیح العقیدہ مسلمان اسے پڑھتے ہیں اور کسی کا یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ آپ حاضر و ناظر ہیں، لہٰذا مذکورہ الفاظِ تشہد عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ سے شرکیہ عقیدے (آپ کے عالم الغیب یا حاضر ناظر ہونے) کی قطعاً تائید نہیں ہوتی۔ الحمد للہ۔ (ع، ر)

رسول اللہ ﷺ درمیانی تشہد میں، تشہد سے فارغ ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ ①

لہٰذا درمیانی تشہد میں صرف تشہد بھی کافی ہے۔ ②

اور اگر کوئی شخص تشہد کے بعد دعا کرنا چاہے تو بھی جائز ہے۔

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جب تم دو رکعت پر بیٹھو تو التحیۃ کے بعد جو دعا زیادہ پسند ہو وہ کرو۔'' ③

اور دعا سے پہلے درود پڑھنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا: ایک آدمی نماز میں دعا کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ''اس نے جلدی کی، نماز میں پہلے اللہ کی تعریف کرو، پھر نبیٔ اکرم (ﷺ) پر درود بھیجو، پھر دعا کرو۔'' ④

لہٰذا درمیانی تشہد میں، تشہد کے بعد درود اور دعا بھی کی جا سکتی ہے۔

مسئلۂ رفع سبابہ

تشہد میں انگلی اٹھانا رسول اللہ ﷺ کی بڑی بابرکت اور عظمت والی سنت ہے، اس کا ثبوت سنت رسول ﷺ سے ملاحظہ فرمائیں:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز (کے قعدہ) میں بیٹھتے تو اپنے دونوں ہاتھ اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے اور اپنی داہنی انگلی، جو انگوٹھے کے نزدیک ہے، اٹھا لیتے، پس اس کے ساتھ دعا مانگ لیتے۔ ⑤

① [حسن] مسند أحمد: 459/1، وسنده حسن، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 708 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② تاہم پہلے تشہد میں درود شریف پڑھنا بھی جائز بلکہ مستحب ہے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تفسیر أحسن البیان، سورۃ الأحزاب، آیت: 56 کا حاشیہ، و صفة صلاة النبي ﷺ للألباني، ص: 45. (ع،ر) ③ [صحیح] سنن النسائي، التطبیق، باب کیف التشهد الأول؟ حدیث: 1164، وسنده صحیح، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 720 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ④ [حسن] سنن أبي داود، الوتر، باب الدعاء، حدیث: 1481، وسنده حسن، اسے ابن خزیمہ، حدیث: 710,709، ابن حبان (الموارد: 510) حاکم نے 230/1: میں اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ ⑤ صحیح مسلم، المساجد، باب صفة الجلوس في الصلاة......، حدیث: 580. ''پس اس کے ساتھ دعا ››

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب (نماز میں) تشہد پڑھنے بیٹھتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر رکھتے اور شہادت کی انگلی کے ساتھ اشارہ کرتے اور اپنا انگوٹھا اپنی درمیانی انگلی پر رکھتے۔ ①

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائیں ہاتھ کی تمام انگلیاں بند کر لیتے، انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی سے اشارہ کرتے۔ ②

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دوسرے سجدے سے اٹھ کر قعدہ میں) بیٹھے، دو انگلیاں بند کیں (انگوٹھے اور درمیان کی بڑی انگلی سے) حلقہ بنایا اور انگشت شہادت (کلمے کی انگلی) سے اشارہ کیا۔ ③

وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلی اٹھائی اور آپ اسے ہلاتے تھے۔ ④

صرف لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے پر انگلی اٹھانا اور کہنے کے بعد رکھ دینا کسی روایت سے ثابت

"ہلاتے" کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ انگشت شہادت کے ساتھ اشارہ فرماتے جس طرح کہ بعد میں آنے والی روایات میں اس کی وضاحت اور تصریح موجود ہے۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر)

① صحیح مسلم، المساجد، باب صفة الجلوس في الصلاة......، حدیث: 579. ② صحیح مسلم، المساجد، باب صفة الجلوس في الصلاة......، حدیث: (116)-580. ③ [صحیح] سنن أبي داود، الصلاة، باب رفع الیدین في الصلاة، حدیث: 726، وسنده صحیح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 485 میں اور ابن خزیمہ نے حدیث: 714,713 میں اسے صحیح کہا ہے۔ تشہد میں دائیں ہاتھ سے حلقہ بنانے کی یہ تیسری مسنون کیفیت ہے۔ (ع، ر) ④ [صحیح] سنن النسائي، الافتتاح، باب موضع الیمین من الشمال في الصلاة، حدیث: 890، وسنده صحیح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 485 میں اور ابن خزیمہ نے حدیث: 714 میں اسے صحیح کہا ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انگلی کو حرکت نہ دینے والی روایت شاذ یا منکر ہے، لہٰذا اسے حدیث وائل کے مقابلے میں لانا جائز نہیں ہے۔ (مؤلف) جبکہ بعض دیگر علماء نے حرکت والی روایت کو شاذ قرار دیا ہے۔ دیکھیے البشارة في شذوذ تحریك الأصبع في التشهد و ثبوت الإشارة، ص: 72.
اس مسئلے میں شیخ البانی رحمہ اللہ کی تحقیق ہی راجح ہے۔

نہیں ہے۔

تشہد میں شہادت کی انگلی میں تھوڑا سا خم ہونا چاہیے۔①

قعدۂ تشہد سے تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں تو اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہتے ہوئے اٹھیں اور رفع الیدین کریں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ دو رکعت پڑھ کر کھڑے ہوتے تو اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہتے اور دونوں ہاتھ اٹھاتے۔②

اب آپ تیسری اور چوتھی رکعت بدستور پڑھ کر بیٹھ جائیں۔

آخری قعدہ (تشہد)

اس آخری قعدے میں رسول اللہ ﷺ یوں بیٹھتے تھے جیسا کہ ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ سجدہ آتا جس کے بعد سلام ہے (جب آخری رکعت کا دوسرا سجدہ کر کے فارغ ہوتے اور تشہد کے لیے بیٹھتے) تو اپنا بایاں پاؤں (دائیں پنڈلی کے نیچے سے باہر) نکالتے اور اپنی بائیں جانب کے کولھے پر بیٹھتے۔③

بائیں جانب کولھے پر بیٹھنا [تَوَرُّكْ] کہلاتا ہے۔ یہ سنت ہے۔ ہر مسلمان کو آخری قعدے میں تورک ضرور کرنا چاہیے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہماری عورتیں تو آخری تشہد

① [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب الإشارة في التشهد، حديث: 991، وسنده حسن، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 716 میں اور ابن حبان نے الموارد، حدیث: 499 میں اسے صحیح کہا ہے۔

② صحيح البخاري الأذان، باب رفع اليدين إذا قام من الركعتين، حديث: 739.

③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب افتتاح الصلاة، حديث: 730، وسنده صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 491 میں اور امام نووی نے المجموع: 3/407 میں اسے صحیح کہا ہے۔ آخری قعدے میں دایاں پاؤں کھڑا کر کے نصب کرنا مستحب ہے۔ دیکھیے صحيح البخاري، الأذان، باب سنة الجلوس في التشهد، حديث: 828 اور کبھی کبھی اسے بچھانا بھی جائز ہے۔ دیکھیے صحيح مسلم، المساجد، باب صفة الجلوس في الصلاة، حديث: 579 (ع،ر).

میں تورک کریں اور مرد اس سنت رسول ﷺ سے محروم رہیں۔

نبیٔ اکرم ﷺ نے اس شخص کو منع کیا جو تشہد کی حالت میں بائیں ہاتھ پر ٹیک لگائے ہوئے تھا آپ نے فرمایا: ''تو اس طرح نہ بیٹھ کیونکہ (نماز میں) اس طرح بیٹھنا ان (یہودیوں) کا طریقہ ہے جنھیں عذاب دیا جاتا ہے۔''①

جب آپ اس قعدے میں بیٹھیں تو پہلے التحیات پڑھیں جس طرح دوسری رکعت پڑھ کر آپ نے قعدے میں پڑھی تھی۔ اور رفع سبابہ (شہادت کی انگلی اٹھا کر اشارہ) بھی کریں۔ التحیات ختم کر کے مندرجہ ذیل درود شریف پڑھیں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

''یا الٰہی! رحمت فرما محمد ﷺ اور آل محمد پر جس طرح تو نے رحمت فرمائی ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر، بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔
یا الٰہی! برکت فرما محمد ﷺ اور آل محمد پر جس طرح تو نے برکت فرمائی ابراہیم علیہ السلام اور آل ابراہیم پر، بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔''②

- یہ درود بھی پڑھ سکتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰٓی اَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ

① [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب كراهية الاعتماد على اليد في الصلاة، حديث: 994، ومسند أحمد: 116/2، اس کی سند حسن ہے۔ ② صحيح البخاري، الأنبياء، باب: 10، حديث 3370.

كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

''اے اللہ! محمد ﷺ، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر رحمت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر رحمت فرمائی اور محمد ﷺ، ان کی بیویوں اور ان کی اولاد پر برکت فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر برکت فرمائی۔ بے شک تو تعریف والا اور بزرگی والا ہے۔''[1]

نوٹ: کسی بھی صحیح روایت میں درود شریف میں ''سیدنا'' یا ''مولانا'' کا لفظ موجود نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو درود سکھایا تھا، جب اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں تو ہمیں بھی اضافہ نہیں کرنا چاہیے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو الفاظ رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں، ان کی پیروی راجح ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ درود کا (مسنون) طریقہ یہ ہے کہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ کے الفاظ کے ساتھ درود بھیجا جائے جو ''سیدنا'' کے لفظ سے خالی ہو۔

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں تشریف لائے، آپ کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ آپ نے فرمایا: ''میرے پاس جبرئیل آیا اور اس نے کہا (تیرا پروردگار فرماتا ہے) کہ اے محمد! کیا تجھے یہ بات خوش نہیں کرتی کہ تیری امت میں سے جو شخص تجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے تو میں اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہوں اور تیری امت میں سے جو شخص تجھ پر ایک بار سلام بھیجتا ہے تو میں اس پر دس بار سلام بھیجتا ہوں۔''[2]

① صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 10، حديث: 3369، وصحيح مسلم، الصلاة، باب الصلاة على النبي ﷺ بعد التشهد، حديث: 407. ② [حسن] سنن النسائي، السهو، باب الفضل في الصلاة على النبي ﷺ، حديث: 1296، وسنده حسن، امام حاکم نے المستدرك: 420/2 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

درود کے بعد کی دعائیں

● سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں (آخری قعدے میں) یوں دعا فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ ، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَأْثَمِ وَالْمَغْرَمِ

”یا الٰہی! میں تیری پناہ میں آتا ہوں عذاب قبر سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں مسیح دجال کے فتنے سے اور تیری پناہ میں آتا ہوں موت وحیات کے فتنے سے، یا الٰہی! میں گناہ سے اور قرض سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“[1]

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ”تشہد میں چار چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ ضرور طلب کرو۔“

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ شَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ

”اے اللہ! میں، جہنم اور قبر کے عذاب سے، موت وحیات کے فتنے اور فتنۂ مسیح دجال کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔“[2]

نبی اکرم ﷺ یہ دعا صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس طرح سکھاتے جیسا کہ انھیں قرآن کی سورت سکھاتے تھے۔[3]

① صحيح البخاري، الأذان، باب الدعاء قبل السلام، حديث: 832، وصحيح مسلم، المساجد، باب مايستعاذ منه في الصلاة، حديث: 589 واللفظ له. ② صحيح مسلم، المساجد، باب مايستعاذ منه في الصلاة، حديث: 588. ③ صحيح مسلم، المساجد، باب مايستعاذ منه في الصلاة، حديث: 590.

لہٰذا اسے ضرور پڑھنا چاہیے۔

● سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! نماز میں مانگنے کے لیے مجھے (کوئی) دعا سکھائیے (کہ اسے التحیات اور درود کے بعد پڑھا کروں) تو آپ نے فرمایا: ''تم پڑھا کرو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَّلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ

''یا الٰہی! بلاشبہ میں نے اپنی جان پر بہت زیادہ ظلم کیا ہے۔ اور تیرے سوا گناہوں کو کوئی نہیں بخش سکتا، پس اپنی جناب سے مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر، بے شک تو ہی بخشنے والا، مہربان ہے۔''[1]

● سیدنا علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشہد کے بعد سلام پھیرنے سے قبل یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَاقَدَّمْتُ وَمَآ اَخَّرْتُ وَمَآ اَسْرَرْتُ وَمَآ اَعْلَنْتُ وَمَآ اَسْرَفْتُ وَمَآ اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ، اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ

''اے اللہ! تو میرے اگلے پچھلے، پوشیدہ اور ظاہر (تمام)، گناہ معاف فرما اور جو میں نے زیادتی کی اور وہ گناہ جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے (وہ بھی معاف فرما) تو ہی (اپنی درگاہ عزت میں) آگے کرنے والا اور (اپنی بارگاہ جلال سے) پیچھے کرنے

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب الدعاء قبل السلام، حديث: 834، و صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب الدعوات والتعوذ، حديث: 2705.

والا ہے۔ تو ہی (سچا) معبود ہے۔'' ①

نماز کا اختتام

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دائیں طرف سلام پھیرتے تو کہتے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ اور بائیں طرف سلام پھیرتے تو کہتے: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ۔ ②

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ دائیں طرف سلام پھیرتے تو کہتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ اور بائیں طرف سلام پھیرتے تو کہتے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ (صرف دائیں طرف والے سلام میں وَبَرَكَاتُهُ کا اضافہ کرتے)۔ ③

چند مزید احکام

- نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''نماز میں سانپ اور بچھو مار ڈالو۔'' ④
- نماز میں بچے کو اٹھانے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں نماز پڑھتے

① صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ و دعائه بالليل، حديث: 771.
② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب في السلام، حديث: 996، وهو صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في التسليم في الصلاة، حديث: 295. امام ترمذی اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ صحیح ابن حبان میں دونوں جانب کے لیے ''وَبَرَكَاتُهُ'' کا اضافہ ہے۔ ③ [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب في السلام، حديث: 997، وسنده حسن، امام نووی نے المجموع: 479/3 میں اور حافظ ابن حجر نے بلوغ المرام: 316 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ④ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب العمل في الصلاة، حديث: 921، وهو صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 528 میں اسے صحیح کہا ہے۔

ہوئے دیکھا کہ ابوالعاص رضی اللہ عنہ کی بیٹی امامہ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی) آپ کے کندھے پر تھی۔ آپ رکوع فرماتے تو امامہ کو اتار دیتے اور جب سجدے سے فارغ ہوتے تو پھر اسے اٹھا لیتے۔[1]

- نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز میں ادھر ادھر دیکھنا، بندے کی نماز میں شیطان کا حصہ ہے جسے وہ اُچک لیتا ہے۔''[2]
- نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں پہلو پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا۔[3]
- نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی کو نماز میں جمائی آئے تو اسے حتی المقدور روکے کیونکہ اس وقت شیطان منہ میں داخل ہوتا ہے۔''[4]
- ایک روایت میں ہے: ''(جمائی کے وقت) ہا، ہا نہ کہو کیونکہ اس سے شیطان خوش ہوتا ہے۔''[5]
- نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں کو حالت نماز میں نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آ جانا چاہیے ورنہ ان کی نگاہیں اچک لی جائیں گی۔''[6]
- سیدنا سائب رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقصورہ میں جمعہ پڑھا۔ جب امام نے

① صحيح البخاري، الصلاة، باب إذا حمل جارية صغيرة على عنقه في الصلاة، حديث: 516 و5996. وصحيح مسلم، المساجد، باب جواز حمل الصبيان في الصلاة، حديث: 543. ② صحيح البخاري، الأذان، باب الالتفات في الصلاة، حديث: 751. ③ صحيح البخاري، العمل في الصلاة، باب الخصر في الصلاة، حديث: 1220، وصحيح مسلم، المساجد، باب كراهة الاختصار في الصلاة، حديث: 545. ④ صحيح مسلم، الزهد، باب تشميت العاطس وكراهة التثاؤب، حديث: 2995. ⑤ صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده، حديث: 3289. ⑥ صحيح مسلم، الصلاة، باب النهي عن رفع البصر إلى السماء في الصلاة، حديث: 429,428.

سلام پھیرا تو سیدنا سائب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے: آئندہ ایسا نہ کرنا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''ایک نماز کو دوسری نماز کے ساتھ نہ ملاؤ حتی کہ ان کے درمیان کلام کرو یا جگہ تبدیل کرو۔''[1]

● نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نماز میں انسان اپنے رب سے مناجات (سرگوشی) کرتا ہے، اس لیے اسے چاہیے کہ اپنے سامنے اور داہنی جانب نہ تھوکے بلکہ اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔'' (اور دوسرے مقام پر ہے کہ) یا ''چادر کے پلو میں تھوک کر مل دے۔''[2]

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص کو نماز میں اونگھ آئے تو اسے چاہیے کہ سو جائے یہاں تک کہ نیند چلی جائے۔ جو کوئی اونگھنے کی حالت میں نماز پڑھے گا تو اسے (کچھ) معلوم نہیں ہوگا شاید وہ استغفار کرتے ہوئے اپنے آپ کو گالی دے۔''[3]

● سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نماز میں باتیں کیا کرتے تھے، پھر ﴿وَقُومُوا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ۝﴾[4] آیت نازل ہوئی تو ہمیں چپ چاپ رہنے کا حکم ہوا اور بات کرنا منع ہو گیا۔[5]

● اگر کوئی شخص سلام کہے تو نمازی زبان سے کچھ کہے بغیر دائیں ہاتھ کے اشارے سے

① صحيح مسلم، الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، حديث: 883. ② صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب المصلي يناجي ربه عزوجل، حديث: 531 و باب حك البزاق باليد من المسجد، حديث: 405. ③ صحيح البخاري، الوضوء، باب الوضوء من النوم، حديث: 212، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب أمر من نعس في صلاته، حديث: 786. ④ البقرة 2:238. ⑤ صحيح البخاري، العمل في الصلاة، باب ما ينهى من الكلام في الصلاة، حديث: 1200، وصحيح مسلم، المساجد، باب تحريم الكلام في الصلاة، حديث: 539.

سلام کا جواب دے گا۔[1]

[1] [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب رد السلام في الصلاة، حديث : 927، وهو صحيح، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الإشارة في الصلاة، حديث : 368. امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے، نیز سنن ابوداود میں : 925[وهو صحيح]اور جامع ترمذی:367 میں انگلی کے ساتھ اشارے کا بیان ہے اور اسے بھی امام ترمذی نے صحیح قرار دیا ہے۔

سجدۂ سہو کا بیان

تین یا چار رکعات کے شک پر سجدہ

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«إِذَا شَكَّ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاتِهِ فَلَمْ يَدْرِكَمْ صَلَّى، ثَلَاثًا أَمْ أَرْبَعًا؟ فَلْيَطْرَحِ الشَّكَّ وَلْيَبْنِ عَلَى مَا اسْتَيْقَنَ ثُمَّ يَسْجُدُ سَجْدَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يُسَلِّمَ، فَإِنْ كَانَ صَلَّى خَمْسًا شَفَعْنَ لَهُ صَلَاتَهُ، وَإِنْ كَانَ صَلَّى إِتْمَامًا لِأَرْبَعٍ كَانَتَا تَرْغِيمًا لِلشَّيْطَانِ»

''اگر تم میں سے کسی کو رکعات کی تعداد کی بابت شک پڑ جائے اور اسے معلوم نہ ہو کہ تین پڑھی ہیں یا چار تو شک کو چھوڑ دے اور یقینی بات پر بنیاد رکھے، پھر سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کرے۔ اگر اس نے پانچ رکعات نماز پڑھی ہو گی تو یہ سجدے اس کی نماز (کی رکعات) کو جفت کر دیں گے اور اگر اس نے پوری چار رکعات نماز پڑھی ہو گی تو یہ سجدے شیطان کے لیے ذلت کا سبب ہوں گے۔''[1]

جس شخص کو نماز میں یہ شک پڑ جائے کہ آیا اس نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو تو وہ اسے ایک رکعت یقین کرے۔ اور جسے یہ شک ہو کہ اس نے دو پڑھی ہیں یا تین تو وہ اسے دو رکعت یقین کرے۔ اور جسے یہ شک ہو کہ اس نے تین پڑھی ہیں یا چار تو وہ اُسے تین

[1] صحيح مسلم، المساجد، باب السهو في الصلاة والسجود له، حديث: 571.

رکعات یقین کرے۔ اور پھر (آخری قعدے میں) سلام پھیرنے سے پہلے (سہو کے) دو سجدے کرے۔ ①

سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ آخری قعدے میں تشہد (درود) اور دعا پڑھنے کے بعد اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر سجدے میں جائیں۔ پھر اٹھ کر جلسے میں بیٹھ کر دوسرا سجدہ کریں اور پھر اٹھ کر سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوں۔ حدیث مذکور میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدۂ سہو کا حکم ہے۔ اس لیے سہو کے دو سجدے سلام پھیرنے سے پہلے بھی ہو سکتے ہیں۔

قعدۂ اولیٰ کے ترک پر سجدہ

سیدنا عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ آپ پہلی دو رکعتیں پڑھ کر کھڑے ہو گئے (قعدے میں سہوًا نہ بیٹھے) تو لوگ بھی نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ جب نماز پڑھ لی (اور آخری قعدے میں سلام پھیرنے کا وقت آیا) اور لوگ سلام پھیرنے کے منتظر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے بیٹھے بیٹھے تکبیر کہی اور سلام پھیرنے سے پہلے دو سجدے کیے، پھر سلام پھیرا۔ ②

رسول اللہ ﷺ کے فعل مبارک سے ثابت ہوا کہ اس صورت میں سجدۂ سہو سلام پھیرنے سے قبل کرنا چاہیے۔

① [حسن] جامع الترمذي، الصلاة، باب فيمن يشك في الزيادة والنقصان، حديث: 398، وهو حديث حسن، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فيمن شك في صلاته فرجع إلى اليقين، حديث: 1209. امام ترمذی نے، امام حاکم نے المستدرک:1/235 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح البخاري، الأذان، باب من لم ير التشهد الأول واجبًا، حديث: 829، وصحيح مسلم، المساجد، باب السهو في الصلاة والسجودله، حديث: 570.

نماز سے فارغ ہو کر باتیں کر لینے کے بعد سجدہ

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھائی اور تین رکعات پڑھ کر سلام پھیر دیا اور گھر تشریف لے گئے۔ ایک صحابی سیدنا خرباق رضی اللہ عنہ اٹھ کر آپ کے پاس گئے اور آپ کے سہو کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے کی حالت میں اپنی چادر کھینچتے ہوئے نکلے یہاں تک کہ لوگوں کے پاس پہنچ گئے اور خرباق رضی اللہ عنہ کے قول کی تصدیق چاہی، لوگوں نے کہا کہ خرباق سچ کہتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رکعت پڑھی، پھر سلام پھیرا، پھر دو سجدے کیے اور پھر سلام پھیرا۔ [1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو شخص چار رکعت کی جگہ تین پڑھ کر سلام پھیر دے، پھر جب اسے معلوم ہو جائے کہ میں نے تین رکعات پڑھی ہیں، اپنی بھول کا علم ہونے سے پہلے، خواہ وہ گھر بھی چلا جائے اور باتیں بھی کر لے تو پھر بھی وہ صرف ایک رکعت، جو رہ گئی تھی، پڑھ کر سجدۂ سہو کر کے سلام پھیرے، اسے ساری نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

اور ایک یہ امر بھی معلوم ہوا کہ نماز میں اگر سہوًا رکعت رہ جائے تو وہ رکعت پڑھ کر سلام پھیرے، اس کے سجدۂ سہو کرے اور پھر سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہو۔

چار کی جگہ پانچ رکعات پڑھنے پر سجدہ

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز (سہوًا) پانچ رکعات پڑھائی۔ آپ سے پوچھا گیا: کیا نماز میں زیادتی ہوگئی ہے؟ آپ نے فرمایا: ''کیوں؟'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ نے ظہر کی پانچ رکعات پڑھائی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد دو سجدے کیے اور فرمایا: ''میں بھی تمھاری مانند آدمی ہوں، میں

[1] صحيح مسلم، المساجد، باب السهو في الصلاة والسجود له، حديث: 574.

بھی بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو، لہٰذا جب بھول جاؤں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔''[1]

سجدۂ سہو سلام سے قبل یا بعد کرنے کا ذکر تو احادیث میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ لیکن صرف ایک ہی طرف سلام پھیر کر سجدہ کرنا اور پھر التحیات پڑھ کر سلام پھیرنا سنت سے ثابت نہیں ہے۔ اگر مقتدی سے نماز میں کوئی بھول چوک ہو جائے اور شروع ہی سے وہ امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہے تو اس کے لیے سجدۂ سہو نہیں، بلکہ اس پر امام کی اقتدا واجب ہے۔ لیکن مسبوق، یعنی جو بعد میں جماعت میں شامل ہوا ہو، وہ اپنی نماز کا فوت شدہ حصہ پورا کرنے کے بعد سجدۂ سہو کرے۔

اسی طرح اگر کسی نے چار رکعتوں والی نماز کی آخری دو رکعتوں میں یا صرف ایک ہی

---

[1] صحيح البخاري، الصلاة، باب التوجه نحو القبلة حيث كان، حديث: 401و404، وصحيح مسلم، المساجد، باب السهو في الصلاة، حديث: 572. اگر اس باب میں سیدنا ذوالیدین رضی اللہ عنہ کی حدیث (صحيح البخاري، السهو، باب يكبر في سجدتي السهو، حديث: 1229) بھی شامل کر لی جائے (جس میں دو رکعت پر سہواً سلام پھیرنے اور صحابہ کے یاد دلانے پر باقی ماندہ نماز ادا کر کے سلام پھیرنے اور سلام کے بعد سجدۂ سہو کا ذکر ہے) تو ان تمام روایات کا خلاصہ یہ نکلتا ہے:

- جب امام سجدۂ سہو کیے بغیر سلام پھیر دے اور مقتدی اسے باقی ماندہ نماز یاد دلائیں تو وہ انھیں باقی ماندہ نماز پڑھائے گا اور سلام پھیرنے کے بعد سجدۂ سہو کرے گا، اس کے بعد پھر سلام پھیرے گا۔
- اگر مقتدی اسے یہ یاد دلائیں کہ ہم نے ایک رکعت زائد پڑھ لی ہے تو ظاہر ہے کہ سلام تو پھر چکا ہے اب اس نے صرف سجدۂ سہو ہی کرنا ہے۔
- اگر رکعات کی تعداد میں شک پیدا ہو جائے (یا قعدۂ اولیٰ چھوٹ جائے) تو پھر سلام سے پہلے سجدۂ سہو کرے گا، البتہ اگر یہ شک پیدا ہو کہ میں نے ایک رکعت پڑھی ہے یا دو۔ دو پڑھی ہیں یا تین؟ تین پڑھی ہیں یا چار؟ تو وہ کم تعداد کو یقینی شمار کر کے نماز مکمل کرے گا اور سجدۂ سہو سلام سے پہلے ہی کرے گا۔
- اگر نمازی کو کسی وجہ سے یہ احکام یاد نہ رہیں یا وہ ایسی بھول (سہو) کا شکار ہو گیا ہے جو ان احادیث میں مذکور نہیں ہے تو پھر اسے جان لینا چاہیے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام سے پہلے بھی سہو کے دو سجدے کیے ہیں اور سلام پھیرنے کے بعد بھی وہ جس صورت پر بھی عمل کرے گا جائز ہو گا، ان شاء اللہ العزیز۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر)

رکعت میں بھولے چوکے یا عمداً ایک یا چند آیات یا کوئی سورت پڑھ لی تو اس کے لیے سجدۂ سہو مشروع نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے عمل مبارک سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ ظہر کی آخری دو رکعات میں بھی سورۂ فاتحہ کے ساتھ کوئی دوسری سورت پڑھ لیا کرتے تھے۔ مزید برآں آپ نے اس امیر کی تعریف فرمائی جو اپنی نماز کی تمام رکعات میں سورۂ فاتحہ کے بعد ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ پڑھا کرتے تھے۔

اگر کسی نے بھول کر رکوع یا سجدے میں قرآن کی قراءت کر دی تو اس کے لیے سجدۂ سہو کرنا ضروری ہے کیونکہ رکوع اور سجدے میں قراءت قرآن جائز نہیں ہے۔[1]

اور اگر رکوع میں دونوں تسبیحات پڑھیں اور سجدے میں بھی تو پھر سجدہ سہو کی ضرورت نہیں۔ واللہ اعلم۔

[1] صحيح مسلم، الصلاة، باب النهي عن قراءة القرآن في الركوع والسجود، حديث: 479.

● سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا تمام ہونا تکبیر (اَللّٰهُ اَكْبَرُ کی آواز) سے پہچان لیتا تھا۔[1]

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کا سلام پھیر کر اونچی آواز سے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے تھے۔اس سے ثابت ہوا کہ امام اور مقتدیوں کو نماز سے فارغ ہوتے ہی ایک بار بلند آواز سے اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا چاہیے۔

● سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز ختم کرتے تو تین بار استغفار کرتے:

یعنی اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ، اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ کہتے، پھر (یہ) پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ

''یاالٰہی! تو صاحب سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی ہے۔اے ذوالجلال والاکرام! تو بڑا ہی بابرکت ہے۔''[2]

تنبیہ: دعائے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اضافہ

جس طرح دعائے اذان میں لوگوں نے اضافہ کر رکھا ہے، اسی طرح اس دعا میں بھی

① صحيح البخاري، الأذان، باب الذكر بعد الصلاة، حديث:842,841، وصحيح مسلم، المساجد، باب الذكر بعد الصلاة، حديث: 583. ② صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة، وبيان صفته، حديث: 591.

لوگوں نے زیادتی کی ہوئی ہے۔ وہ زیادتی ملاحظہ ہو: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ رسول اللہ ﷺ کے الفاظ ہیں۔ آگے [وَإِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ وَأَدْخِلْنَا دَارَالسَّلَامِ] کا اضافہ کر رکھا ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ شروع اور اخیر میں رسول اللہ ﷺ کے الفاظ اور درمیان میں خود اپنی طرف سے دعائیہ جملے بڑھا کر حدیث رسول ﷺ میں زیادتی کی ہوئی ہے۔ معاذ اللہ! کیا آپ یہ جملے بھول گئے تھے یا دعا ناقص چھوڑ گئے تھے جس کی تکمیل امتیوں نے کی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ان بڑھائے ہوئے جملوں میں کیا خرابی ہے ان کا ترجمہ بہت اچھا ہے، آخر دعا ہی ہے اور اللہ ہی کے آگے ہے۔ گزارش ہے کہ انسان اپنی مادری یا عربی زبان وغیرہ میں جو دعا چاہے اپنے مالک سے کرے، جون سے جملے چاہے دعا میں استعمال کرے، کوئی حرج نہیں۔ مگر حدیث رسول ﷺ میں اپنی طرف سے الفاظ یا جملے زیادہ کرنے ناجائز ہیں۔ ایسا کرنے سے دین کی اصل صورت قائم نہیں رہتی۔

- سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: ''اے معاذ! اللہ کی قسم! میں تجھ سے محبت کرتا ہوں۔'' میں نے کہا: میں بھی آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا: ''جب تو مجھے دوست رکھتا ہے (تو میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ) ہر (فرض) نماز کے بعد یہ (ذکر) پڑھنا نہ چھوڑنا:

رَبِّ اَعِنِّيْ عَلٰى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

''اے میرے رب! ذکر، شکر اور اچھی عبادت کرنے میں میری مدد کر۔''[1]

[1] [صحيح] سنن النسائي، السهو، باب نوع آخر من الدعاء، حديث: 1304، وسنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حديث: 1522، وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرك: 273/1 و 273/3، 274 میں، امام ذہبی نے، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 751 میں، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 2345 میں اور امام نووی نے المجموع: 486/3 میں اسے صحیح کہا ہے۔

● سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر فرض نماز کے بعد کہتے تھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَآ اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

''اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں ہے، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یا اللہ! تیری عطا کو کوئی روکنے والا نہیں اور تیری روکی ہوئی چیز کوئی عطا کرنے والا نہیں اور دولت مند کو اس کی دولت تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔''[1]

● سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد پڑھتے تھے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّآ اِيَّاهُ، لَهُ النِّعْمَةُ وَلَهُ الْفَضْلُ وَلَهُ الثَّنَاءُ الْحَسَنُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ

''اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے بادشاہت ہے اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ گناہوں سے رکنا اور عبادت پر قدرت پانا صرف اللہ کی توفیق سے ہے۔ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں اور ہم (صرف) اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ ہر نعمت کا

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب الذكر بعد الصلاة، حديث: 844، وصحيح مسلم، المساجد باب استحباب الذكر بعد الصلاة، حديث: 593.

مالک وہی ہے اور سارا فضل اسی کی ملکیت ہے (فضل اور نعمتیں صرف اسی کی طرف سے ہیں)، اسی کے لیے اچھی تعریف ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود (حقیقی) نہیں، ہم (صرف) اسی کی عبادت کرتے ہیں اگرچہ کافر برا منائیں۔‘‘[1]

● رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد ان کلمات کے ساتھ اللہ کی پناہ پکڑتے تھے (انھیں پڑھتے تھے):

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْبُخْلِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ اَنْ اُرَدَّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْقَبْرِ

’’اے اللہ! میں بزدلی سے تیری پناہ میں آتا ہوں اور کنجوسی سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں اور اس بات سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں کہ مجھے رذیل عمر (زیادہ بڑھاپے) کی طرف پھیر دیا جائے اور اسی طرح میں دنیاوی فتنوں اور عذاب قبر سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔‘‘[2]

● سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ’’اس شخص کے تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے، خواہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں جو ہر (فرض) نماز کے بعد یہ پڑھے: سُبْحَانَ اللّٰهِ 33 بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ 33 بار، اَللّٰهُ اَكْبَرُ 33 بار۔ یہ 99 کلمات ہو گئے اور سو (100) پورا کرنے کے لیے ایک بار کہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

’’اللہ (ہر عیب سے) پاک ہے۔ ساری تعریف اللہ کی ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔

① صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب الذكر بعد الصلاة وبيان صفته، حديث:594.
② صحيح البخاري، الدعوات، باب الاستعاذة من أرذل العمر ومن فتنة الدنيا ومن فتنة النار، حديث:6374.

اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ اکیلا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ساری بادشاہت اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔''①

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص فرض نماز کے بعد سُبْحَانَ اللّٰہِ 33 بار، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ 33 بار اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ 34 بار کہے گا، وہ نامراد نہیں ہوگا۔''②

● سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم کیا کہ میں ہر (فرض) نماز کے بعد معوذات پڑھا کروں۔③

معوذات (اللہ کی پناہ میں دینے والی سورتیں) سورۂ اخلاص، فلق اور الناس، یعنی قرآن مجید کی آخری تین سورتوں کو کہتے ہیں④ جو حسب ذیل ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۠﴾

''اللہ کے نام سے (شروع) جو بہت رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

''(اے نبی!) آپ کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ اس نے (کسی کو) نہیں جنا اور نہ وہ (خود) جنا گیا۔ اور کوئی ایک بھی اس کا ہمسر نہیں۔''⑤

① صحیح مسلم، المساجد، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ......، حدیث: 597. ② صحیح مسلم، باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ......، حدیث: 596. ③ [حسن] سنن أبي داود، الوتر، باب في الاستغفار، حدیث: 1523، وسندہ حسن، امام حاکم نے المستدرک: 253/1 میں، ذہبی نے، ابن خزیمہ نے حدیث: 755 میں اور ابن حبان نے الموارد، حدیث: 2347 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ④ فتح الباري: 78/9، تحت الحدیث: 5017. ⑤ الإخلاص 112: 1-4.

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۙ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ﴿۲﴾ وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ﴿۳﴾ وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۙ﴿۴﴾ وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ٪﴿۵﴾﴾

”اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“
”کہو میں پناہ (حفاظت) مانگتا ہوں صبح کے رب کی۔ ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔ اور اندھیری رات کے شر سے جب کہ وہ چھا جائے۔ اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے (جادو، ٹونا کرنے، کرانے والوں کے شر سے۔) اور حاسد کے شر سے جبکہ وہ حسد کرے۔“[1]

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
﴿قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ٪﴿۶﴾﴾

”اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔“
”کہو میں پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے مالک کی۔ لوگوں کے (اصل) معبود کی۔ اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو بار بار پلٹ کر آتا ہے جو لوگوں کے سینوں (دلوں) میں وسوسے (اور برے خیالات) ڈالتا ہے۔ خواہ وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔“[2]

● سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:
”جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے تو اسے بہشت میں داخل ہونے سے سوائے

① الفلق 113:1-5. ② الناس 114:1-6.

موت کے کوئی چیز نہیں روکتی۔''[1]

مطلب یہ ہے کہ آیۃ الکرسی پڑھنے والا موت کے بعد سیدھا جنت میں جائے گا۔

آیۃ الکرسی

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○﴾

'اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں۔ وہ زندہ ہے۔ ہمیشہ قائم رہنے والا ہے۔ وہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس کی اجازت کے بغیر کون اس کے پاس (کسی کی) سفارش کرسکتا ہے؟ وہ جانتا ہے جو کچھ ان سے پہلے گزرا اور جو کچھ ان کے بعد ہوگا اور لوگ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے (معلوم نہیں کر سکتے) مگر جتنا وہ چاہتا ہے (اتنا علم جسے چاہے دے دیتا ہے۔) اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے اور ان دونوں کی حفاظت اسے تھکاتی نہیں۔ وہ بلند و بالا، بڑی عظمتوں والا ہے۔''[2]

① [حسن] السنن الکبرٰی للنسائي، عمل الیوم واللیلۃ، ثواب من قرأ آیۃ الکرسي دبر کل صلاۃ: 30/6، حدیث: 9928، وسندہ حسن، امام ابن حبان نے اور منذری نے الترغیب: 453/2 میں اسے صحیح کہا ہے۔

② البقرۃ 2:255. اللہ جو ساری کائنات کی حفاظت کرسکتا ہے، کیا وہ ایک انسان یا اس کی کار اور گھر وغیرہ کی حفاظت نہیں کرسکتا؟ یقیناً کرسکتا ہے، پھر بندہ اپنی حفاظت کے لیے جائز اسباب کے بجائے شرکیہ طریقے کیوں اختیار کرتا ہے؟ اس مقصد کے لیے مختلف کڑے اور انگوٹھیاں کیوں پہنتا ہے؟ دھاگے کیوں ◄◄

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص رات کو سوتے وقت آیۃ الکرسی پڑھ لیتا ہے تو اللہ کی طرف سے اس کے لیے محافظ مقرر کر دیا جاتا ہے اور طلوع فجر تک شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔''[1]

- نماز کے بعد یہ دعا پڑھنا بھی ثابت ہے

اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ لِیْ دِیْنِیَ الَّذِیْ جَعَلْتَهٗ لِیْ عِصْمَةً وَّاَصْلِحْ لِیْ دُنْیَایَ الَّتِیْ جَعَلْتَهٗ فِیْهَا مَعَاشِیْ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ مِنْ نِّقْمَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ

''اے اللہ! میرے لیے میرا وہ دین سنوار دے جسے تو نے میری حفاظت کا سبب بنایا ہے اور میری دنیا (بھی) سنوار دے جس میں تو نے میری روزی پیدا کی ہے۔ اے اللہ! میں تیری خوشنودی کے ساتھ تیرے غصے سے اور تیری معافی کے ساتھ تیرے عذاب سے پناہ کا طالب ہوں اور تیرے (کرم کے) ساتھ تیری سزا سے پناہ مانگتا ہوں جو چیز تو عطا کرے، اسے کوئی روکنے والا نہیں ہے اور جو چیز تو روکے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی دولت مند کو اس کی دولت تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔''[2]

- رسول اکرم ﷺ یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے:

«« باندھتا ہے؟ اپنی گاڑی پر جوتے یا چیتھڑے کیوں لٹکاتا ہے؟ او اللہ کے بندو! آیت الکرسی پڑھو، حفاظت میں رہو، یقیناً اللہ کی حفاظت ہی بہترین حفاظت ہے جس کا کوئی توڑ نہیں۔ (ع، ر)

[1] صحيح البخاري، الوكالة، باب إذا وكل رجلا فترك الوكيل شيئا، حديث: 2311. [2] [حسن] سنن النسائي، السهو، باب نوع آخر من الدعاء عند الانصراف من الصلاة، حديث: 1347، وسنده حسن، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 541 میں اور ابن خزیمہ نے ««

رَبِّ اَعِنِّیْ وَلَا تُعِنْ عَلَیَّ وَانْصُرْنِیْ وَلَا تَنْصُرْ عَلَیَّ وَامْکُرْ لِیْ وَلَا تَمْکُرْ عَلَیَّ، وَاھْدِنِیْ وَیَسِّرِ الْھُدٰی لِیْ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ رَبِّ اجْعَلْنِیْ لَكَ شَاكِرًا لَّكَ ذَاكِرًا لَّكَ رَاهِبًا لَّكَ مِطْوَاعًا لَّكَ مُخْبِتًا، اِلَیْكَ اَوَّاھًا مُّنِیْبًا، رَبِّ تَقَبَّلْ تَوْبَتِیْ وَاغْسِلْ حَوْبَتِیْ وَاَجِبْ دَعْوَتِیْ وَثَبِّتْ حُجَّتِیْ وَسَدِّدْ لِسَانِیْ وَاھْدِ قَلْبِیْ وَاسْلُلْ سَخِیْمَةَ صَدْرِیْ

''اے میرے رب! تو میری مدد کر اور میرے خلاف مدد نہ کر۔ مجھے غالب کر اور (کسی کو) مجھ پر غالب نہ کر۔ مجھے تدبیر بتا اور (میرے دشمنوں کو) میرے خلاف تدبیر نہ بتا۔ مجھے ہدایت دے اور ہدایت میرے لیے آسان کر اور میرے اوپر ظلم کرنے والوں کے خلاف میری مدد کر۔ اے میرے رب! مجھے اپنا شکر کرنے والا، اپنا ذکر کرنے والا، اپنے سے ڈرنے والا، اپنا حکم ماننے والا، اپنے سامنے گڑگڑانے والا اور اپنی طرف عاجزی سے رجوع کرنے والا بنا دے۔ اے میرے رب! میری توبہ قبول فرما اور میرے گناہ دھو ڈال، میری دعا قبول کر، میری دلیل ثابت رکھ، میری زبان سیدھی کر، میرے دل کو ہدایت سے نواز اور میرے سینے سے کینہ نکال دے۔''[1]

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا

فرض نماز کے بعد اجتماعی دعا کے ثبوت میں کوئی مقبول حدیث نہیں ہے۔ نہایت تعجب کی

◄ حدیث: 745 میں اسے صحیح کہا ہے۔[1] [صحیح] جامع الترمذي، الدعوات، باب: رب أعني ولا تعن علي، حدیث: 3551، وسندہ صحیح، وسنن ابن ماجه، الدعاء، باب دعاء رسول اللہ ﷺ، حدیث: 3830، وسنن أبي داود، الصلاة، باب ما یقول الرجل إذا سلم؟ ◄

بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں دس سال رہے، پانچوں وقت نمازیں پڑھائیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کثیر تعداد نے آپ کی اقتدا میں نمازیں پڑھیں مگر ان میں سے کوئی ایک بھی اجتماعی دعا کا ذکر نہ کرے۔ تو یہ اس کے بطلان کی واضح دلیل ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمہ اللہ کہتے ہیں: اگر کوئی انفرادی طور پر نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ لیتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ امام ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن حجر رحمہم اللہ اور بہت سے محققین علماء نے فرض نماز کے بعد مروجہ اجتماعی دعا کا انکار کیا ہے اور اسے بدعت کہا ہے۔

اجتماعی دعا کی دلیل میں بیان کی جانے والی تمام روایات ضعیف ہیں، تفصیل حسب ذیل ہے:

● سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو بندہ ہر نماز کے بعد اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر دعا کرے، اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھوں کو نامراد نہیں لوٹاتا۔[1]

① اس کی سند میں اسحاق بن خالد ہے جو منکر احادیث روایت کرتا ہے۔

② امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (اس کے ایک اور راوی) عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن کی خصیف سے بیان کردہ روایات جھوٹی اور من گھڑت ہوتی ہیں۔

③ خصیف کا سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے سماع معلوم نہیں۔

» حدیث: 1510. امام حاکم نے المستدرك: 520/1 میں، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 2414 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ترمذی اور سنن ابن ماجہ کی روایات میں «لَكَ شَكَّارًا، لَكَ ذَكَّارًا، لَكَ رَهَّابًا» کے الفاظ ہیں، نیز سنن ابن ماجہ میں «لَكَ مُطِيعًا» اور سنن ابوداود میں «إِلَيْكَ مُخْبِتًا أَوْ مُنِيبًا» کے الفاظ وارد ہوئے ہیں، تاہم یہ مکمل دعا بعینہ (مشكاة، جامع الدعاء، الفصل الثاني) میں موجود ہے۔ (ع،ر)

① [ضعيف جدًا] عمل اليوم والليلة لابن السني، حديث:138.

④ علاوہ ازیں اس روایت میں اجتماعی دعا کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

● (کہا جاتا ہے کہ) سیدنا یزید بن اسود عامری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کا سلام پھیرا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔

اس روایت کے متعلق مولانا عبیداللہ رحمانی مرحوم لکھتے ہیں: کتب حدیث میں سیدنا یزید بن اسود عامری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں مذکورہ الفاظ کہ ''دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔'' سرے سے موجود ہی نہیں۔ بلکہ اصل حدیث، جس کی سند حسن ہے، کو دیکھنے سے دعا نہ ہونے کا ثبوت ملتا ہے، یزید بن اسود کہتے ہیں: میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حج کرنے حاضر ہوا، میں نے آپ کے ساتھ مسجد خیف میں صبح کی نماز پڑھی، جب آپ نے نماز مکمل فرمائی تو پھرے، اچانک آپ نے لوگوں کے پیچھے دو آدمی دیکھے جنھوں نے آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی۔ آپ نے فرمایا:

''انھیں میرے پاس لے آؤ۔''[1]

علاوہ ازیں ان غیر ثابت الفاظ میں بھی اجتماعی دعا کا ذکر نہیں ہے۔

● عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم دعا کرتے تھے اور (آخر میں) اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے منہ پر پھیرتے تھے۔[2]

① [حسن] جامع الترمذي، الصلاة، باب ما جاء في الرجل يصلي وحده ثم يدرك الجماعة، حديث: 219، وسنده حسن.

② الأدب المفرد للبخاري، باب رفع الأيدي في الدعاء: 315/1 اس کی سند حسن لذاتہ بلکہ صحیح بخاری کی شرط پر ہے۔

نمازوں کے بعد اجتماعی دعا کے بارے میں پیش کی جانے والی تقریباً تمام روایات نہ صرف سخت ضعیف ہیں بلکہ ان میں اجتماعی دعا کا ذکر تک نہیں ہے اور بعض احادیث کا موقع محل تو کچھ اور ہے مگر انھیں زبردستی زیر بحث اجتماعی دعا کے ساتھ نتھی کر دیا گیا ہے۔ تفصیل کے لیے حکیم صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کی کتاب ››

تاہم اس میں بھی جماعت کے بعد اجتماعی دعا کا ذکر نہیں۔ [1]

»» ''صلاۃ الرسول ﷺ'' کا وہ نسخہ ملاحظہ فرمائیں جو شیخ عبدالرؤف بن عبدالحنان کی تخریج و تعلیق سے آراستہ ہے۔(ع،ر)

① کیا فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا بدعت ہے۔اس سلسلے میں درج ذیل امور قابل غور ہیں:

● ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا ایک مستقل عبادت ہے جو غیر مؤقت ہے، یعنی کسی بھی وقت کی جا سکتی ہے، البتہ جن مواقع پر اس کا اہتمام کرنا سنت سے ثابت ہے انھیں ترجیح دی جائے گی۔

● جو عبادت ہر وقت جائز ہو اگر آپ اپنی سہولت کے لیے اسے کسی خاص وقت میں روزانہ کرنا چاہتے ہیں تو اصولی طور پر یہ بھی جائز ہے، ارشاد نبوی ہے: ''اللہ تعالیٰ کو وہ عمل زیادہ محبوب ہے جس پر ہمیشگی کی جائے اگرچہ تھوڑا ہو۔'' صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب فضیلۃ العمل الدائم من قیام اللیل وغیرہ، حدیث: 782 لیکن کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ تمام جائز اوقات چھوڑ کر صرف ایک وقت کو عملاً فرض کا درجہ دے کر دوسرے مسلمانوں کو اس کا پابند بنائے کیونکہ جب شریعت نے اس وقت کو مسلمانوں پر مقرر نہیں کیا تو یہ کیوں کرے؟ مثلاً: اگر مختلف افراد روزانہ مختلف اوقات میں قرآن پاک کی مختلف سورتیں پڑھتے ہیں تو یہ جائز عمل ہوگا۔ لیکن اگر کوئی مولوی صاحب یہ دعوت دینی شروع کر دے کہ 'تمام اہل اسلام روزانہ نماز فجر کے بعد بیس مرتبہ سورۂ قمر پڑھا کریں، اس کا اتنا ثواب ہے، پھر اس کے حلقۂ اثر میں آنے والے تمام مسلمان واقعتاً سختی کے ساتھ اس کی پابندی شروع کر دیں تو ان کا یہ عمل محتاج دلیل بن جائے گا، اگر شرعی دلیل میں اس کی صراحت آ جائے تو سنت ہوگا ورنہ بدعت۔

● جو عبادت ہر وقت جائز ہو اگر آپ اسے کسی خاص موقع پر کرنا چاہتے ہیں تو احتیاطاً یہ معلوم کر لیں کہ کہیں اس موقع کے لیے شریعت نے کوئی فرض تو مقرر نہیں کیا کیونکہ اگر اس موقع کے لیے شریعت نے کوئی فرض عائد کیا ہے تو پھر فرض ترک کر کے جائز کام میں لگے رہنا قطعاً جائز نہیں ہے، مثلاً: نماز باجماعت کھڑی ہو اور جس نے یہی نماز جماعت کے ساتھ پہلے نہیں پڑھی، اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ جماعت میں شامل ہونے کی بجائے سنتیں یا نوافل پڑھتا رہے، کوئی ورد وظیفہ، دعا یا تلاوت کرتا رہے کیونکہ ان جائز نیکیوں کو مؤخر کرنے کی گنجائش موجود ہے لیکن موقع کے فرض کو بلاوجہ مؤخر کرنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔

● اگر اس خاص موقع کے لیے شریعت نے کوئی سنت مقرر کر رکھی ہے تو بھی جائز کام چھوڑ کر سنت کو ترجیح دی جائے گی۔ اگرچہ سنت فرض نہیں، اسے کیا جائے تو بہت زیادہ ثواب ہے اور اگر کسی وجہ سے کبھی چھوٹ جائے

تو کوئی گناہ نہیں مگر ایک موقع کی سنت کو جب ہمیشہ ترک کیا جائے گا تو گناہ لازم آئے گا کیونکہ سنت، چھوڑنے کے لیے نہیں بلکہ اپنانے کے لیے ہوتی ہے، اسے اپنانا ہی حب رسول کا تقاضا ہے جبکہ اسے چھوڑے رکھنا اس سے بے رغبتی کی دلیل ہے اور ارشاد پاک ہے: ''جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ سے نہیں۔'' (صحيح البخاري، النكاح، باب الترغيب في النكاح، حديث: 5063) اس کی مثال فرض نماز کے بعد لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا اجتماعی ورد ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ سب سے افضل ذکر ہے لیکن اسے کسی بھی وقت کرنا جائز ہے اور چونکہ فرض نماز کے بعد والا وقت بھی اوقات میں سے ایک وقت ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص کسی فرض نماز کے بعد اپنے طور پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دیتا ہے تو بالکل جائز ہے لیکن جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فرض نماز کے فوراً بعد نبیٔ اکرم ﷺ کا معمول اور سنت کچھ اور ہے تو پھر ہر فرض نماز کے بعد ہمیشہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ورد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اس موقع کی سنت کو ختم کر دیا جائے کیونکہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا ورد مؤخر ہو سکتا ہے لیکن نماز کے بعد والے مسنون اذکار اور دعائیں ہمیشہ مؤخر کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں ہے، ویسے بھی کورس کی شکل میں بلند آواز سے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اجتماعی ورد کی پورے عہد نبوت میں کوئی مثال نہیں ملتی۔

● اگر کسی موقع کی سنت کے ساتھ ایک اور سنت آ ملے تو دونوں سنتوں کو بجا لانا درست ہوگا، مثلاً: کسی فرض نماز کی جماعت ہوئی، امام صاحب نے سلام پھیرا، امام صاحب اور مقتدی حضرات اپنے طور پر مسنون اذکار اور دعاؤں میں مصروف ہو گئے، پھر کسی واقعی حاجت مند نے امام صاحب سے بارش کے لیے یا بیمار کے لیے یا کسی دوسرے جائز مقصد کے لیے (رسم بنانے کے طور پر نہیں بلکہ) خلوصِ نیت سے دعا کی درخواست کی تو کسی کے مطالبے پر دعا کرنا بھی سنت ہے، لہٰذا دعا کرنا جائز ہوگا۔

● یاد رکھیے! ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا نہ تو فرض نماز کا حصہ ہے اور نہ بعد والے مسنون اذکار کا، اس لیے اس کا دائمی اہتمام کرنا درست نہیں ہے کیونکہ: فرض نماز ایک الگ عبادت ہے اور ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا ایک الگ عبادت ہے اور جب کسی شرعی دلیل کے بغیر: ① دو الگ الگ عبادتوں کو ایک مخصوص ترتیب کے ساتھ ہمیشہ ایک ساتھ ادا کیا جائے کہ ② دونوں ایک دوسرے کا حصہ معلوم ہوں حتیٰ کہ ایک کے بغیر دوسری کو نامکمل سمجھا جانے لگے، نیز ③ ایک شرعی مسئلے کی طرح لوگوں کو اس کی دعوت، ترغیب اور تعلیم دی جائے ④ اور جو شخص ان عبادات کو آپ کے طریقے کے مطابق ادا نہ کرے، اسے منکر اور گستاخ کے القابات سے نوازا جائے تو آپ راہ سنت سے بھٹک جائیں گے کیونکہ جب مختلف عبادات کو اپنی مرضی سے یکجا کر کے ایک نیا طریقہ رائج کیا جائے تو وہ سنت نہیں رہتا، بدعت بن جاتا ہے۔

● بات اصول کی ہے جو کام نبیٔ اکرم ﷺ کی زندگی میں ضروری بھی ہو اور اسے کرنے کے لیے کوئی رکاوٹ

بھی موجود نہ ہو، پھر بھی پورے عہد نبوت میں اس کے کیے جانے کا کوئی ثبوت نہ ملے مگر ہم نہ صرف خود اسے ہمیشہ کریں بلکہ دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیں تو وہ بلاشبہ بدعت ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا عہد نبوت میں فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کا اہتمام کرنے میں کوئی رکاوٹ تھی؟ یقیناً نہیں تھی، پھر بھی اگر کسی فرض نماز کے بعد اس کا کبھی اہتمام نہیں کیا گیا تو اس سے معلوم ہوا کہ اس کا اہتمام نہ کرنا سنت ہے کیونکہ ناممکن ہے کہ ایک چیز دین بھی ہو اور عہد نبوت میں کر سکنے کے باوجود اسے کوئی نہ کرے یا اسے کیا گیا ہو مگر مقبول احادیث کے وسیع ذخیرے میں وہ کسی کو کہیں نظر نہ آئے۔

● انسان فطرتاً سہولت پسند ہے، اسے مسنون دعائیں یاد کرنا ''گراں'' گزرتا ہے اور چونکہ اس کی مصروفیات بھی بہت زیادہ ہیں، اس لیے وہ فرض نمازوں کے بعد یکسوئی کے ساتھ پانچ، چھ منٹ نہیں نکال سکتا اور اس سنت سے پہلو بچانے کے لیے اس کا متبادل ایجاد کر لیا گیا، یعنی مولوی صاحب سلام پھیرتے ہی ہاتھ اٹھائیں، چند مسنون و غیر مسنون الفاظ پر مشتمل چھوٹے چھوٹے جملے بولیں اور منہ پر ہاتھ پھیر کر تمام نمازیوں کو فارغ کر دیں جس کے بعد وہ سب (مسنون اذکار پڑھے بغیر) اٹھ کھڑے ہوں۔

درحقیقت یہ دعا نہیں، رسم ہے جو انتہائی نیک نیتی سے ہر فرض نماز کے بعد ادا کی جاتی ہے اور اس طرح غیر شعوری طور پر ایک سنت کو مٹانے کا گناہ کیا جا رہا ہے۔ افسوس کہ لوگوں کو بدعتوں پر عمل کرنے کے لیے تو بڑا وقت مل جاتا ہے مگر سنت کو اپنانے کے لیے وقت نہیں ملتا، جو شخص بدعت کی تردید کرے اسے سرے سے دعا ہی کا منکر بنا دیا جاتا ہے جبکہ سنت کا تارک، اہل السنۃ والجماعۃ!!!

● فرض نمازوں کے بعد مسنون اذکار اور دعائیں چھوڑ کر ان کے متبادل لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے اجتماعی ورد اور ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگنے کو اس لیے بھی رواج دیا گیا ہے کہ یہ ہمارے مسلک کی علامت اور پہچان بن جائیں۔ کیا کسی مسلک کے تحفظ کے لیے شرعی مسائل و احکام کے ساتھ اس طرح کھیلنا جائز ہے؟ اسلام کا حکم کیا ہے؟ فرقہ واریت کو مٹایا جائے یا اسے فروغ دیا جائے؟

● خلاصہ یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنا فی نفسہ جائز ہے لیکن اس جائز کا ٹکراؤ ایک سنت سے ہو رہا ہے، لہٰذا اسے اپنا معمول نہیں بنانا چاہیے کیونکہ سنت رسول مقبول ﷺ ہی اس بات کا زیادہ حق رکھتی ہے کہ وہ ہر مسلمان کا معمول، مسلک اور پہچان بنے۔

لہٰذا ہمیں عموماً انھی اذکار اور دعاؤں پر اکتفا کرنا چاہیے جن پر ہمارے پیارے نبیٔ اکرم ﷺ اور ان کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہمیشہ اکتفا کرتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے۔ آمین! (ع، ر)

سنتوں کا بیان

مؤکدہ سنتیں اور ان کی فضیلت

سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ صَلّٰى فِي يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ: أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَهَا وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْمَغْرِبِ وَرَكْعَتَيْنِ بَعْدَ الْعِشَاءِ، وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ صَلَاةِ الْفَجْرِ»

''جو شخص دن اور رات میں (فرضوں کے علاوہ) بارہ رکعتیں پڑھے، اس کے لیے بہشت میں گھر بنایا جاتا ہے۔ (ان بارہ رکعتوں کی تفصیل یہ ہے:) چار رکعت ظہر سے پہلے، دو رکعت اس کے بعد، دو رکعت مغرب کے بعد، دو رکعت عشاء کے بعد اور دو رکعت نماز فجر سے پہلے۔''[1]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ظہر سے پہلے دو رکعتیں (سنت) پڑھیں۔[2]

① [صحيح] جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء فيمن صلى في يوم وليلة ثنتي عشرة ركعة من السنة، حديث: 415، وهو حديث صحيح، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم حدیث: 728 میں ہے۔ ② صحيح البخاري، التهجد، باب الركعتين قبل الظهر، حديث: 1180، و صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضل السنن الراتبة قبل الفرائض و بعدهن......، حديث: 729.

معلوم ہوا کہ ظہر سے پہلے چار کی بجائے دو رکعتیں پڑھنا بھی درست ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات اور دن کی (نفل) نماز دو دو رکعت ہیں۔''①

معلوم ہوا کہ چار رکعات سنت بھی دو، دو کر کے ادا کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔

رسول اللہ ﷺ سنتیں گھر میں پڑھتے تھے

عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کے نفلوں کا حال دریافت کیا تو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے۔ پھر آپ نکلتے اور لوگوں کے ساتھ (ظہر کے) فرض پڑھتے، پھر (گھر میں) داخل ہوتے اور دو رکعتیں نماز پڑھتے۔ آپ لوگوں کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھتے، پھر (گھر میں) داخل ہوتے اور دو رکعت (سنت) پڑھتے، پھر آپ ﷺ لوگوں کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے، پھر (گھر میں) داخل ہوتے اور دو رکعتیں نماز پڑھتے اور رات کو آپ ﷺ نو رکعات (تہجد کی) نماز پڑھتے، ان میں وتر بھی ہوتا تھا اور جب صبح نمودار ہوتی تو (نماز فجر سے پہلے) دو رکعتیں (سنت) پڑھتے۔②

غیر مؤکدہ سنتیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص عصر سے پہلے چار رکعات (سنت) پڑھے، اللہ اس پر رحمت کرے۔''③

① [حسن] سنن أبي داود، التطوع، باب صلاة النهار، حديث: 1295، وسنده حسن، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1210 میں اور امام ابن حبان نے الموارد، حدیث:636 میں اسے صحیح کہا ہے۔

② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز النافلة قائمًا و قاعدًا......، حديث: 730.

③ [حسن] سنن أبي داود، التطوع، باب الصلاة قبل العصر، حديث: 1271، وسنده حسن، وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الأربع قبل العصر، حديث: 430، امام ترمذی نے اور نووی نے المجموع : 8/4 میں اسے حسن جبکہ ابن خزیمہ نے حدیث:1193 میں اور ابن حبان نے ››

مغرب سے پہلے دو رکعتیں

رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ فرمایا: ”مغرب سے پہلے دو رکعتیں ادا کرو۔“ تیسری بار فرمایا: ”جس کا دل چاہے۔“ یہ اس لیے فرمایا کہ کہیں لوگ اسے سنت مؤکدہ نہ بنا لیں۔[1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب مدینے میں مؤذن مغرب کی اذان کہتا تو لوگ ستونوں کی طرف دوڑتے اور دو رکعتیں پڑھتے۔ لوگ اس کثرت سے دو رکعتیں پڑھتے کہ مسجد میں داخل ہونے والا اجنبی یہ گمان کرتا کہ مغرب کی جماعت ہو چکی ہے۔[2]

مرثد بن عبداللہ رحمہ اللہ سیدنا عقبہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: کیا یہ عجیب بات نہیں کہ سیدنا ابو تمیم رضی اللہ عنہ مغرب کی نماز سے پہلے دو رکعت پڑھتے ہیں؟ عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم بھی رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں پڑھتے تھے۔ اس نے پوچھا: اب کیوں نہیں پڑھتے؟ کہنے لگے کہ مصروفیت ہے۔[3]

جمعے کے بعد کی سنتیں

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب تم میں سے کوئی جمعے کے بعد نماز پڑھنے لگے تو چار رکعات ادا کرے۔“[4]

معلوم ہوا کہ جمعے کے بعد چار رکعات سنتیں پڑھنی چاہئیں اور اگر کوئی دو رکعتیں بھی پڑھ لے تو جائز ہوگا۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جمعے کے بعد کچھ نماز نہیں پڑھتے تھے یہاں تک کہ اپنے گھر آتے اور دو رکعتیں پڑھتے۔[5]

»» الموارد، حدیث: 616 میں صحیح کہا ہے۔ ① صحيح البخاري، التهجد، باب الصلاة قبل المغرب، حديث: 1183. ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتين قبل صلاة المغرب، حديث: 837. ③ صحيح البخاري، التهجد، باب الصلاة قبل المغرب، حديث: 1184. ④ صحيح مسلم، الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، حديث: 881. ⑤ صحيح البخاري، الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة وقبلها، حديث:937، وصحيح ««

اس سے معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے بعد دو رکعت سنت پڑھنا بھی درست ہے، جبکہ چار رکعت پڑھنا قولی حدیث کی وجہ سے زیادہ بہتر اور مزید فضیلت کا باعث ہے۔ ①

فجر کی سنتوں کی فضیلت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فجر کی دو سنتیں دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے، اس سے بہتر ہیں۔'' ②

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل (سنن) میں سے کسی چیز پر اتنی محافظت اور مداومت نہیں کرتے تھے جس قدر فجر کی دو سنتوں پر کرتے تھے۔ ③

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو سنتیں پڑھتے تو دائیں پہلو پر لیٹتے تھے۔ ④

فجر کی سنتیں فرضوں کے بعد پڑھنے کا جواز

اگر آپ ایسے وقت مسجد میں پہنچیں کہ جماعت کھڑی ہو گئی ہو اور آپ نے سنتیں نہ پڑھی ہوں تو اس وقت سنتیں مت پڑھیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب نماز کی اقامت (تکبیر) ہو جائے تو فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہوتی۔'' ⑤

ایسی صورت میں آپ جماعت میں شامل ہو جائیں اور فرض پڑھ کر سنتیں پڑھ لیں۔

» مسلم، الجمعة، باب الصلاة بعد الجمعة، حديث: 882. ① دیکھیے مرعاة المفاتيح، حديث: 1175. ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر......، حديث: 725. ③ صحيح البخاري، التهجد، باب تعاهد ركعتي الفجر، حديث: 1169، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب ركعتي سنة الفجر، حديث: (94)-724. ④ صحيح البخاري، التهجد، باب الضجعة على الشق الأيمن بعد ركعتي الفجر، حديث: 1160، و صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل......، حديث: (122)-736. ⑤ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب كراهة الشروع في نافلة بعد شروع المؤذن في إقامة الصلاة......، حديث: 710.

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو صبح کی فرض نماز کے بعد دو رکعتیں پڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: ''صبح کی (فرض) نماز دو رکعتیں ہیں تم نے مزید دو رکعتیں کیسی پڑھی ہیں؟'' اس شخص نے جواب دیا۔ میں نے دو رکعتیں سنت (جو فرضوں سے پہلے ہیں) نہیں پڑھی تھیں۔ انھیں اب پڑھا ہے۔ (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے۔[1]

اور آپ ﷺ کی خاموشی رضامندی کی دلیل ہے (محدثین کی اصطلاح میں یہ تقریری حدیث کہلاتی ہے)۔

ایک شخص مسجد میں آیا، رسول اللہ ﷺ صبح کے فرض پڑھ رہے تھے۔ اس نے مسجد کے ایک کونے میں دو رکعتیں سنت پڑھیں، پھر جماعت میں شامل ہو گیا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: ''تو نے فرض نماز کسے شمار کیا جو اکیلے پڑھی تھی یا جو ہمارے ساتھ جماعت سے پڑھی ہے؟''[2]

معلوم ہوا کہ فرض ہوتے وقت سنتوں کا پڑھنا درست نہیں ہے۔

نمازوں کی رکعات

① نماز فجر: دو فرض، اس سے پہلے دو سنتیں ہیں (کل چار رکعتیں ہوئی)۔

② نماز ظہر: چار فرض، اس سے پہلے چار سنتیں اور بعد میں دو سنتیں (کل دس رکعتیں ہوئی)۔

③ نماز عصر: چار فرض۔

① [صحيح] سنن الدارقطني، الصلاة، باب قضاء الصلاة بعد وقتها ومن دخل في صلاة فخرج......: 384,383/1، حديث: 9، والسنن الكبرٰى للبيهقي، الصلاة، باب ذكر البيان أن هذا النهي مخصوص......: 456/2، حديث: 4391، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1116 میں، ابن حبان نے الموارد، حدیث: 624 میں، حاکم نے المستدرك: 275,274/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے، لہٰذا اسے منقطع کہنا غلط ہے۔ ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب كراهة الشروع في نافلة ......، حديث: 712.

④ نمازِ مغرب: تین فرض ہیں، اس کے بعد دو سنتیں (کل پانچ رکعتیں ہوئی)۔

⑤ نمازِ عشاء: چار فرض ہیں اور نمازِ عشاء کے بعد دو سنتیں (کل چھ رکعتیں ہوئی)۔

نمازِ وتر دراصل رات کی نماز ہے جو تہجد کے ساتھ ملا کر پڑھی جاتی ہے۔ جو لوگ رات کے آخری حصے میں نہ اٹھ سکتے ہوں، وہ وتر بھی نمازِ عشاء کے ساتھ ہی پڑھ لیا کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ خَافَ أَنْ لَّا يَقُومَ مِنْ آخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوتِرْ أَوَّلَهُ»

”جسے خطرہ ہو کہ رات کے آخری حصے میں نہیں اٹھ سکے گا وہ اول شب ہی وتر پڑھ لے۔“[1]

① صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب من خاف أن لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر أوله، حدیث: 755.

تہجد، قیام اللیل، قیام رمضان اور وتر

فضیلت

سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«عَلَيْكُمْ بِقِيَامِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَأْبُ الصَّالِحِينَ قَبْلَكُمْ، وَهُوَ قُرْبَةٌ لَّكُمْ إِلٰى رَبِّكُمْ وَمَكْفَرَةٌ لِّلسَّيِّئَاتِ وَمَنْهَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ»

''تہجد ضرور پڑھا کرو کیونکہ وہ تم سے پہلے صالحین کی روش ہے اور تمھارے لیے اپنے رب کے قرب کا وسیلہ، گناہوں کے مٹانے کا ذریعہ اور (مزید) گناہوں سے بچنے کا سبب ہے۔''①

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس شخص پر اللہ کی رحمت ہو جو رات کو اٹھا، پھر نماز (تہجد) پڑھی اور اپنی بیوی کو جگایا، پھر اس نے بھی نماز پڑھی۔ پھر اگر بیوی (غلبۂ نیند کے باعث) نہ جاگی تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔ اس عورت پر بھی اللہ کی رحمت ہو جو رات کو اٹھی، پھر نماز (تہجد) پڑھی اور اپنے خاوند کو جگایا۔ (پھر اس نے بھی نماز پڑھی) پھر اگر خاوند (غلبۂ نیند کے باعث) نہ جاگا تو اس کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے۔''②

① [حسن] صحیح ابن خزیمة، صلاة التطوع باللیل، باب التحریض علی قیام اللیل، حدیث: 1135، وسندہ حسن، جامع الترمذي: 3549ب، وسندہ حسن. حافظ عراقی نے اسے حسن جبکہ حاکم: 1/308 اور امام ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ ② [حسن] سنن أبي داود، التطوع، باب قیام «

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”فرض نماز کے بعد سب نمازوں سے افضل، رات (تہجد) کی نماز ہے۔“ ①

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جب انسان سوتا ہے تو شیطان اس کے سر کی گدی پر تین گرہیں لگاتا ہے اور ہر گرہ کے ساتھ کہتا ہے کہ رات بڑی لمبی ہے تو سویا رہ، پھر اگر وہ بیدار ہو کر اللہ کا ذکر کرے تو ایک گرہ کھل جاتی ہے اور اگر وضو کرے تو دوسری گرہ کھل جاتی ہے اور اگر نماز پڑھے تو تیسری گرہ بھی کھل جاتی ہے۔ اور وہ شادمان اور پاک نفس ہو کر صبح کرتا ہے ورنہ اس کی صبح خبیث اور سست نفس کے ساتھ ہوتی ہے۔“ ②

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ ہر رات جب ایک تہائی رات باقی رہ جاتی ہے آسمان دنیا پر نزول فرما کر فرماتا ہے: ”کوئی ہے جو مجھے پکارے، میں اس کی دعا قبول کروں؟ کوئی ہے جو مجھ سے مانگے، میں اسے دوں؟ کوئی ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے، میں اسے بخش دوں؟“ ③

نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر کرنے کا انداز

سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کو تہجد میں) اتنا لمبا قیام کرتے کہ آپ کے پاؤں سوج جاتے۔ آپ سے سوال ہوا: آپ اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں۔

◄◄ اللیل، حدیث: 1308، وسندہ حسن، امام حاکم نے المستدرك: 309/1 میں، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1148 میں، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 646 میں، امام ذہبی اور امام نووی نے المجموع: 46/4 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ① صحیح مسلم، الصیام، باب فضل صوم المحرم، حدیث: 1163۔ ② صحیح البخاري، التهجد، باب عقد الشیطان علی قافیة الرأس إذا لم یصل باللیل، حدیث: 1142 وصحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب الحث علی صلاة اللیل وإن قلّت، حدیث: 776۔ ③ صحیح البخاري، التهجد، باب الدعاء والصلاة من آخر اللیل، حدیث: 1145، وصحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب الترغیب في الدعاء والذکر في آخر اللیل، حدیث: 758۔

حالانکہ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف ہیں؟ آپ نے فرمایا: ''کیا پھر (جب اللہ تعالیٰ نے مجھے نبوت کے انعام، مغفرت کی دولت اور بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے) میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔''①

نیند سے بیدار ہونے کی دعائیں

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو (بستر سے تہجد کے لیے) اٹھتے تو (یہ) پڑھتے:

"اَللّٰهُ اَكْبَرُ" "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ" "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ" "سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ" "اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ" "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" "اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا وَضِيْقِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ

''اللہ سب سے بڑا ہے، ساری تعریف اللہ کے لیے ہے، اللہ اپنی تعریف سمیت (ہر عیب سے) پاک ہے، میں نہایت ہی پاکیزہ بادشاہ کی پاکی بیان کرتا ہوں، میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں ہے۔ اے اللہ! میں دنیا اور روز قیامت کی تنگیوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔''②

پھر کہتے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَاهْدِنِيْ وَارْزُقْنِيْ وَعَافِنِيْ

① صحيح البخاري، التهجد، باب قيام النبي ﷺ الليل، حديث: 1130، وصحيح مسلم، صفات المنافقين، باب إكثار الأعمال والاجتهاد في العبادة، حديث: 2819. ② [حسن] سنن أبي داود، الأدب، باب مايقول إذا أصبح؟ حديث: 5085، وهو حديث حسن، مولانا عبیداللہ مبارکپوری رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی سند صحیح ہے، دیکھیے مرعاة المفاتيح، حديث: 1225. آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب دعائیں دس دس بار پڑھتے تھے۔

''اے اللہ! مجھے معاف فرما دے، مجھے ہدایت عطا کر، مجھے رزق دے اور عافیت سے نواز۔''

پھر وضو وغیرہ کر کے تہجد شروع کرتے۔ ①

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص رات کو نیند سے جاگے اور کہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ، وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

''اللہ کے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اسی کے لیے ساری بادشاہی اور اسی کے لیے ساری تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر خوب قدرت رکھنے والا ہے۔ ساری تعریف اللہ کے لیے ہے، اللہ (ہر عیب سے) پاک ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، بدی سے بچنے اور نیکی کرنے کی کوئی طاقت نہیں ہے مگر اللہ کی توفیق سے۔''

پھر کہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِيْ

''اے اللہ! مجھے بخش دے۔''

یا کوئی اور دعا کرے تو قبول ہو گی۔ اور اگر وضو کر کے نماز پڑھے تو (وہ بھی) قبول کی جائے گی۔'' ②

① [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب مايستفتح به الصلاة من الدعاء، حديث: 766، و سنده حسن امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 649 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح البخاري، التهجد، باب فضل من تعارمن الليل فصلى، حديث: 1154.

رسول اللہ ﷺ تہجد کے لیے اٹھے تو آپ نے بیٹھنے کے بعد آسمان کی طرف نظر کر کے سورۂ آل عمران کی (درج ذیل) آخری گیارہ آیات (190-200) پڑھیں:[1]

﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَآ إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهٗ ۖ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ اٰمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ أَنِّي لَآ أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقٰتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيلٌ ۗ ثُمَّ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ۝ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَآ أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ خٰشِعِينَ لِلّٰهِ ۙ

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب ﴿إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ......﴾، و باب ﴿الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُودًا ......﴾، حديث: 4570,4569، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ و دعائه بالليل، حديث: (191)-763.

لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًاؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○﴾

''زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں، رات اور دن کے باری باری آنے میں، یقیناً ان عقل مند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں اور زمین اور آسمانوں کی ساخت میں غور وفکر کرتے ہیں (پھر بے اختیار پکار اٹھتے ہیں:) اے ہمارے پروردگار! یہ سب کچھ تو نے، باطل اور بے مقصد نہیں بنایا ہے تو (ہر عیب سے) پاک ہے، پس اے ہمارے رب ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ اے ہمارے پروردگار! تو نے جسے آگ میں ڈالا اسے درحقیقت بڑی ذلت ورسوائی میں ڈال دیا اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ اے ہمارے رب! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلاتا تھا (اور کہتا تھا) کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ، سو ہم ایمان لے آئے، پس اے ہمارے خالق! ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیاں ہم سے دور کر دے اور ہمارا خاتمہ نیک لوگوں کے ساتھ کر۔ اے ہمارے رازق! جو وعدے تو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے کیے ہیں، انھیں ہمارے ساتھ پورا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوائی میں نہ ڈال بے شک تو وعدہ خلافی کرنے والا نہیں ہے۔ پھر ان کے رب نے ان کی دعا قبول کر لی (اور فرمایا:) میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع نہیں کروں گا، خواہ مرد ہو یا عورت، بعض تمھارے بعض سے ہیں، لہٰذا جن لوگوں نے (میری خاطر) ہجرت کی، اپنے گھروں سے نکالے گئے، میری راہ میں ستائے گئے اور (میرے لیے) لڑے اور مارے گئے، میں ان کے سب قصور معاف کر دوں گا اور

انھیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں۔ یہ اللہ کے ہاں ان کی جزا ہے اور بہترین جزا اللہ ہی کے پاس ہے۔ اے نبی (ﷺ! دنیا کے) ملکوں میں کافر لوگوں کا (عیش و عشرت سے) چلنا پھرنا تمھیں کسی دھوکے میں نہ ڈالے۔ یہ تھوڑا سا فائدہ ہے، پھر ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بری جگہ ہے۔ لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے، ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کی طرف سے مہمانی ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے نیک لوگوں کے لیے وہی سب سے بہتر ہے۔ اور اہل کتاب میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کتاب کو بھی مانتے ہیں جو تمھاری طرف اتاری گئی ہے اور اس کتاب کو بھی جو (اس سے قبل خود) ان کی طرف اتاری گئی تھی، وہ اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور اللہ کی آیات کو تھوڑی سی قیمت پر بیچ نہیں دیتے، یہی ہیں وہ لوگ جن کا اجر ان کے رب کے پاس (محفوظ) ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ اے ایمان والو! صبر سے کام لو، باہم صبر کی تلقین کرو اور جہاد کے لیے تیار رہو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔"[1]

تہجد کی دعائے استفتاح

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ رات کو تہجد کے لیے کھڑے ہوتے تو (تکبیر تحریمہ کے بعد یہ) پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ لَكَ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، وَلَكَ الْحَمْدُ أَنْتَ مَلِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ،

[1] آل عمران 3:190-200.

وَلَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ الْحَقُّ وَلِقَاءُكَ الْحَقُّ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَالْجَنَّةُ حَقٌّ وَالنَّارُ حَقٌّ وَالنَّبِيُّونَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ لَكَ أَسْلَمْتُ وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ أَنَبْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ حَاكَمْتُ فَاغْفِرْ لِي مَا قَدَّمْتُ وَمَا أَخَّرْتُ وَمَا أَسْرَرْتُ وَمَا أَعْلَنْتُ، أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَأَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ

''الٰہی! تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے۔ زمین و آسماں اور جو کچھ ان میں ہے، (سب کو) تو ہی قائم رکھنے والا ہے۔ تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے۔ زمین و آسماں اور جو کچھ ان میں ہے، (اس سب) کی بادشاہی تیرے ہی لیے ہے۔ تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے۔ تو ہی روشن کرنے والا ہے زمین و آسمان کو۔ تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے۔ تو ہی بادشاہ ہے زمین و آسماں کا۔ تیرے ہی لیے ساری تعریف ہے۔ تو حق ہے اور (دنیا و آخرت کے متعلق) تیرا وعدہ حق ہے۔ (آخرت میں) تیری ملاقات حق ہے۔ تیرا کلام حق ہے۔ جنت حق ہے۔ جہنم حق ہے۔ تمام انبیاء حق ہیں۔ محمد (ﷺ) حق ہیں اور قیامت حق ہے۔ الٰہی! میں تیرے سامنے جھک گیا، میں صرف تیرے ساتھ ایمان لایا، میں نے صرف تجھی پر بھروسا کیا، میں نے صرف تیری طرف رجوع کیا۔ صرف تیری مدد سے (دشمنوں سے) جھگڑتا ہوں۔ میں نے صرف تجھے اپنا حاکم مانا، سو تو میرے اگلے پچھلے اور ظاہر و پوشیدہ اور جنھیں تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے (سارے کے سارے) گناہ معاف کر دے۔ تو ہی آگے کرنے والا اور پیچھے ڈالنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی (سچا) معبود نہیں ہے۔[1]

① صحيح البخاري، التهجد، باب التهجد بالليل، حديث: 1120، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل، حديث: 769.

رسول اللہ ﷺ کی نمازِ تہجد کی کیفیت

رسول اللہ ﷺ کی نماز تہجد کا حسن اور طول بیان نہیں ہو سکتا۔[1]

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے تہجد میں قیام کیا اور اس ایک آیت کو (عجز والحاح سے بار بار) پڑھتے صبح کر دی:

﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝﴾

''اگر تو انھیں عذاب دے تو وہ تیرے ہی بندے ہیں اور اگر انھیں معاف کر دے تو یقیناً تو غالب (اور) حکمت والا ہے۔''[2]

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے نبیٔ اکرم ﷺ کو تہجد پڑھتے دیکھا۔ وہ کہتے ہیں کہ سورۂ فاتحہ کے بعد آپ نے سورۂ بقرہ پڑھی، پھر رکوع کیا اور آپ کا رکوع آپ کے قیام کی مانند تھا (قیام کی طرح رکوع بھی کافی طویل کیا)، پھر آپ نے رکوع سے سر اٹھایا اور آپ کا قومہ آپ کے رکوع کی مانند تھا (رکوع کی طرح قومہ بھی کافی لمبا کیا)، پھر آپ نے سجدہ کیا اور آپ کا سجدہ آپ کے قومے کی مانند تھا (قومہ کی طرح سجدہ بھی کافی لمبا کیا)، پھر سجدے سے سر اٹھایا اور آپ دونوں سجدوں کے درمیان (جلسے میں) اپنے سجدے کی مانند بیٹھے تھے (سجدے کی طرح جلسے میں بھی دیر لگائی اور خوب اطمینان کیا)۔ اس طرح آپ نے چار رکعتوں میں سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران، سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ پڑھیں۔[3]

سبحان اللہ! یہ تھی نبیٔ رحمت ﷺ کی نماز تہجد۔ صرف چار رکعات میں سوا سات پارے

① صحيح البخاري، التهجد، باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان وغيره، حديث: 1147.
② المآئدة 118:5 [حسن] سنن النسائي، الافتتاح، باب ترديد الآية، حديث: 1011، وسنده حسن، امام حاکم نے المستدرك: 241/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب مايقول الرجل في ركوعه وسجوده؟ حديث: 874، وهو حديث صحيح.

پڑھے، پھر رکوع، قومے، سجدے اور جلسے کی درازی اور ان میں تسبیحات اور دعاؤں کو کثرت سے پڑھنا آپ پر ختم تھا۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نفلی نماز میں شریک ہوا۔ آپ نے سورۂ بقرہ شروع کی۔ میں نے سوچا کہ آپ سو آیات پڑھ کر رکوع میں جائیں گے، مگر آپ پڑھتے چلے گئے۔ میں نے خیال کیا کہ سورۂ بقرہ کو ایک رکعت میں ختم کریں گے لیکن آپ پڑھتے رہے۔ آپ نے سورۂ بقرہ ختم کر کے سورۂ نساء شروع کر لی، پھر اسے ختم کر کے سورۂ آل عمران کو پڑھنا شروع کر دیا، اسے بھی ختم کر ڈالا۔ آپ نہایت آہستگی سے پڑھتے جاتے تھے۔ جب ایسی آیت کی تلاوت کرتے جس میں تسبیح کا ذکر ہوتا تو سُبْحَانَ اللّٰهِ کہتے۔ اگر کچھ مانگنے کا ذکر ہوتا تو سوال کرتے، اگر پناہ مانگنے کا ذکر ہوتا تو ﴿أَعُوْذُ بِاللّٰهِ﴾ پڑھتے۔ سورۂ آل عمران ختم کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع کیا۔[1]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن میں ترتیب کا خیال رکھنا ضروری نہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''آل عمران'' کی تلاوت ''النساء'' کے بعد کی، حالانکہ ''آل عمران'' ترتیب میں ''النساء'' سے پہلے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے کہا: ''مجھے بتلایا گیا ہے کہ تم ساری رات نفل پڑھتے ہو اور دن کو روزہ رکھتے ہو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو تمھاری آنکھ کمزور اور طبیعت سست ہو جائے گی۔ تمھاری جان اور تمھارے بال بچوں کا بھی تم پر حق ہے، اس لیے روزہ رکھو اور افطار بھی کرو۔ رات کو قیام کرو اور نیند بھی۔''[2]

① صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب تطويل القراءة في صلاة الليل، حديث: 772. ② صحيح البخاري، التهجد، باب 20، حديث: 1153. اس سے معلوم ہوا کہ کسی امتی کا ساری رات عبادت میں گزارنا درست نہیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (ع،ر)

نبیٔ اکرم ﷺ تین دن سے کم میں قرآن مجید ختم کرنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ نے سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ''ایک ماہ میں قرآن پاک ختم کر لیا کرو۔'' انھوں نے عرض کی کہ میں اس سے زیادہ تلاوت کرنے کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''تو بیس دن میں ختم کر لیا کرو۔'' انھوں نے کہا: میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو دس دنوں میں ختم کر لیا کرو۔'' انھوں نے کہا کہ میں اس سے زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ''سات دن میں ختم کر لیا کرو۔ اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔''[1] پھر آپ ﷺ نے انھیں قرآن پاک تین دن میں ختم کرنے کی اجازت دے دی اور فرمایا: ''قرآن پاک سے اس شخص کو پوری سمجھ حاصل نہیں ہو سکتی جو تین دن سے کم مدت میں قرآن پاک ختم کرتا ہے۔''[2]

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص رات کے نوافل میں دو سو آیات تلاوت کرتا ہے، وہ اطاعت گزار، مخلص لوگوں میں شمار ہوتا ہے۔''[3] نبیٔ اکرم ﷺ ساری رات نوافل نہیں پڑھتے تھے۔[4]

آپ ﷺ کی تین دعائیں

سیدنا خباب بن ارت رضی اللہ عنہ، جو بدری صحابی ہیں، ایک رات نبیٔ اکرم ﷺ کے ساتھ

① صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب في كم يقرأ القرآن؟ حديث: 5054، وصحيح مسلم، الصيام، باب النهي عن صوم الدهر......، حديث: 1159. ② [صحيح] سنن أبي داود، شهر رمضان، باب في كم يقرأ القران؟ حديث: 1390، وهو حديث صحيح، وجامع الترمذي، القراءات، باب في كم أقرأ القرآن؟ حديث: 2949. امام ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ [حسن] المستدرك: 309/1، حديث: 1161، صحيح ابن خزيمة: 1143، اس روایت کی سند حسن ہے۔ سعد بن عبدالحمید جمہور کے نزدیک موثق راوی ہے، لہٰذا حسن الحدیث ہے۔ ④ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل، حديث: 746.

تھے۔ فرماتے ہیں کہ آپ تمام رات بیدار رہے۔[1] اور نوافل ادا کرتے رہے یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی۔ جب آپ نے نماز سے سلام پھیرا تو سیدنا خباب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان! آج رات جس طرح آپ نے نوافل پڑھے، اس سے پہلے میں نے کبھی آپ کو اس طرح نماز ادا کرتے نہیں دیکھا، آپ نے فرمایا: ”تم نے درست کہا۔ یہ وہ نماز تھی جس میں اللہ کے ساتھ اشتیاق بڑھایا گیا اور اس کے عذاب سے پناہ مانگی گئی، چنانچہ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین سوال کیے جن میں سے دو قبول ہوئے: ایک سوال یہ کہ اللہ میری امت کو سابقہ امتوں کی طرح تباہ و برباد نہ کرے، اسے اللہ نے قبول فرمایا۔ دوسرا سوال یہ کہ میری (ساری) امت پر (بیک وقت) دشمنوں کو غلبہ حاصل نہ ہو، یہ بھی قبول کر لیا گیا، پھر میں نے سوال کیا کہ امت محمدیہ میں اختلاف رونما نہ ہو، لیکن اسے قبول نہیں کیا گیا۔“[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے نوافل میں کبھی سری (آہستہ) اور کبھی جہری (بلند آواز سے) قراءت فرماتے۔[3]

① نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساری رات نماز پڑھنے کا معمول نہیں تھا مگر کبھی کبھی ایسا بھی کر لیتے تھے جیسا کہ مذکورہ حدیث میں صبح تک نماز پڑھنے کا ذکر ہے یا سنن نسائی کے حوالے سے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی حدیث صفحہ: 283 پر گزر چکی ہے کہ آپ نے ایک ہی آیت پڑھتے پڑھتے صبح کی یا رمضان المبارک کے آخری عشرے کی راتوں میں «أَحْيَا لَيْلَهُ» ”تمام شب عبادت کی“ (صحيح البخاري، حديث: 2024) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے ساری رات جاگ کر عبادت کرنے کو معمول بنا لینا اور اس پر ہمیشگی کرنا یا اکثر ایسا کرنا خلاف سنت ہے لیکن کبھی کبھار ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ دیکھیے صفة صلاة النبي صلى الله عليه وسلم للألباني، ص: 105. (ع۔و)

② [صحيح] سنن النسائي، قيام الليل، باب إحياء الليل، حديث: 1639، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الفتن، باب ماجاء في سؤال النبي صلى الله عليه وسلم ثلاثا في أمته، حديث: 2175. امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 1830 میں اور امام ترمذی نے اسے حسن غریب صحیح کہا ہے۔

③ [صحيح] جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في القراءة بالليل، حديث: 449، وسنده صحيح، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في القراء ة في صلاة الليل، »

جب آپ گھر میں نوافل ادا کرتے تو حجرے میں آپ کی قراءت سنائی دیتی تھی۔ ①

آپ ﷺ ایک رات باہر نکلے تو آپ نے دیکھا کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ آہستہ قراءت سے نوافل پڑھ رہے ہیں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نوافل میں اونچی آواز سے قراءت کر رہے ہیں۔ جب وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے ابوبکر! رات میں آپ کے پاس سے گزرا، آپ پست آواز سے نوافل پڑھ رہے تھے۔'' انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جس (اللہ) سے میں سرگوشی کر رہا تھا اس تک میری آواز پہنچ رہی تھی۔ پھر آپ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''رات میرا آپ کے پاس سے گزر ہوا، آپ اونچی آواز کے ساتھ نفل پڑھ رہے تھے۔'' تو انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں سوئے ہوؤں کو بیدار کرنا چاہتا تھا (کہ وہ بھی تہجد پڑھیں) اور شیطان کو بھگانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس پر آپ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ذرا اونچی آواز سے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو ذرا نیچی آواز سے پڑھنے کا حکم دیا۔ ②

رسول اللہ ﷺ کی نماز شب کا معمول

سیدہ امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم ﷺ کی نماز شب کا معمول بیان فرماتی ہیں: رمضان ہوتا یا غیر رمضان، رسول اللہ ﷺ (رات کی نماز بالعموم) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ (پہلے) آپ چار رکعت پڑھتے، پس ان کی خوبی اور درازی نہ پوچھو، پھر آپ چار رکعت پڑھتے، پس ان کی خوبی اور درازی (بھی) کچھ نہ پوچھو۔ پھر (آخر میں)

◄◄ حدیث: 1354. امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ سنن أبي داود، حديث: 1437. ① [حسن] سنن أبي داود، التطوع، باب رفع الصوت بالقراءة في صلاة الليل، حديث: 1327. اس کی سند حسن ہے۔ ② [حسن] سنن أبي داود، التطوع، باب رفع الصوت بالقراءة في صلاة الليل، حديث: 1329، وسنده حسن، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1161 میں، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 656 میں، امام حاکم نے المستدرك: 310/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

آپ تین رکعت (وتر) پڑھتے۔[1]

قیام اللیل کا طریقہ

رسول اللہ ﷺ کا بالعموم وتر پڑھنے کا طریقہ، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں کہ نبیٔ اکرم ﷺ نمازِ عشاء سے فجر تک گیارہ رکعتیں پڑھتے۔ ہر دو رکعتوں پر سلام پھیرتے اور ایک رکعت وتر پڑھتے۔[2]

رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بھی یہی تعلیم دی، چنانچہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''رات کی نماز دو، دو رکعتیں ہے۔ جب صبح (صادق) ہونے کا خطرہ ہو تو ایک رکعت پڑھ لو، یہ (ایک رکعت، پہلی ساری) نماز کو طاق بنا دے گی۔''[3]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وتر آخر رات میں ایک رکعت ہے۔''[4]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم رات کو نوافل پڑھنا شروع کرو تو پہلے دو ہلکی رکعتیں ادا کرو۔''[5]

آپ نے رات کا قیام کیا۔ پہلے دو ہلکی رکعتیں پڑھیں، پھر دو طویل رکعتیں پڑھیں، پھر ان سے ہلکی دو طویل رکعتیں پڑھیں، پھر ان سے ہلکی دو طویل رکعتیں، پھر ان سے ہلکی دو طویل رکعتیں، پھر ان سے ہلکی دو طویل رکعتیں، پھر ایک رکعت وتر پڑھا۔ یہ تیرہ رکعتیں

① صحيح البخاري، التهجد، باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان وغيره، حديث: 1147، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل......، حديث: 738. ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل و عدد ركعات النبي ﷺ في الليل......، حديث: (122)-736. ③ صحيح البخاري، الوتر، باب ماجاء في الوتر، حديث: 990-993، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل مثنٰى مثنٰى......، حديث: 749. ④ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل مثنٰى مثنٰى......، حديث: 752. ⑤ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ و دعائه بالليل، حديث: 768.

ہوئیں۔ آپ کی ہر دو رکعتیں پہلے والی دو رکعتوں سے ہلکی ہوتی تھیں۔ ①

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رکعت وتر پڑھتے۔ (آخری) دو رکعتوں اور ایک رکعت کے درمیان (سلام پھیر کر) بات چیت بھی کرتے۔ ②

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی دو اور ایک رکعت میں سلام سے فصل (جدائی) کرتے۔ ③

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ امیر المؤمنین سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی وتر پڑھا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ (انھوں نے درست کام کیا) وہ فقیہ اور صحابی ہیں۔ ④

امام مروزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ فصل (وتر کی دو رکعتوں کے بعد سلام پھیر کر ایک رکعت الگ پڑھنے) والی احادیث زیادہ ثابت ہیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کبھی سات، کبھی نو اور کبھی گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے۔ ⑤

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام اللیل سات رکعات سے تیرہ رکعات تک فرمایا ہے۔

---

① صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ و دعائه بالليل، حديث: 765.
② [صحيح] سنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في الوتر بركعة، حديث: 1177، وهو حديث صحيح، والمصنف لابن أبي شيبة : 291/2، حديث: 6803. بوصیری نے اسے صحیح کہا ہے۔ نیز دیکھیے صحیح مسلم: 736، ترقيم دارالسلام: 1718، اور صحیح ابن حبان، الموارد: 678. ③ [صحيح] صحيح ابن حبان [الإحسان]: 2424، دوسرا نسخہ: 2433، وسنده صحيح. حافظ ابن حجر نے فتح الباري: 482/2 میں اسے قوی کہا ہے، یعنی تین وتر بھی اس طرح پڑھتے کہ دو رکعات پڑھ کر سلام پھیرتے اور پھر اٹھ کر تیسری رکعت الگ پڑھتے۔ (ع، ر) ④ صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب ذكر معاوية رضي الله عنه، حديث : 3765,3764. ⑤ صحيح البخاري، التهجد، باب كيف صلاة النبي ﷺ......؟ حديث: 1139.

پانچ، تین اور ایک وتر

سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وتر ہر مسلمان پر حق ہے، لہذا جو شخص پانچ رکعات وتر پڑھنا چاہے تو (پانچ رکعات) پڑھے اور جو کوئی تین رکعات وتر پڑھنا چاہے تو (تین رکعات) پڑھے اور جو کوئی ایک رکعت وتر پڑھنا چاہے تو (ایک رکعت وتر) پڑھے۔''①

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو (کل) تیرہ رکعات پڑھتے اور ان میں پانچ رکعات وتر پڑھتے تھے (اور ان پانچ وتروں میں) کسی رکعت میں (تشہد کے لیے) نہ بیٹھتے مگر آخر میں۔②

معلوم ہوا کہ وتروں کی پانچوں رکعتوں کے درمیان تشہد کے لیے کہیں نہیں بیٹھنا چاہیے بلکہ پانچوں رکعتیں پڑھ کر قعدہ میں التحیات، درود اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دینا چاہیے۔

تین وتروں کی قراءت

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت وتر میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○﴾ دوسری میں ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ○﴾ اور تیسری میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○﴾ پڑھتے تھے۔③

① [صحیح] سنن أبي داود، الوتر، باب كم الوتر؟ حديث: 1422، وسنده صحيح، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في الوتر بثلاث وخمس و سبع و تسع، حديث: 1190. امام حاکم نے المستدرك: 303,302/1 میں، ذہبی نے اور ابن حبان نے الموارد، حديث: 670 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل......، حديث: 737. یعنی انھی تیرہ رکعات میں پانچ رکعات وتر بھی شامل ہوتے۔ (ع،ر) ③ [حسن] السنن الكبرىٰ للبيهقي: 38/3، الصلاة، باب مايقرأ في الوتر بعد الفاتحة؟ حديث: 4856. امام حاکم نے المستدرك: 520/2, 305/1 میں، ذہبی نے اور ابن حبان نے الموارد، حديث: 675 [وسنده حسن] میں اسے صحیح کہا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ایک رات میں دو بار وتر پڑھنا جائز نہیں۔''①

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تین وتر نہ پڑھو۔ پانچ یا سات وتر پڑھو اور مغرب کی مشابہت نہ کرو۔''②

معلوم ہوا کہ وتر میں نماز مغرب کی مشابہت نہیں ہونی چاہیے۔③

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''رات کو اپنی آخری نماز وتر کو بناؤ۔''④

اور فرمایا: ''وتر آخر رات میں ایک رکعت ہے۔''⑤

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص آخر رات میں نہ اٹھ سکے تو وہ اول شب وتر پڑھ لے اور جو آخر رات اٹھ سکے، وہ آخر رات وتر پڑھے کیونکہ آخر رات کی نماز افضل ہے۔''⑥

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اول رات، رات کے وسط اور پچھلی رات، یعنی رات کے ہر حصے میں وتر پڑھے۔⑦

① [صحیح] سنن أبي داود، الوتر، باب في نقض الوتر، حدیث: 1439، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1101 میں اور امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 671 میں اسے صحیح اور حافظ ابن حجر نے فتح الباري: 481/2 میں حسن کہا ہے۔ ② [صحیح] سنن الدارقطني، الوتر، باب لاتشبهوا الوتر بصلاة المغرب: 27,25/2، حدیث: 2,1، وسنده صحیح، امام حاکم نے المستدرك: 304/1 میں، ذہبی نے اور ابن حبان نے الموارد، حدیث: 680 میں اسے صحیح کہا ہے۔

③ گویا تین وتر پڑھنے ہوں تو ایک تشہد اور ایک سلام کے ساتھ یا پھر دو تشہد اور دو سلام کے ساتھ پڑھے جائیں۔ ان دونوں طریقوں میں مغرب کی نماز سے مشابہت نہیں ہوتی۔ (ع، ر)

④ صحیح البخاري، الصلاة، باب الحلق والجلوس في المسجد، حدیث: 472، وصحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب صلاة اللیل مثنٰی مثنٰی والوتر رکعة من آخر اللیل، حدیث: 751. ⑤ صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب صلاة اللیل مثنٰی مثنٰی، حدیث: 752.

⑥ صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب من خاف أن لا یقوم من آخر اللیل فلیوتر أوله، حدیث: 755. ⑦ صحیح البخاري، الوتر، باب ساعات الوتر، حدیث: 996، وصحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب صلاة اللیل و عدد رکعات النبي ﷺ، حدیث: 745.

سعد بن ہشام رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: اے مومنوں کی ماں! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر کے بارے میں بتلائیں تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مسواک اور وضو کا پانی تیار رکھتی۔ پھر جب اللہ چاہتا آپ کو رات کے وقت اٹھاتا تو آپ مسواک کرتے اور وضو کرتے اور نو رکعات نماز (وتر) پڑھتے (سات رکعتوں میں ''التحیات'' نہ بیٹھتے بلکہ) آٹھویں رکعت کے بعد قعدے میں بیٹھتے، پس اللہ کو یاد کرتے، اس کی تعریف کرتے اور دعا مانگتے۔ پھر سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے، پھر نویں رکعت پڑھتے اور (اس کے بعد آخری قعدے میں) بیٹھ جاتے اور اللہ کو یاد کرتے اور اس کی تعریف کرتے اور اس سے دعا مانگتے، پھر سلام پھیرتے اور ہم کو سلام کی آواز سناتے، پھر بیٹھے بیٹھے دو رکعتیں پڑھتے۔ یوں آپ گیارہ رکعات ادا فرماتے۔ ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بیٹا! جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی عمر کو پہنچے اور جسم بھاری ہو گیا تو آپ سات رکعات وتر پڑھتے تھے اور بعد میں دو رکعتیں بھی پڑھتے، یوں نو رکعات ہو جاتیں۔ آپ اس بات کو پسند کرتے تھے کہ اپنی نماز پر ہمیشگی کریں۔ جب نیند یا بیماری کا غلبہ ہوتا اور رات کو قیام نہ کر سکتے تو دن میں بارہ رکعات نفل پڑھتے اور میں نہیں جانتی کہ آپ نے ایک رات میں پورا قرآن پڑھا ہو یا ساری رات نماز پڑھی ہو یا رمضان کے علاوہ کسی اور مہینے میں پورا مہینہ روزے رکھے ہوں۔[1]

اس حدیث شریف سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک سلام کے ساتھ) نو وتر پڑھے اور سات بھی۔ دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ آپ ہر دو رکعتوں کے

[1] صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه أومرض، حديث: 746. آٹھ رکعات پڑھنے کے بعد بیٹھ کر تشہد، درود پڑھنے اور دعا مانگنے کے بعد سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے، یعنی قعدۂ اولیٰ میں تشہد، درود اور دعا کے بعد کھڑے ہوتے تھے۔ دیکھیے سنن النسائي، قيام الليل، باب كيف الوتر بتسع؟ حديث: 1721. (ع۔و)

بعد التحیات نہیں بیٹھتے تھے بلکہ صرف آٹھویں رکعت میں تشہد پڑھتے اور سلام پھیرے بغیر کھڑے ہو جاتے اور پھر آخری طاق رکعت کے آخر میں حسب معمول تشہد پڑھ کر سلام پھیر دیتے تھے۔

وتروں کے سلام کے بعد کی دعا

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتروں سے سلام پھیر کر تین بار یہ پڑھتے اور آخری دفعہ آواز کو بھی بلند فرماتے:

سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوسِ

"پاک ہے بادشاہ، نہایت پاک۔"①

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "اگر کوئی شخص وتر پڑھنے سے سویا رہے (پچھلی رات اٹھ نہ سکے) یا وتر پڑھنا بھول جائے تو اسے جب یاد آئے وہ وتر پڑھ لے۔"②

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص رات کا وظیفہ یا اس کا کچھ حصہ پڑھنے سے سویا رہا (اور اٹھ نہ سکا)، پھر اسے نماز فجر سے ظہر کے درمیان ادا کرلیا تو اسے رات ہی کے وقت ادا کرنے کا ثواب مل گیا۔"③

ہمیں اپنا وظیفہ پورا کرنا چاہیے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب ترین عمل وہ ہے جو ہمیشہ کیا جائے، خواہ تھوڑا ہی ہو۔"④

① [صحيح] سنن أبي داود، الوتر، باب في الدعاء بعد الوتر، حديث:1430، وهو حديث صحيح، وسنن النسائي، قيام الليل، باب ذكر الاختلاف على شعبة فيه، حديث:1733. امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 677 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② [صحيح] سنن أبي داود، الوتر، باب في الدعاء بعدالوتر، حديث:1431، وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرك: 302/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جامع صلاة الليل ومن نام عنه أو مرض، حديث: 747. ④ صحيح البخاري، الرقاق، باب القصد ◄◄

نبی اکرم ﷺ نے سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے فرمایا: ''اے عبداللہ! تو فلاں شخص کی طرح نہ ہو جانا جو رات کا قیام کرتا تھا، پھر اس نے رات کا قیام چھوڑ دیا۔''①

دعائے قنوت

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثِ رَكَعَاتٍ ، وَيَقْنُتُ قَبْلَ الرُّكُوعِ»

''رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے اور دعائے قنوت رکوع سے پہلے پڑھتے تھے۔''②

وتر میں رکوع کے بعد قنوت کی تمام روایات ضعیف ہیں اور جو روایات صحیح ہیں، ان میں صراحت نہیں کہ آپ ﷺ کا رکوع کے بعد والا قنوت، قنوت وتر تھا یا قنوت نازلہ، لہٰذا صحیح طریقہ یہ ہے کہ وتر میں قنوت، رکوع سے قبل کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے مسجد کے اندر دو ستونوں کے درمیان لٹکی ہوئی رسی دیکھی تو پوچھا: ''یہ کیا ہے؟'' لوگوں نے کہا: یہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے وہ (رات کو نفل) نماز پڑھتی رہتی ہیں، پھر جب سست ہو جاتی ہیں یا تھک جاتی ہیں تو اس رسی کو پکڑ لیتی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے کھول دو، ہر شخص اپنی نشاط اور چستی کے موافق نماز پڑھے، پھر جب سست ہو جائے یا تھک جائے تو آرام کرے۔''③

›› و المداومة على العمل، حديث: 6465,6464، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضيلة العمل الدائم من قيام الليل وغيره......، حديث: 782. ① صحيح البخاري، التهجد، باب مايكره من ترك قيام الليل لمن كان يقومه، حديث: 1152 . ② [صحيح] سنن النسائي، قيام الليل، باب ذكر اختلاف ألفاظ الناقلين......، حديث : 1700، وسنن ابن ماجة، إقامة الصلوات، باب ماجاء في القنوت قبل الركوع و بعده، حديث: 1182، وهو حديث صحيح، اسے ابن السکن نے صحیح کہا ہے۔ ③ صحيح البخاري، التهجد، باب ما يكره من التشديد في العبادة، حديث: 1150، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب فضيلة العمل الدائم من ››

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اتنا عمل اختیار کرو جس قدر تمھیں طاقت ہو۔ اللہ کی قسم! اللہ ثواب دینے سے نہیں تھکتا لیکن تم عمل کرنے سے تھک جاؤ گے۔''①

سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کچھ کلمات سکھائے تاکہ میں انھیں قنوت وتر میں کہوں:

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ فِیْمَآ اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ اِنَّهٗ لَایَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ (وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ) تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ

''اے اللہ! مجھے ہدایت دے کر ان لوگوں کے زمرے میں شامل فرما جنھیں تو نے رشد وہدایت سے نوازا ہے اور مجھے عافیت دے کر ان لوگوں میں شامل فرما جنھیں تو نے عافیت بخشی ہے اور جن لوگوں کو تو نے اپنا دوست بنایا ہے، ان میں مجھے بھی شامل کر کے اپنا دوست بنا لے۔ جو کچھ تو نے مجھے عطا فرمایا ہے، اس میں میرے لیے برکت ڈال دے اور جس شر وبرائی کا تو نے فیصلہ فرمایا ہے، اس سے مجھے محفوظ رکھ۔ یقیناً تو ہی فیصلہ صادر فرماتا ہے، تیرے خلاف فیصلہ صادر نہیں کیا جا سکتا اور جس کا تو والی بنا، وہ کبھی ذلیل وخوار اور رسوا نہیں ہو سکتا اور وہ شخص عزت نہیں پا سکتا جسے تو دشمن کہے، ہمارے پروردگار! تو (بڑا) ہی برکت والا اور بلند وبالا ہے۔''②

◂◂ قیام اللیل وغیرہ، حدیث: 784. ① صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب فضیلة العمل الدائم من قیام اللیل وغیرہ، حدیث: 785. ② [صحیح] سنن أبي داود، الوتر، باب القنوت في الوتر، حدیث: 1426,1425، وھو حدیث صحیح، وجامع الترمذي، الوتر، ماجاء في القنوت في الوتر، حدیث: 464. امام ترمذی نے اسے حسن اور امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1095 ◂◂

تنبیہات

- دعائے قنوت وتر میں ہاتھ اٹھانے کے بارے میں کوئی مرفوع روایت نہیں ہے، البتہ مصنف ابن ابی شیبہ (: 101/2 في رفع اليدين في قنوت الوتر) میں بعض آثار ملتے ہیں۔ (اس لیے ہاتھ اٹھا کر یا ہاتھ اٹھائے بغیر، دونوں طریقوں سے قنوت وتر کی دعا پڑھنا صحیح ہے۔)[1]
- رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ کے بعد «نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوبُ إِلَيْكَ» کے الفاظ رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں موجود نہیں ہیں بلکہ یہ بعض علماء کی طرف سے اضافہ ہے۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سامنے ایک آدمی کو چھینک آئی تو اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ کہا، یہ سن کر سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمانے لگے: میں بھی اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ کہہ سکتا ہوں مگر رسول اللہ ﷺ نے اس موقع پر ہمیں یہ تعلیم نہیں دی بلکہ یہ فرمایا ہے: ''چھینک آنے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى كُلِّ حَالٍ پڑھا جائے۔''[2]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ»

''جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات شامل کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''[3]

معلوم ہوا کہ مسنون اذکار اور دعاؤں میں اپنی طرف سے کسی قسم کی زیادتی نہیں

»» میں صحیح کہا ہے۔ ① بعض ائمہ کے اقوال کے لیے دیکھیے تحفة الأحوذي: 486/2. ② [حسن] جامع الترمذي، الأدب، باب مايقول العاطس إذا عطس؟ حديث:2738، وسنده حسن، امام حاکم نے المستدرك : 266,265/4 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ صحيح البخاري، الصلح، باب إذا اصطلحوا على صلح جور فالصلح مردود، حديث: 2697، وصحيح مسلم، الأقضية، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، حديث: 1718. نیز دیکھیے جزء لوین:71 بلفظ «من أحدث في ديننا ماليس فيه فهو رد» وسنده صحيح.

کرنی چاہیے۔

صحیح ابن خزیمہ (حدیث: 1100) میں سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان میں قیام اللیل کراتے اور قنوت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے تھے۔ لہٰذا قنوتِ وتر کے آخر میں صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ پڑھنا درست ہے۔

قنوت نازلہ

کفار کے ساتھ جنگ، مسلمانوں پر آمدہ مصیبت اور غلبۂ کفار کے وقت دعائے قنوت پڑھنی چاہیے۔ اسے قنوت نازلہ کہتے ہیں۔ امیر المؤمنین سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فجر کی نماز میں (رکوع کے بعد) قنوت کرتے اور یہ دعا پڑھتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَاَلِّفْ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ، وَاَصْلِحْ ذَاتَ بَيْنِهِمْ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ، اَللّٰهُمَّ الْعَنْ كَفَرَةَ اَهْلِ الْكِتَابِ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِكَ وَيُكَذِّبُوْنَ رُسُلَكَ وَيُقَاتِلُوْنَ اَوْلِيَآءَكَ، اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَيْنَ كَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ وَاَنْزِلْ بِهِمْ بَأْسَكَ الَّذِيْ لَا تَرُدُّهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ

''اے اللہ! ہمیں اور تمام مومن مردوں، مومن عورتوں، مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دے اور ان کے دلوں میں الفت ڈال دے۔ ان کی باہمی اصلاح فرما دے۔ اپنے اور ان کے دشمنوں پر ان کی مدد فرما۔ الٰہی! اہل کتاب کے کافروں پر اپنی لعنت فرما جو تیری راہ سے روکتے، تیرے رسولوں کو جھٹلاتے اور تیرے دوستوں سے لڑتے ہیں۔ الٰہی! ان کے درمیان پھوٹ ڈال دے، ان کے قدم ڈگمگا دے اور ان پر اپنا وہ عذاب اتار جسے تو مجرم قوم سے نہیں ٹالا کرتا۔''[1]

[1] [صحیح] السنن الكبرٰى للبيهقي، الصلاة، باب دعاء القنوت: 211,210/2، حديث: ◄◄

رسول اللہ ﷺ جب کافروں پر بددعا یا مسلمانوں کے لیے نیک دعا کا ارادہ فرماتے تو آخری رکعت کے رکوع کے بعد سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ کہنے کے بعد اونچی آواز سے دعا فرماتے۔[1]

(قنوتِ نازلہ میں) آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے۔[2]

رسول اللہ ﷺ نے ایک ماہ تک پانچوں نمازوں میں رکوع کے بعد قنوت نازلہ پڑھی اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے آمین کہتے تھے۔[3]

قیام رمضان

رسول اللہ ﷺ لازمی حکم دیے بغیر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو قیام رمضان کی رغبت دلاتے اور فرماتے تھے:

«مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ»

''جس نے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رمضان کا قیام کیا اس کے پچھلے تمام گناہ معاف فرما دیے جاتے ہیں۔''[4]

» 3143. امام بیہقی نے اسے صحیح کہا ہے۔ اس کی سند قوی ہے کیونکہ ابن جریج کی عطاء بن ابی رباح سے روایت قوی ہوتی ہے۔ ① صحيح البخاري، التفسير، باب ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ﴾، حديث: 4560,4559، وصحيح مسلم، المساجد، باب استحباب القنوت في جميع الصلوات، حديث: 675. ② [صحيح] مسند أحمد: 137/3، حديث: 12402. یہ حدیث بخاری اور مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔ ③ [حسن] سنن أبي داود، الوتر، باب القنوت في الصلاة حديث: 1443. امام حاکم نے المستدرك: 226,225/1 میں، حافظ ذہبی نے اور امام ابن خزیمہ نے حدیث: 618 میں اسے صحیح کہا ہے۔ اس راویت کی سند حسن ہے۔ یزید نے ہلال بن خباب سے اس کے اختلاط سے پہلے سُنا ہے۔ ④ صحيح البخاري، صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، حديث: 2009، و صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، حديث: 759.

رسول اللہ ﷺ نے تین راتیں باجماعت قیام رمضان کیا

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (رمضان المبارک کے) روزے رکھے (شروع میں)، آپ نے ہمارے ساتھ مہینے میں سے کچھ بھی قیام نہ کیا یہاں تک کہ 23 ویں رات کو آپ نے ہمیں قیام رمضان کرایا، پھر آپ نے 24 ویں رات چھوڑ کر 25 ویں رات کو، پھر 26 ویں رات کو چھوڑ کر 27 ویں شب کو اپنے اہل خانہ اور اپنی عورتوں کو اور سب لوگوں کو جمع کر کے قیام کیا۔ اور فرمایا: ''جو شخص امام کے ساتھ نماز عشاء ادا کرتا ہے، اس کے لیے پوری رات کا قیام لکھا جاتا ہے۔''①

آپ ﷺ نے (تین رات کے بعد) فرمایا: ''میں نے دیکھا ہے کہ تمھارا معمول برابر قائم ہے تو مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں تم پر (یہ نماز) فرض نہ کر دی جائے (اس لیے میں گھر سے نہیں نکلا) چنانچہ تم اپنے اپنے گھروں میں (رمضان کی راتوں کا) قیام کرو۔ آدمی کی نفل نماز گھر میں افضل ہوتی ہے۔''②

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ہی امام کے پیچھے باجماعت قیام رمضان (دوبارہ) شروع کرایا مگر یہ بھی فرمایا: رات کا آخری حصہ جس میں لوگ سو جاتے ہیں، رات کے ابتدائی حصے سے جس میں لوگ قیام کرتے ہیں، بہتر ہے۔③

رسول اللہ ﷺ نے تین شب قیام رمضان کرا کے لوگوں سے فرمایا: ''تم اپنے گھروں

① [صحيح] سنن أبي داود، شهر رمضان، باب في قيام شهر رمضان، حديث: 1375، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الصوم، باب ماجاء في قيام شهر رمضان، حديث: 806. امام ترمذی نے، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 919 میں اور امام ابن خزیمہ نے حدیث: 2206 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح البخاري، الأذان، باب صلاة الليل، حديث: 731، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب استحباب صلاة النافلة في بيته وجوازها في المسجد، حديث: 781. ③ صحيح البخاري، صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، حديث: 2010.

میں پڑھا کرو۔'' امام زہری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی یہی طریقہ جاری رہا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور میں بھی اسی پر عمل ہوتا رہا، (پھر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک امام کے پیچھے پڑھنے کا طریقہ جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت تھا اور بوجۂ خوفِ فرضیت آپ ﷺ نے مکمل رمضان اختیار نہیں فرمایا تھا، پھر سے جاری فرمایا۔)[1]

رمضان میں تہجد اور تراویح ایک ہی نماز ہے

رسول اللہ ﷺ نے 27 ویں رمضان المبارک کو اتنا لمبا قیام کیا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو

[1] صحيح البخاري، صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، حديث: 2009، و صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، حديث:(174)-759. اس طریقے پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے بعد ساری امت کا عمل رہا اور جس چیز کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مجموعی تائید حاصل ہو جائے، وہ بدعت نہیں ہوا کرتی، نیز اجماع امت کی وجہ سے بھی یہ بدعت نہیں ہے، ویسے بھی سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کی سنت اختیار کرنے کا حکم خود نبیٔ اکرم ﷺ فرما گئے تھے: سنن أبي داود، السنة، باب في لزوم السنة، حديث:4607، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، العلم، باب ماجاء في الأخذ بالسنة واجتناب البدعة، حديث:2676. لہٰذا جب کسی خلیفۂ راشد کی سنت کو دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قبول کر لیں تو وہ باقی امت کے لیے حجت بن جاتی ہے۔ اس لحاظ سے پورے رمضان میں قیام اللیل کا باجماعت اہتمام بدعت نہیں ہے۔ دراصل سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اسے جو بدعت کہا ہے تو اس سے مراد بدعت کا لغوی معنی ہے۔ لیکن افسوس کہ بعض لوگ اپنی بدعات کو جائز ثابت کرنے کے لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی بدعتی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔ آمین! نیز بدعت وہ کام ہوتا ہے جس کی اصل اور دلیل سنت رسول اللہ ﷺ میں موجود نہ ہو جبکہ تراویح باجماعت کی دلیل سنت میں موجود ہے۔ رہا یہ مسئلہ کہ آپ نے پورے مہینے میں اسے باجماعت ادا نہیں کیا تو اس میں آپ کو یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں اسے فرض نہ قرار دے دیا جائے، اور اب یہ خطرہ آپ کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گیا ہے، اس لیے پورا مہینہ تراویح باجماعت کا اہتمام بلاشبہ مشروع ہے۔ (ع، ر)

خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں سحری فوت نہ ہو جائے۔ ①

معلوم ہوا کہ ماہ رمضان میں تہجد اور قیام رمضان الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی نماز ہے۔ سرے سے منقول ہی نہیں ہے کہ آپ ﷺ نے رمضان المبارک کی کسی رات کو تہجد اور قیام رمضان کا الگ الگ اہتمام کیا ہو۔

قیام رمضان: گیارہ رکعات

ابو سلمہ رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رمضان المبارک میں رسول اللہ ﷺ کی رات والی نماز کیسی تھی؟ سیدہ صدیقہ کبریٰ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: رمضان اور غیر رمضان میں رسول اللہ ﷺ رات کی نماز (بالعموم) گیارہ رکعات سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔ ②

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں رمضان میں آٹھ رکعات قیام رمضان کرایا، پھر وتر پڑھائے۔ ③

پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے تین رات جو نماز پڑھائی تھی، وہ گیارہ رکعات ہی تھیں۔

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابی بن کعب اور

① [صحیح] جامع الترمذي، الصوم، باب ماجاء في قيام شهر رمضان، حديث: 806، و سنده صحيح، وسنن أبي داود، شهر رمضان، باب في قيام شهر رمضان، حديث: 1375. امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ ② صحيح البخاري، التهجد، باب قيام النبي ﷺ بالليل في رمضان وغيره، حديث:1147، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل، حديث: 738. ③ [حسن] صحيح ابن خزيمة، ذكر الوتر، باب ذكر دليل بأن الوتر ليس بفرض، حديث: 1070، ومسند أبي يعلى، حديث: 1802. امام ابن خزیمہ نے اور ابن حبان نے الموارد، حديث: 920 میں اسے صحیح کہا ہے۔ عیسی بن جاریہ جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہیں، لہٰذا یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعات قیام رمضان پڑھائیں۔ ①

ثابت ہوا کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مدینے کے قاریوں کو گیارہ رکعات پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ امیر المومنین سیدنا عمر بن خطاب، سیدنا علی بن ابو طالب، سیدنا ابی بن کعب اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے 20 رکعات قیام اللیل کی تمام روایات سنداً ضعیف ہیں۔

سحری اور نماز فجر کا درمیانی وقفہ

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

«أَنَّهُمْ تَسَحَّرُوا مَعَ النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ، قُلْتُ: كَمْ بَيْنَهُمَا؟ قَالَ: قَدْرُ خَمْسِينَ أَوْ سِتِّينَ، يَعْنِي آيَةً»

”انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کھائی، پھر نماز فجر کے لیے کھڑے ہو گئے (اور نماز پڑھی)۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ دونوں (سحری اور نماز) میں کتنا وقفہ تھا؟ تو انھوں نے بتایا کہ (سحری سے فراغت اور نماز میں داخل ہونے کا وقفہ) اتنا تھا جتنی دیر میں کوئی شخص قرآن حکیم کی پچاس یا ساٹھ آیتیں پڑھ لیتا ہے۔“ ②

① [صحيح] الموطأ للإمام مالك، الصلاة في رمضان، باب ماجاء في قيام رمضان، حديث: 256. ضیاء المقدسی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح البخاري، مواقيت الصلاة، باب وقت الفجر، حديث: 575.

نمازِ سفر

سفر میں ظہر، عصر اور عشاء کی چار چار فرض رکعتوں کو دو دو پڑھنا قصر (کم کرنا) کہلاتا ہے۔ فجر اور مغرب میں قصر نہیں ہے۔ جو شخص ارادۂ سفر کے ساتھ اپنے گھر سے چلے اور اپنی آبادی سے نکل جائے تو وہ از روئے شریعت مسافر ہے اور اپنی فرض نماز میں قصر کر سکتا ہے۔ چنانچہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

«أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ صَلَّى الظُّهْرَ بِالْمَدِينَةِ أَرْبَعًا، وَصَلَّى الْعَصْرَ بِذِي الْحُلَيْفَةِ رَكْعَتَيْنِ»

''رسول اللہ ﷺ نے مدینے میں ظہر کی نماز چار رکعتیں پڑھیں اور ذی الحلیفہ میں عصر کی نماز دو رکعتیں پڑھیں۔''[1]

ذوالحلیفہ ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے تین (شرعی) میل کے فاصلے پر ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ مکہ کے لیے روانہ ہوئے تو ذوالحلیفہ پہنچ کر نماز عصر کا وقت ہو گیا، تو آپ نے وہاں عصر میں قصر کر لی۔

رسول اللہ ﷺ جب تین (شرعی) میل یا تین فرسنگ کی مسافت پر نکلتے تو نماز دو رکعتیں پڑھتے۔[2]

① صحيح البخاري، التقصير، باب يقصر إذا خرج من موضعه، حديث: 1089 و 1546,1547، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها، حديث: 690 واللفظ له. ② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها، حديث: 691.

اس حدیث میں راوئ حدیث شعبہ نے پوری ایمانداری سے کام لیتے ہوئے تین میل یا تین فرسنگ کہا ہے، یعنی اسے شک ہے کہ اس کے استاذ نے تین میل یا تین فرسنگ (نو میل) کا بتایا ہے۔ پس مسافر کو چاہیے کہ احتیاطاً نو میل پر قصر کرلے۔(اپنی آبادی کی حدود سے نکلنے کے بعد) اگر منزل مقصود نو (9) میل یا اس سے زیادہ مسافت پر واقع ہو تو مسافر قصر کرسکتا ہے۔[1]

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ساتھ سفر میں رہا، یہ سب (چار کی بجائے) دو رکعتیں ہی پڑھا کرتے تھے۔[2] سیدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:

﴿فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾

''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز قصر ادا کرو اگر تمھیں ڈر ہو کہ کافر حملہ کر کے تمھیں فتنے میں ڈال دیں گے۔''[3]

آج ہم امن میں ہیں، نماز قصر کیوں کریں؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے بھی یہی تعجب تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: (''امن کی حالت میں قصر کی اجازت دینا) اللہ کا تم پر احسان ہے اسے قبول کرو۔''[4]

سیدنا حارثہ بن وہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں منیٰ میں قصر نماز پڑھائی، حالانکہ ہم تعداد میں بہت زیادہ اور نہایت امن کی حالت میں تھے۔[5]

① شرعی 9 میل تقریباً ساڑھے 22 کلومیٹر بنتے ہیں۔

② صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين و قصرها، حديث: 689.

③ النسآء 101:4. ④ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها، حديث: 686. ⑤ صحيح البخاري، التقصير، باب الصلاة بمنى، حديث: 1083، 1656 ،

قصر کی حد

اگر کوئی مسافر کسی علاقے میں متردد ٹھہرے کہ آج جاؤں گا یا کل تو نماز قصر کرتا رہے، خواہ کئی مہینے لگ جائیں۔

ابو جمرہ نصر بن عمران رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ ہم غزوے کی غرض سے خراسان میں طویل قیام کرتے ہیں، کیا ہم پوری نماز پڑھیں؟ آپ نے فرمایا: دو رکعتیں ہی پڑھا کرو، خواہ تمھیں (کسی جگہ متردد مسافر کی حیثیت سے) دس سال قیام کرنا پڑے۔①

اگر انیس دن تک ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو نماز میں قصر کرے۔ اور اگر انیس روز سے زائد ٹھہرنے کا ارادہ ہو تو پھر (پہلے ہی روز سے) نماز پوری پڑھنی چاہیے۔②

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے (فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں) 19 دن قیام کیا اور قصر کرتے رہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر سفر میں کہیں 19 دن اقامت کریں، ہم قصر کریں گے اور اگر انیس دن سے زیادہ اقامت کریں گے تو پوری نماز پڑھیں گے۔③

»» وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب قصر الصلاة بمنىٰ، حديث : 696.

① المصنف لابن أبي شيبة: 210/2، حديث: 8202. دوسرا نسخہ، ج : 454,453/2، وسنده صحيح.

② اس کی بابت اختلاف ہے۔ ایک مسلک تو یہی ہے جس کا اظہار اس کتاب میں کیا گیا ہے کہ مسافر 19 روز تک قصر کرسکتا ہے۔ دوسرا مسلک 14 دن کا اور تیسرا مسلک 3 دن کا ہے۔ اسی طرح آخری مسلک کو علمائے اہل حدیث کی اکثریت نے راجح قرار دیا اور اختیار کیا ہے۔ تفصیلی بحث کے لیے دیکھیے: "إتحاف الكرام شرح بلوغ المرام، الصلاة، باب صلاة المسافر والمريض، احادیث نمبر عربی ایڈیشن: 425,421 / اردو ایڈیشن 346,344. (ع، ر) اس مسئلے میں پہلا مسلک ہی راجح ہے۔ دیکھیے میری کتاب هدية المسلمين، ص 78، حديث: 32. ③ صحيح البخاري، التقصير، باب ماجاء في التقصير وكم يقيم حتى ««

سفر میں اذان اور جماعت

سیدنا مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو آدمی (میں اور میرا چچازاد بھائی) آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا: ''جب تم سفر پر جاؤ تو اذان اور اقامت کہو، پھر تم میں جو بڑا ہو، وہ امامت کرائے۔''①

سفر میں دو نمازیں جمع کرنا

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ دوران سفر میں ظہر اور عصر کو اور مغرب اور عشاء کو جمع کرتے تھے۔②

ایک نماز کے وقت میں دوسری کو ملا کر پڑھنا ''جمع'' کہلاتا ہے۔ جمع کی دو صورتیں ہیں:

جمع تقديم: ظہر کے وقت نمازِ ظہر کے ساتھ نمازِ عصر اور مغرب کے وقت نمازِ مغرب کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھنا۔

جمع تاخير: عصر کے وقت نمازِ عصر کے ساتھ نمازِ ظہر اور عشاء کے وقت نمازِ عشاء کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھنا۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غزوۂ تبوک کے موقع پر اگر رسول اللہ ﷺ سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر کو مؤخر کر کے عصر کے وقت میں نماز عصر کے ساتھ جمع فرما لیتے اور اگر سورج ڈھلنے کے بعد سفر شروع کرتے تو ظہر اور عصر کو اسی وقت، یعنی ظہر کے وقت میں ادا فرماتے۔ اسی طرح اگر سورج غروب ہونے سے پہلے سفر شروع کرتے

◄◄ يقصر؟ حديث: 1080. ① صحيح البخاري، الأذان، باب الأذان للمسافرين إذا كانوا جماعة والإقامة، حديث: 630. ② صحيح البخاري، التقصير، باب الجمع في السفر بين المغرب والعشاء، حديث : 1107، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الجمع بين الصلاتين في الحضر، حديث :(51)-705.

تو مغرب کو مؤخر کر کے عشاء کے وقت میں نمازِ عشاء کے ساتھ پڑھ لیتے اور اگر سورج غروب ہونے کے بعد سفر شروع کرتے تو نمازِ مغرب اور عشاء کو اسی (مغرب کے) وقت پڑھ لیتے۔ ①

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ والی حدیث کی تائید سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث سے ہوتی ہے جسے بیہقی نے روایت کیا اور اسے صحیح کہا ہے۔ ② مزید اس بارے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے بھی روایات مروی ہیں۔ ③

سفر میں سنتیں معاف ہیں

حفص بن عاصم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: اے میرے بھتیجے! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ سفر میں رہا مگر آپ نے دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی۔ اور میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں رہا، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں رہا اور پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں رہا۔ ان سب نے سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض فرمالی۔ اور اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کی زندگی) میں تمھارے لیے بہتر نمونہ ہے۔ ④

① [صحيح] سنن أبي داود، صلاة السفر، باب الجمع بين الصلاتين، حديث: 1220، وسنده صحيح، وجامع الترمذي، الجمعة، باب ماجاء في الجمع بين الصلاتين، حديث: 554,553. امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 549 میں اسے صحیح اور امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔ ② السنن الكبرىٰ للبيهقي: 163/3. ③ صحيح البخاري، التقصير، باب تصلى المغرب ثلاثاً في السفر، حديث: 1091 و1112,1111، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب جواز الجمع بين الصلاتين في السفر، حديث: 704,703. ④ صحيح البخاري، التقصير، باب من لم يتطوع في السفر دبر الصلاة، حديث: 1102,1101، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب صلاة المسافرين وقصرها، حديث: 689.

معلوم ہوا کہ سفر میں سنتیں، نفل سب معاف ہیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما میدان منیٰ میں دو رکعتیں (نماز قصر) پڑھ کر اپنے بستر پر چلے جاتے تھے۔ حفص رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے کہا: چچا جان! اگر اس کے بعد آپ دو رکعتیں (سنت) پڑھ لیا کریں تو کیا حرج ہے؟ فرمایا: اگر مجھے یہ کرنا ہوتا تو (فرض) نماز ہی پوری پڑھ لیتا۔ ①

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مزدلفہ تشریف لے گئے تو ایک اذان اور دو اقامتوں سے نماز مغرب اور عشاء جمع کیں اور درمیان میں سنتیں نہیں پڑھیں۔ ②

حضر میں دو نمازوں کا جمع کرنا

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں ظہر اور عصر کو جمع کر کے پڑھا، حالانکہ وہاں (دشمن کا) خوف تھا نہ سفر کی حالت تھی۔ (راوی) ابوزبیر کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے پوچھا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیوں کیا تھا؟ سعید نے جواب دیا: جس طرح تم نے مجھ سے دریافت کیا ہے، اسی طرح میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا تو انھوں نے یہ جواب دیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو دشواری میں نہیں رکھنا چاہتے تھے۔ ③

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمن کے خوف اور سفر کے بغیر ظہر اور عصر کو اور مغرب و عشاء کو ملا کر پڑھا۔ ④

عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بصرہ میں

① صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب قصر الصلاة بمنى، حديث : (18)-694.
② صحيح مسلم، الحج، باب حجة النبي ﷺ، حديث : 1218. ③ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الجمع بين الصلاتين في الحضر، حديث : (50)-705. ④ صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الجمع بين الصلاتين في الحضر، حديث : 705.

عصر کے بعد ہمیں خطبہ دینا شروع کیا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے چمکنے لگے۔ کسی نے کہا کہ نماز (مغرب) کا وقت ہو چکا ہے۔ آپ نے فرمایا: مجھے سنت نہ سکھاؤ، میں نے رسول اللہ ﷺ کو ظہر و عصر اور مغرب و عشاء ملا کر پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ عبداللہ بن شقیق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مجھے شبہ پیدا ہوا، میں نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انھوں نے ان کی تصدیق کی۔ ①

① صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب الجمع بین الصلاتین في الحضر، حدیث: (57)-705. ان روایات سے معلوم ہوا کہ شدید ضرورت اور شرعی عذر کی بنا پر حضر میں کبھی کبھار جمع بین الصلاتین جائز ہے لیکن یاد رہے کہ بغیر عذر کے ایسا کرنا یا اس کو معمول بنا لینا غلط ہے۔ (ز ع) یعنی ناگزیر قسم کے حالات (شرعی عذر) میں حالت اقامت میں بھی دو نمازیں جمع کر کے پڑھی جا سکتی ہیں۔ تاہم شدید ضرورت کے بغیر ایسا کرنا جائز نہیں، جیسے کاروباری لوگوں کا عام معمول ہے کہ وہ سستی یا کاروباری مصروفیت کی وجہ سے دو نمازیں جمع کر لیتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں، بلکہ سخت گناہ ہے۔ ہر نماز اس کے مختار وقت ہی پر پڑھنا ضروری ہے، سوائے ناگزیر حالات کے۔ (ع، ر)

نماز جمعہ

جمعہ کے دن کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا وَلَا تَقُومُ السَّاعَةُ إِلَّا فِي يَوْمِ الْجُمُعَةِ»

''بہترین دن جس پر سورج طلوع ہو کر چمکے، جمعے کا دن ہے۔ اسی دن آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے، اسی دن جنت میں داخل کیے گئے، اسی دن جنت سے نکالے گئے اور قیامت بھی جمعے کے دن قائم ہوگی۔''[1]

جمعہ کی فرضیت

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝﴾

''اے اہل ایمان! جب جمعے کے دن نماز (جمعہ) کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کے ذکر (خطبہ اور نماز) کی طرف دوڑو اور (اس وقت) کاروبار چھوڑ دو۔ اگر تم سمجھو

① صحيح مسلم، الجمعة، باب فضل يوم الجمعة، حديث: 854.

تو یہ تمھارے حق میں بہت بہتر ہے۔"①

سیدنا ابو الجعد ضمری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص سستی کی وجہ سے تین جمعے چھوڑ دے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔"②

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لوگ جمعہ چھوڑنے سے باز آ جائیں ورنہ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا، پھر وہ غافل ہو جائیں گے۔"③

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے گھروں کو جو (بلا عذر) جمعے سے پیچھے رہتے ہیں، جلا دینے کا قصد کیا۔④

معلوم ہوا کہ جمعہ چھوڑنا بہت بڑا گناہ ہے، اس پر شدید وعید ہے، لہٰذا ہر مسلمان پر جمعہ پڑھنا فرض ہے۔ اس میں ہرگز سستی نہیں کرنی چاہیے۔ جب خطیب منبر پر چڑھے اور اذان ہو جائے تو سارے کاروبار حرام ہو جاتے ہیں۔

جمعے کے متفرق مسائل

● رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس کا اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان ہے، اس پر جمعہ فرض ہے۔ غلام، عورت، نابالغ بچہ اور مریض جمعے کی فرضیت سے مستثنیٰ ہیں۔" (اگر چاہیں تو پڑھ لیں ورنہ ظہر کی نماز ادا کریں)۔⑤

① الجمعة 9:62. ② [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب التشديد في ترك الجمعة، حديث: 1052، وسنده حسن، وجامع الترمذي، الجمعة، باب ماجاء في ترك الجمعة، حديث: 500. امام ترمذی نے اسے حسن اور امام حاکم نے المستدرك: 280/1، ابن خزیمہ نے حدیث: 1858,1857 میں، ابن حبان نے الموارد، حديث: 554,553 میں اور امام ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ ③ صحيح مسلم، الجمعة، باب التغليظ في ترك الجمعة، حديث: 865. ④ صحيح مسلم، المساجد، باب فضل صلاة الجماعة و بيان التشديد في التخلف عنها......، حديث: 652. ⑤ [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب الجمعة للمملوك والمرأة، »

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ دیہاتیوں پر بھی نماز جمعہ فرض ہے کیونکہ انھیں اس عام حکم سے مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

● نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جمعے کے دن خوب اچھی طرح نہا کر جلدی سے پیدل، مسجد جائے، سوار ہو کر نہ جائے، امام کے نزدیک بیٹھ کر دل جمعی سے خطبہ سنے اور کوئی لغو بات نہ کرے تو اسے ہر قدم پر ایک برس کے روزوں کا اور اس کی راتوں کے قیام کا ثواب ہوگا۔''①

سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جمعہ کے دن نہائے اور جس قدر پاکی حاصل ہو سکے کرے، (مونچھیں کترائے، ناخن کٹائے، زیرناف بال مونڈے اور بغلوں کے بال دور کرے) پھر اپنا تیل یا اپنے گھر (والی کی خوشبو) سے خوشبو لگائے اور (جمعے کے لیے) مسجد جائے۔ (وہاں) دو آدمیوں کے درمیان تفریق نہ ڈالے (بلکہ جہاں جگہ ملے اس پر اکتفا کرے) پھر اپنی نماز پڑھے جتنی اس کی قسمت میں ہے، پھر دوران خطبہ میں خاموش رہے تو اس کے گزشتہ جمعے سے لے کر اس جمعے تک کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔''②

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''جو شخص غسل کر کے جمعے کے لیے آتا ہے اور خطبہ شروع ہونے تک جس قدر ہو سکے نوافل ادا کرتا ہے، پھر خطبۂ جمعہ شروع سے آخر تک خاموشی کے ساتھ سنتا ہے تو اس کے گزشتہ جمعے سے لے کر اس جمعے تک اور مزید تین دن کے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔''③

◄ حدیث: 1067، وسنده صحيح، امام نووی نے المجموع: 483/4 میں اسے صحیح کہا ہے۔
① [صحيح] جامع الترمذي، الجمعة، باب ماجاء في فضل الغسل يوم الجمعة، حديث: 496، وسنن أبي داود، الطهارة، باب في الغسل يوم الجمعة، حديث: 345، وسنده صحيح، امام ترمذی نے اسے حسن جبکہ ابن حبان نے حدیث: 559 میں، امام حاکم نے: 282,281/1 میں اور حافظ ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح البخاري، الجمعة، باب الدهن للجمعة، حديث: 883. ③ صحيح مسلم، الجمعة، باب فضل من استمع وأنصت في الخطبة، ◄

● سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: مسجد نبوی کے بعد جو سب سے پہلا جمعہ پڑھا گیا، وہ بحرین کے گاؤں ''جُواثٰی'' میں عبدالقیس کی مسجد میں تھا۔①

اس سے ثابت ہوا کہ گاؤں میں بھی جمعہ پڑھنا ضروری ہے۔ اگر لوگ گاؤں میں جمعہ نہیں پڑھیں گے تو گناہ گار ہوں گے۔

سیدنا اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ نے «نقیع الخضمات» کے علاقے میں بنو بیاضہ کی بستی «هزم النبيت» (جو مدینہ سے ایک میل کے فاصلے پر تھی) میں جمعہ قائم کیا۔②

● جمعے کے دن بارش ہو رہی ہو تو نماز جمعہ کے متعلق بھی [صَلُّوا فِي بُيُوتِكُمْ] ''گھروں میں نماز پڑھو۔'' کہنا اور نماز گھروں میں پڑھنا درست ہے۔③

سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعے کے دن عید ہوئی تو انھوں نے کافی دیر سے نماز عید پڑھائی، جمعہ نہ پڑھایا۔ اس واقعہ کی خبر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو ملی تو انھوں نے فرمایا: ان کا یہ عمل سنت کے مطابق ہے۔④

● نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوران خطبہ میں گوٹ مار کر بیٹھنے سے منع فرمایا۔⑤

» حديث: 857. ① صحيح البخاري، الجمعة، باب الجمعة في القرٰى والمدن، حديث: 892. ②[حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب الجمعة في القرٰى، حديث: 1069، وسنده حسن، وسنن ابن ماجه، حديث: 1082، امام ابن خزیمہ، حديث: 1724، حاکم: 281/1 اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ صحيح البخاري، الجمعة، باب الرخصة إن لم يحضر الجمعة في المطر، حديث: 901. مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے، اس لیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے حج، جہاد وغیرہ کے لیے سفر کیے، تعداد زیادہ ہونے کے باوجود بھی ان اہل سفر نے جمعہ کی نماز نہیں پڑھی، اس کی بجائے ظہر کی نماز پڑھی ہے۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھیے إرواء الغليل، حديث: 591، والموسوعة الفقهية لحسين بن عودة: 367/2. (ع۔و) ④ [صحيح] سنن النسائي، صلاة العيدين، باب الرخصة في التخلف عن الجمعة لمن شهد العيد، حديث: 1593، وسنده صحيح، امام ابن خزیمہ نے حديث: 1465 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ⑤ [حسن] جامع الترمذي، الجمعة، باب ماجاء في كراهية الاحتباء والإمام يخطب، حديث: 514. امام ترمذی نے اسے »

گوٹ مارنا اس طرح بیٹھنے کو کہتے ہیں کہ ہاتھ یا کپڑے کے ساتھ رانوں کو پیٹ سے ملا کر بیٹھیں۔ اس طرح بیٹھنے سے عموماً نیند آ جاتی ہے، پھر آدمی خطبہ نہیں سن سکتا، علاوہ ازیں اس حالت میں آدمی اکثر گر پڑتا ہے، نیز تہبند پہننے کی صورت میں شرمگاہ کے بے حجاب ہونے کا امکان ہوتا ہے۔

● سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو کر خطبہ دیتے اور دو خطبوں کے درمیان بیٹھتے۔ جو شخص یہ کہے کہ آپ بیٹھ کر خطبہ دیتے تھے، اس نے غلط بیانی کی۔ ①

● سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ مسجد میں داخل ہوئے اور عبدالرحمٰن بن ام الحکم بیٹھے ہوئے خطبہ دے رہا تھا۔ سیدنا کعب رضی اللہ عنہ نے کہا: اس خبیث کی طرف دیکھو، بیٹھے ہوئے خطبہ دیتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ﴾

”اور جب یہ لوگ کوئی سودا بکتا دیکھتے ہیں یا کوئی تماشا دیکھتے ہیں تو اس کی طرف بھاگ اٹھتے ہیں اور آپ کو (خطبے میں) کھڑا ہی چھوڑ دیتے ہیں۔“ ②

معلوم ہوا کہ بیٹھ کر خطبہ دینا خلاف سنت ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے جمعے کا خطبہ دیا۔ آپ کے سر پر سیاہ رنگ کی پگڑی تھی۔ اس کے دونوں سرے آپ نے کندھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے۔ ③

● رسول اللہ ﷺ نے جمعے کے دن مسجد میں نماز جمعہ سے پہلے حلقہ بنانے سے منع فرمایا۔ ④

›› حسن کہا ہے، وسنده حسن. ① صحيح مسلم، الجمعة، باب ذكر الخطبتين قبل الصلاة وما فيهما من الجلسة، حديث: 862. ② الجمعة 11:62. صحيح مسلم، الجمعة، باب في قوله تعالى: ﴿ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ﴾، حديث: 864. ③ صحيح مسلم، الحج، باب جواز دخول مكة بغير إحرام، حديث: 1359. ④ [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب التحلق يوم الجمعة قبل الصلاة، حديث: 1079، وسنده حسن، وجامع الترمذي، ››

● سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید سردی میں جمعے کی نماز جلدی پڑھتے تھے اور شدید گرمی میں دیر سے پڑھتے تھے۔ ①

● سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے ہوتے تو آپ کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں، آواز بلند ہوتی اور غصہ سخت ہو جاتا (جوش میں آجاتے تھے۔) گویا کہ آپ ہمیں کسی ایسے لشکر سے ڈرا رہے ہیں جو صبح یا شام ہم پر حملہ کرنے والا ہو اور فرماتے: ''میں اور قیامت اس طرح ساتھ ساتھ بھیجے گئے ہیں۔'' یہ کہتے ہوئے آپ اپنی شہادت کی اور درمیانی انگلی ملاتے۔ ②

● نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(امام کے ساتھ) جتنی نماز پالو، وہ پڑھو اور جو رہ جائے، اسے پورا کرو۔'' ③

لیکن جمعے کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر جمعے کی نماز میں سے ایک رکعت امام کے ساتھ ملے تو اس کے ساتھ ایک رکعت اور ملا کر نماز جمعہ پوری کر لے اور اگر دوسری رکعت بھی نہ پا سکا تو پھر چار رکعت پڑھے گا، اس کی دلیل سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«مَنْ أَدْرَكَ مِنَ الْجُمُعَةِ رَكْعَةً فَلْيَصِلْ إِلَيْهَا أُخْرَى»

''جو شخص جمعے کی ایک رکعت پائے تو وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ملا لے۔'' ④

»» الصلاة، باب ما جاء في كراهية البيع والشراء وإنشاد الضالة والشعر في المسجد، حديث: 322. امام ترمذی نے اسے حسن جبکہ امام ابن خزیمہ نے حديث: 1816 میں اسے صحیح کہا ہے۔ مسند أحمد: 179/2، وأطراف المسند: 32/4، حديث: 517. ① صحيح البخاري، الجمعة، باب إذا اشتد الحر يوم الجمعة، حديث: 906. ② صحيح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، حديث: 867. ③ صحيح مسلم، المساجد، باب استحباب إتيان الصلاة بوقار و سكينة......، حديث: 602. ④ سنن الدار قطني: 12/2، حديث: 1592، وسنده حسن.

اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے

«مَنْ أَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْجُمُعَةِ فَقَدْ أَدْرَكَهَا إِلَّا أَنَّهُ يَقْضِي مَافَاتَهُ»

''جس نے جمعہ کی ایک رکعت پالی تو اس نے جمعہ پالیا لیکن فوت شدہ رکعت کی قضا دے گا۔''①

ان روایات سے معلوم ہوا کہ ایک رکعت بھی نہ پانے والا دو رکعتیں نہیں پڑھے گا بلکہ چار رکعت ظہر کی پڑھے گا۔②

دوران خطبہ میں دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھنا

رسول اللہ ﷺ جمعے کا خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص (سیدنا سُلیک غطفانی رضی اللہ عنہ) مسجد میں آئے اور دو رکعتیں پڑھے بغیر بیٹھ گئے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے پوچھا: ''کیا تم نے دو رکعتیں پڑھی ہیں؟'' انھوں نے عرض کیا: نہیں، اے اللہ کے رسول! آپ ﷺ نے حکم دیا: ''کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھو۔''③

پھر آپ نے (ساری امت کے لیے) حکم دے دیا: ''جب تم میں سے کوئی ایسے وقت مسجد میں آئے کہ امام (جمعے کا) خطبہ دے رہا ہو تو اسے دو مختصر سی رکعتیں پڑھ لینی چاہئیں۔''④

جمعے سے پہلے نوافل کی تعداد مقرر نہیں بلکہ نبیٔ اکرم ﷺ نے اجازت دی ہے کہ جتنے

① السنن الكبرى للبيهقي: 204/3، وسنده صحيح. ② مزید دیکھیے تمام المنة، ص: 340، إرواء الغليل: 83/3 اور الموسوعة الفقهية لحسين بن عودة: 393/2 ③ صحيح البخاري، الجمعة، باب إذا رأى الإمام رجلًا جاء وهو يخطب......، حديث: 931،930، وصحيح مسلم، الجمعة، باب التحية والإمام يخطب، حديث: 875. ④ صحيح البخاري، الجمعة، باب ماجاء في التطوع مثنى مثنى، حديث: 1166، وصحيح مسلم، الجمعة، باب التحية والإمام يخطب، حديث: (59)-875.

بآسانی پڑھ سکتے ہیں، پڑھ لیں۔[1]

مگر کم از کم تعداد، یعنی تحیۃ المسجد والی دو رکعتیں ضروری ہیں۔

گردنیں پھلانگنے کی ممانعت

سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جمعے کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے کہ ایک شخص لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آنے لگا تو آپ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ''بیٹھ جاؤ! تم نے (اس عمل سے لوگوں کو) ایذا دی ہے۔''[2]

معلوم ہوا کہ نماز جمعہ کے لیے آنے والوں کو چاہیے کہ جہاں جگہ ملے، وہیں بیٹھ جائیں۔

جمعے کے لیے پہلے آنے والوں کا ثواب

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فرشتے جمعے کے دن مسجد کے دروازے پر (ثواب لکھنے کے لیے) ٹھہرتے ہیں اور سب سے پہلے آنے والے کا نام لکھ لیتے ہیں، پھر اس کے بعد آنے والے کا (اسی طرح نمبروار لکھتے جاتے ہیں۔) جو شخص نماز جمعہ کے لیے اول وقت مسجد میں جاتا ہے، اسے اتنا ثواب ملتا ہے جتنا (حرم کی طرف) قربانی کے لیے اونٹ بھیجنے والے کو ثواب ملتا ہے، پھر جو بعد میں آتا ہے، اسے اتنا ثواب ملتا ہے جتنا (کعبہ کی طرف) قربانی کے لیے گائے بھیجنے والے کو ثواب ملتا ہے، اس کے بعد آنے والے کو دنبہ بھیجنے والے کے برابر، اس کے بعد آنے والے کو مرغی اور اس کے

① صحيح البخاري، الجمعة، باب الدهن للجمعة، حديث: 883، وصحيح مسلم، الجمعة، باب فضل من استمع وأنصت في الخطبة، حديث: 857. ② [صحيح] سنن أبي داود، الصلاة، باب تخطي رقاب الناس يوم الجمعة، حديث: 1118، وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرك: 1/ 288 میں، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1811 میں ابن حبان نے الموارد، حدیث: 572 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

بعد آنے والے کو انڈا صدقہ کرنے والے کی مانند اجر ملتا ہے۔ پھر جب امام، خطبہ دینے کے لیے نکلتا ہے تو فرشتے دفتر (لکھے ہوئے اوراق) لپیٹ لیتے ہیں اور خطبہ سننے لگتے ہیں۔ [1]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جمعے کے دن ایک گھڑی ایسی ہے کہ جو مسلمان اس گھڑی میں نماز کی حالت میں کھڑا اللہ تعالیٰ سے بھلائی کا سوال کرے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ بھلائی ضرور عطا فرماتا ہے۔“ [2]

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”جمعے کے دن قبولیت کی گھڑی امام کے (منبر پر) بیٹھنے سے لے کر نماز کے خاتمے تک کے درمیان ہے۔“ [3]

خطبۂ جمعہ کے مسائل

- رسول اللہ ﷺ دو خطبے ارشاد فرماتے، ان کے درمیان بیٹھتے، خطبے میں قرآن مجید پڑھتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے۔ [4]

آپ ﷺ کی نماز بھی اوسط انداز کی اور خطبہ بھی اوسط انداز کا ہوتا تھا۔ [5]

① صحيح البخاري، الجمعة، باب الاستماع إلى الخطبة يوم الجمعة، حديث:929، وصحيح مسلم، باب فضل التهجير يوم الجمعة، حديث:(24)-850. اس حدیث میں بالترتیب پانچ چیزوں کا ذکر ہے: اونٹ، گائے، دنبہ، مرغی اور انڈا۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ جمعے کے دن طلوع آفتاب سے لے کر خطبۂ جمعہ کے آغاز تک کے وقت کو پانچ برابر حصوں میں تقسیم کر دیا جائے جو جو شخص پہلے حصے میں مسجد پہنچا، اسے اونٹ کی قربانی کا ثواب ملے گا...... موطا امام مالک میں ”الساعة الأولى“ کے الفاظ سے اس توجیہ کی تائید ہوتی ہے۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر) ② صحيح البخاري، الجمعة، باب الساعة التي في يوم الجمعة، حديث: 935، وصحيح مسلم، الجمعة، باب في الساعة التي في يوم الجمعة، حديث: 852۔ ③ صحيح مسلم، الجمعة، باب في الساعة التي في يوم الجمعة، حديث: 853. ایک قول کے مطابق قبولیت کی گھڑی نماز عصر سے لے کر غروب آفتاب کے درمیان آتی ہے۔

④ صحيح مسلم، الجمعة، باب ذكر الخطبتين قبل الصلاة......، حديث : 862. ⑤ صحيح »

آپ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کی لمبی نماز اور مختصر خطبہ دانائی کی علامت ہے، لہٰذا نماز طویل کرو اور خطبہ مختصر کرو۔''[1]

● نبیٔ اکرم ﷺ خطبۂ جمعہ میں سورۂ ق کی تلاوت فرماتے تھے۔[2]

● سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جمعے کے خطبے میں جب تو اپنے پاس بیٹھنے والے کو (ازراہ نصیحت) کہے: ''چپ رہو'' تو بلاشبہ تو نے بھی لغو (کام) کیا۔''[3]

اس سے ثابت ہوا کہ دوران خطبہ میں (سامعین کو آپس میں) کسی قسم کی بات کرنی جائز نہیں ہے۔ بڑی خاموشی سے خطبہ سننا چاہیے، البتہ خطیب اور سامع ضرورت کے وقت ایک دوسرے سے مخاطب ہو سکتے ہیں۔[4]

● سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو اٹھا کر اس کی جگہ پر بیٹھے۔ نافع رحمہ اللہ سے پوچھا گیا: کیا صرف جمعہ میں منع ہے؟ فرمانے لگے: جمعہ میں اور اس کے علاوہ بھی۔[5]

● سیدنا عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے بشر بن مروان کو جمعے کے دن منبر پر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ ان دونوں ہاتھوں کو ہلاک کرے۔ نبیٔ اکرم ﷺ خطبہ میں صرف ایک ہاتھ کی شہادت والی انگلی سے اشارہ کرتے تھے۔[6]

»» مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، حديث: 866. ① صحيح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، حديث: 869. ② صحيح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة، حديث: 873,872. ③ صحيح البخاري، الجمعة، باب الإنصات يوم الجمعة والإمام يخطب، حديث: 934، وصحيح مسلم، الجمعة، باب في الإنصات يوم الجمعة في الخطبة، حديث: 851. ④ صحيح البخاري، الجمعة، باب رفع اليدين في الخطبة، حديث: 932، وصحيح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب الدعاء في الاستسقاء، حديث: 897. ⑤ صحيح البخاري، الجمعة، باب لا يقيم الرجل أخاه يوم الجمعة ويقعد مكانه، حديث: 911. ⑥ صحيح مسلم، الجمعة، باب تخفيف الصلاة و الخطبة، حديث: 874.

- نبیٔ اکرم ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور آپ کے ہاتھ میں عصا یا کمان تھی۔ ①
- نبیٔ اکرم ﷺ دو خطبے دیتے اور ان کے درمیان بیٹھتے تھے۔ ②

ظہر احتیاطی بدعت ہے

بعض لوگ نماز جمعہ کے علاوہ ''ظہر احتیاطی'' پڑھتے اور اس کا فتویٰ بھی دیتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی ذات پاک اور آپ کے بے شمار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے جمعے کے بعد نماز ظہر کا پڑھنا کہیں ثابت نہیں۔ ہم حیران ہیں کہ نماز جمعہ ادا کر لینے کے بعد (احتیاطاً) ظہر کے فرض پڑھنے والے اور اس کا حکم دینے والے اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ معاذ اللہ! کیا رسول اللہ ﷺ جمعے کے بعد ظہر پڑھنا اور لوگوں کو بتانا بھول گئے تھے جو بعد میں آنے والے لوگوں نے ایجاد کر کے تکمیل دین کی ہے؟ احتیاطی ظہر پڑھنے والو! اللہ سے ڈرو اور رسول اللہ ﷺ سے آگے نہ بڑھو۔ نبیٔ اکرم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کرو۔

محض جمعے کے دن روزہ رکھنا

نبیٔ اکرم ﷺ نے جمعے کا دن روزے کے لیے اور جمعے کی شب (جمعرات اور جمعے کی درمیانی رات کو) عبادت کے لیے خاص کرنے سے منع فرمایا۔ ③

جمعہ کی اذان

سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ، ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں جمعے کی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام خطبے کے لیے منبر پر بیٹھتا۔ جب

---

① [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب الرجل يخطب على قوس، حديث:1096، وسنده حسن، امام ابن خزیمہ نے حدیث:1778 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح البخاري، الجمعة، باب القعدة بين الخطبتين يوم الجمعة، حديث:928. ③ صحيح مسلم، الصيام، باب كراهة إفراد يوم الجمعة بصوم لا يوافق عادته، حديث: 1144.

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور لوگ زیادہ ہو گئے تو زوراء (جگہ) پر ایک اور اذان دی جانے لگی۔ امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: زوراء مدینہ کے بازار میں ایک مقام ہے۔ ①

مسجد کے اندر امام کے خطبے سے پہلے صرف ایک اذان ہے۔ عام طور پر مساجد میں خطبے کی اذان سے قبل دی جانے والی اذان کا ثبوت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور سے بھی نہیں ہے، لہٰذا اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔

جمعہ کے دن اذانِ جمعہ منبر کے پاس ہونی چاہیے۔ ②

① صحيح البخاري، الجمعة، باب الأذان يوم الجمعة، حديث: 912. جمعے کے دن اذان عثمانی کا پس منظر یہ ہے کہ عہد نبوت میں مدینہ منورہ اور اس کی آبادی کا حجم نسبتاً مختصر تھا، لوگوں کو آسانی سے اذان کا علم ہو جاتا تھا، عہد عثمانی میں جب آبادی زیادہ ہو گئی تو تمام لوگ اذان کی آواز سن نہیں پاتے تھے جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ کئی لوگ مسجد میں بروقت پہنچنے سے رہ جاتے تھے، اس کا انتظامی حل یہ نکالا گیا کہ پہلے مسجد سے باہر بازار کے اندر، زوراء کے مقام پر اذان دی جاتی، اس سے کچھ ہی دیر بعد مسجد نبوی میں (دوسری) اذان ہو جاتی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ اقدام بدعت نہیں ہے۔ (ع، ر) لیکن اس پر عمل ان اسباب و حالات کے ساتھ مشروط ہوگا جن کی بنا پر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس اذان کی ابتدا کی تھی اور وہ لوگوں کی کثرت اور ان کے گھروں کا مسجد سے دور ہونا ہے جس کی وجہ سے اذانِ مسجد کی آواز ان تک نہیں پہنچتی تھی تو انھوں نے لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ، یعنی بازار میں انھیں مطلع کرنے کے لیے اصل اذان سے کچھ دیر پہلے اس کا سلسلہ چلایا۔ آج کے زمانے میں اگر کوئی اس پر عمل کرنا چاہتا ہے تو انھی اسباب و شرائط اور ضرورت کو مدنظر رکھ کر اس پر عمل کرے، جبکہ عام طور پر جمعے کے دن مساجد میں پہلی اذان کے نام سے دی جانی والی اذان مذکورہ اسباب و شرائط نہ ہونے کی وجہ سے نہ تو اذانِ عثمانی ہے اور نہ اذان محمدی اس لیے اسے مسنون اذان کہنا مشکل ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے الأجوبة النافعة، ص: (9-14) (ع۔و)

② دیکھیے المعجم الكبير للطبراني: 147,146/7، حديث: 6646 ورجاله ثقات.

نمازعیدین

احکام ومسائل

- سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«اَلْغُسْلُ . . . يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَوْمَ عَرَفَةَ وَيَوْمَ النَّحْرِ وَيَوْمَ الْفِطْرِ»

''جمعہ، عرفہ، قربانی اور عیدالفطر کے دن غسل کرنا چاہیے۔''[1]

- سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید کے دن عیدگاہ کی طرف نکلنے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے۔[2]
- عیدالفطر کی نماز کے لیے نکلنے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا لازم ہے۔[3]

اس سے معلوم ہوا کہ صدقۃ الفطر نماز عید کے لیے جانے سے پہلے ادا کرنا لازم ہے اور اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں۔

- عید اگر جمعے کے دن ہو تو نماز عید پڑھنے کے بعد جمعہ پڑھ لیں یا ظہر، اختیار ہے۔[4]

① [صحيح] السنن الكبرٰى للبيهقي، صلاة العيدين، باب غسل العيدين : 278/3، حديث: 6124. اس کی سند صحیح ہے۔ ② [صحيح] الموطأ للإمام مالك، العيدين، باب العمل في غسل العيدين والنداء فيهما والإقامة، حديث: 436. اس کی سند صحیح بلکہ اصح الاسانید ہے۔ ③ صحيح البخاري، الزكاة، باب فرض صدقة الفطر، حديث: 1503، وصحيح مسلم، الزكاة، باب الأمر بإخراج زكاة الفطر قبل الصلاة، حديث: 986. ④ [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب إذا وافق يوم الجمعة يوم عيد، حديث: 1070، وسنده حسن، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء فيما إذا اجتمع العيدان في يوم، حديث: 1310. حاکم نے المستدرك: 288/1 میں، ابن خزیمہ نے حدیث: 1464 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

- رسول اللہ ﷺ نے عیدین کی نماز، اذان اور تکبیر کے بغیر پڑھی۔①
- سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا: نماز عید کے لیے اذان ہے نہ تکبیر، پکارنا ہے نہ کوئی اور آواز۔②
- آپ ﷺ نے عیدگاہ میں سوائے عید کی دو رکعتوں کے نہ پہلے نفل پڑھے نہ بعد میں۔③
- نبیٔ اکرم ﷺ عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نماز کے لیے نکلتے اور عید الاضحیٰ کے دن نماز پڑھ کر کھاتے۔④
- رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے روز طاق کھجوریں کھا کر عیدگاہ جایا کرتے تھے۔⑤
- سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب شہر جا کر عید کی نماز باجماعت ادا نہ کر سکتے تو اپنے غلاموں اور اہل و عیال کو جمع کرتے اور اپنے غلام عبداللہ بن ابو عتبہ رحمہ اللہ کو شہر والوں کی نماز کی طرح نماز پڑھانے کا حکم دیتے۔⑥
- رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شتر سوار قافلہ آیا، اس نے گواہی دی کہ انھوں نے کل

① صحيح البخاري، العيدين، باب المشي والركوب إلى العيد......، حديث: 960، وصحيح مسلم، صلاة العيدين، باب: كتاب صلاة العيدين، حديث: (4)- 885. ② صحيح مسلم، صلاة العيدين، باب: كتاب صلاة العيدين، حديث: 886. ③ صحيح البخاري، العيدين، باب الصلاة قبل العيد وبعدها، حديث: 989، وصحيح مسلم، صلاة العيدين، باب ترك الصلاة قبل العيد وبعدها في المصلّى، حديث: (13)- 884. ④ [حسن] جامع الترمذي، العيدين، باب ماجاء في الأكل يوم الفطر قبل الخروج، حديث: 542، وسنده حسن، وسنن ابن ماجه، الصيام، باب في الأكل يوم الفطر قبل أن يخرج، حديث: 1756. ابن حبان نے الموارد، حدیث: 593 میں، ابن خزیمہ نے حدیث: 1426 میں، حاکم نے المستدرک: 294/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ⑤ صحيح البخاري، العيدين، باب الأكل يوم الفطر قبل الخروج، حديث: 953. ⑥ صحيح البخاري، العيدين، باب إذا فاته العيد يصلي ركعتين، قبل الحديث: 987 معلقاً والسنن الكبرٰى للبيهقي، صلاة العيدين، باب صلاة العيدين سنة أهل الإسلام حيث كانوا: 305/3، حديث: 6237. اس کی سند صحیح ہے۔

چاند دیکھا تھا تو آپ نے ہمیں روزہ افطار کرنے اور دوسرے دن عید کی نماز کے لیے نکلنے کا حکم دیا۔ (کیونکہ رؤیت ہلال کی خبر اتنی دیر میں پہنچی کہ نماز عید کا وقت نکل چکا تھا)۔ ①

● عید کے دن مسجد میں صحابہ نے جنگی کھیلوں کا مظاہرہ کیا۔ ②

● سیدنا عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کے روز نماز کے لیے گئے۔ امام نے نماز میں تاخیر کر دی تو وہ فرمانے لگے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم اس وقت نماز سے فارغ ہو چکے ہوتے تھے۔ راوی کہتا ہے کہ یہ چاشت کا وقت تھا۔ ③

● عیدگاہ میں جس راستے سے جائیں، واپسی پر راستہ تبدیل کریں۔ ④

عورتوں کے لیے عیدگاہ میں آنے کا حکم

● سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا گیا کہ ہم (سب عورتوں کو حتیٰ کہ) حیض والیوں اور پردے والیوں کو (بھی) دونوں عیدوں میں (گھروں سے) نکالیں تاکہ وہ (سب) مسلمانوں کی جماعت (نماز) اور ان کی دعا میں حاضر ہوں۔ اور فرمایا: حیض والیاں جائے نماز سے الگ رہیں۔ (وہ نماز نہ پڑھیں) لیکن مسلمانوں کی دعاؤں اور تکبیروں میں شامل رہیں تاکہ اللہ کی رحمت اور بخشش سے حصہ پائیں۔ ایک عورت نے عرض کیا کہ اگر ہم میں

① [صحیح] سنن أبي داود، الصلاة، باب إذا لم يخرج الإمام للعيد من يومه يخرج من الغد، حديث: 1157، وسنده صحيح، وسنن النسائي، صلاة العيدين، باب الخروج إلى العيدين من الغد، حديث: 1558. ابن حزم: 92/5 اور بیہقی: 316/3 نے اسے صحیح کہا ہے۔
② صحيح البخاري، الصلاة، باب أصحاب الحراب في المسجد، حديث: 455,454. وصحيح مسلم، صلاة العيدين، باب الرخصة في اللعب......، حديث: (17)-892. ③ [صحیح] سنن أبي داود، الصلاة، باب وقت الخروج إلى العيد، حديث: 1135، وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرک: 295/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ④ صحيح البخاري، العيدين، باب من خالف الطريق إذا رجع يوم العيد، حديث: 986.

سے کسی کے پاس چادر نہ ہو (تو پھر وہ کیسے عیدگاہ میں جائے؟) فرمایا: ''اسے اس کی ساتھ والی عورت چادر اوڑھا دے (کسی دوسری عورت سے چادر عاریتاً لے کر جائے)۔''[1]

● رسول اللہ ﷺ صحابہ اور صحابیات رضی اللہ عنہن کو (حتیٰ کہ حیض والی عورتوں کو بھی) ساتھ لے کر عیدگاہ کی طرف جاتے۔

● آپ کی عیدگاہ مسجد نبوی سے ہزار ہاتھ (ذراع) کے فاصلہ پر البقیع کی طرف تھی۔[2]

● رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر و عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم عیدین کی نماز خطبے سے پہلے پڑھتے تھے۔[3]

تکبیرات عید کا وقت

● حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تکبیرات کے وقت ابتدا و انتہا کے بارے میں فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جو سب سے زیادہ صحیح روایت مروی ہے، وہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

● سیدنا علی رضی اللہ عنہ عرفہ کے دن نو ذوالحجہ کی فجر سے لے کر تیرہ ذوالحجہ کی عصر تک تکبیرات کہتے۔[4]

● سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عیدالفطر کے دن گھر سے عیدگاہ تک آواز بلند تکبیرات کہتے۔[5]

---

① صحيح البخاري، الحيض، باب شهود الحائض العيدين ودعوة المسلمين……، حديث: 324، 351، 971، 974، وصحيح مسلم، صلاة العيدين، باب ذكر إباحة خروج النساء في العيدين إلى المصلّى……، حديث: 890. ② فتح الباري: 449/2، تحت الحديث : 956. ③ صحيح البخاري، العيدين، باب الخطبة بعد العيد، حديث: 963,962، وصحيح مسلم، صلاة العيدين، باب: كتاب صلاة العيدين، حديث: 884. ④ [صحيح] السنن الكبرٰى للبيهقي، صلاة العيدين، باب من استحب أن يبتدئ بالتكبير خلف صلاة الصبح: 314/3، حديث : 2675. امام حاکم نے المستدرك: 299/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ ⑤ السنن الكبرٰى للبيهقي، صلاة العيدين، باب التكبير ليلة الفطر ويوم ◄◄

● امام زہری کہتے ہیں کہ لوگ عید کے دن اپنے گھروں سے عید گاہ تک تکبیرات کہتے، پھر امام کے ساتھ تکبیرات کہتے۔ ①

● سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما 9 ذوالحجہ نماز فجر سے لے کر 13 ذوالحجہ نماز عصر تک ان الفاظ میں تکبیرات کہتے:

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَأَجَلُّ ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ»

''اللہ سب سے بڑا ہے، بہت بڑا، اللہ سب سے بڑا ہے، بہت بڑا، اللہ سب سے بڑا ہے اور سب سے زیادہ صاحب جلال ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی کے لیے ساری تعریف ہے۔'' ②

● سلمان رضی اللہ عنہ یوں تکبیرات کہتے:

«اَللّٰهُ أَكْبَرُ ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ ، اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا» ③

● مشہور تابعی ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ لوگ عرفات کے دن نماز کے بعد قبلہ رخ حالت میں ہی ''اَللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ اللّٰهُ أَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ'' پڑھتے تھے۔ ④

الفطر: 279/3، حدیث: 6129. امام بیہقی فرماتے ہیں کہ حدیث سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما موقوفاً صحیح ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ ① المصنف لابن أبي شيبة: 488/1، حديث: 5628، وسنده صحيح.
② [صحيح] المصنف لابن أبي شيبة: 489/1، حديث: 5645، وسنده صحيح، 490/1، حديث: 5654. وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرك: 299/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ [صحيح] السنن الكبرٰى للبيهقي، صلاة العيدين، باب كيف التكبير؟: 316/3، حديث 6282، وسنده صحيح، حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس بارے میں صحیح ترین قول سلمان رضی اللہ عنہ کا ہے۔ فتح الباري: 462/2. ④ مصنف ابن أبي شيبة: 167/2، حديث: 5649، وسنده صحيح، اس صحیح اثر سے معلوم ہوا کہ تکبیر کے مذکورہ الفاظ پڑھنا بھی صحیح ہے۔

نمازعید کا طریقہ

رسول اللہ ﷺ عیدالفطر اور عیدالاضحی کے دن عیدگاہ جاتے، سب سے پہلے نماز پڑھتے، پھر خطبہ دیتے جبکہ لوگ صفوں میں بیٹھے رہتے۔ خطبے میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے اور (اگر کہیں لشکر بھیجنا ہوتا تو اس کی تیاری وغیرہ کا) حکم دیتے، پھر واپس لوٹتے۔[1]

وضو کر کے قبلے کی طرف منہ کریں اور اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہتے ہوئے رفع الیدین کریں۔[2]

پھر سینے پر ہاتھ باندھ کر دعائے استفتاح پڑھیں۔

پھر دعائے استفتاح ختم کر کے قراءت سے پہلے (ٹھہر ٹھہر کر) سات تکبیریں کہیں۔[3]

---

① صحيح البخاري، العيدين، باب الخروج إلى المصلٰى بغير منبر، حديث: 956، وصحيح مسلم، صلاة العيدين، باب :كتاب صلاة العيدين، حديث: 889. ② صحيح البخاري، الأذان، باب إلى أين يرفع يديه؟ حديث: 738. ③ [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب التكبير في العيدين، حديث: 1151، وسنده حسن، امام احمد اور علی بن مدینی نے اسے صحیح کہا ہے۔

تکبیرات عیدین کے ساتھ رفع الیدین کرنے کی بابت رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کوئی صریح دلیل منقول نہیں۔ امام ابن حزم اس کی بابت لکھتے ہیں: [لَمْ يَصِحَّ قَطُّ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ رَفَعَ فِيهِ يَدَيْهِ] (المحلّٰی: 84,83/5) ''رسول اللہ ﷺ سے یہ قطعاً ثابت نہیں کہ آپ نے ان تکبیروں میں رفع الیدین کیا ہے۔'' محقق عصر شیخ البانی رحمہ اللہ بھی اس کی بابت لکھتے ہیں کہ یہ مسنون نہیں ہے۔ إرواء الغليل: 114/3، تاہم تکبیرات عیدین کے ساتھ رفع الیدین کرنے کی بابت محدثین کرام، مثلاً: امام ابن المنذر اور امام بیہقی نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہے: «وَيَرْفَعُهَا فِي كُلِّ رَكْعَةٍ وَّ تَكْبِيرَةٍ كَبَّرَهَا قَبْلَ الرُّكُوعِ» ''اور آپ ﷺ ہر رکعت اور تکبیر کے ساتھ، جو رکوع سے پہلے ہے، دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے۔'' سلف صالحین میں سے کوئی بھی ان محدثین کرام کا مخالف نہیں اور یہ استدلال قوی ہے اس بارے میں ائمہ کے اقوال بھی ملتے ہیں جیسا کہ عطاء بن ابی رباح سے پوچھا گیا: کیا امام نماز عیدین میں ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرے؟ انھوں نے جواب دیا: ہاں، وہ رفع الیدین کرے اور لوگ بھی اس کے ساتھ ہاتھ اٹھائیں۔ (المصنف لعبدالرزاق: 297/3)، نیز امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تکبیرات عیدین ◄◄

پھر امام اونچی آواز سے اور مقتدی آہستہ آواز سے الحمد شریف پڑھیں، پھر امام اونچی آواز سے قراءت کرے اور مقتدی چپ چاپ سنیں۔

نبیٔ اکرم ﷺ نے عیدالاضحی اور عیدالفطر میں سورۂ ﴿قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ ۝﴾ اور ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝﴾ پڑھیں۔ ایک اور روایت میں ﴿سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۝﴾ اور ﴿هَلْ اَتٰىكَ﴾ پڑھنے کا ذکر بھی آیا ہے۔①

بہتر ہے کہ سورۂ فاتحہ کے بعد مسنون قراءت کی جائے۔ جب پہلی رکعت پڑھ کر آپ دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہوں اور قیام کی تکبیر کہہ لیں تو قراءت شروع کرنے سے پہلے پانچ تکبیریں کہیں۔②

پھر دو رکعتیں پڑھ کر سلام پھیر دیں۔

عید سے متعلقہ مسائل

رسول اللہ ﷺ، ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم پہلے نماز پڑھتے، پھر خطبہ دیتے تھے۔③

عیدین کا خطبہ منبر پر نہ پڑھیں۔ صحیح بخاری (العيدين، حديث: 956) اور صحیح مسلم (صلاة العيدين، حديث: 889) میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عیدگاہ میں منبر کا اہتمام مروان بن حکم کے عہد میں کیا گیا۔

»» کے موقع پر ہاتھ اٹھانے چاہئیں اگرچہ میں نے اس کے متعلق کچھ نہیں سنا۔ (الفريابي بحواله إرواء الغليل: 3/113) امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا بھی یہی موقف ہے کہ تکبیرات عیدین میں ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔ (الأم: 1/237)، لہٰذا تکبیرات عید کے ساتھ رفع الیدین کرنا بہتر ہے۔ واللہ اعلم۔

① صحيح مسلم، صلاة العيدين، باب ما يقرأ في صلاة العيدين؟ حديث: 891، والجمعة، باب ما يقرأ في صلاة الجمعة؟ حديث: 878. ② [حسن] سنن أبي داود، الصلاة، باب التكبير في العيدين، حديث: 1151، وسنده حسن، امام احمد نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ صحيح البخاري، العيدين، باب الخطبة بعد العيد، حديث: 962، وصحيح مسلم، صلاة العيدين، باب: كتاب صلاة العيدين، حديث: 884.

سنن ابوداود اور سنن ابن ماجہ میں ہے کہ ایک شخص نے مروان کے اس فعل پر اعتراض کرتے ہوئے کہا: تم نے عید کے روز منبر لا کر سنت کی مخالفت کی کیونکہ اس روز اسے نہیں لایا جاتا تھا۔ اس کی اصل صحیح مسلم (العیدین، حدیث: 989) میں ہے۔[1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بچیاں (دف بجا کر اچھے) اشعار گا رہی تھیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انھیں منع کیا۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوبکر! انھیں کچھ نہ کہہ، بے شک آج عید کا دن ہے۔ بلاشبہ ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔''[2]

عید الاضحیٰ کے دن نمازِ عید پڑھ کر قربانی کرنی چاہیے۔

سیدنا براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے نماز کے بعد قربانی کی (اس کی قربانی بھی ہوگئی اور) اس نے مسلمانوں کا طریقہ بھی اپنا لیا اور جس نے نماز سے پہلے قربانی کی، اس کی قربانی نہیں ہوگی، وہ محض گوشت کی ایک بکری ہے جو اس نے اپنے گھر والوں کے لیے ذبح کی ہے۔''[3]

---

① صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان كون النهي عن المنكر من الإيمان......، حديث: 49، وسنن أبي داود، الصلاة، باب الخطبة يوم العيد، حديث: 1140، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في صلاة العيدين، حديث: 1275.

② صحيح البخاري، العيدين، باب سنة العيدين لأهل الإسلام، حديث: 952. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر پڑھنے والی چھوٹی بچیاں ہوں، آلاتِ موسیقی میں سے صرف دف ہو، نیز اشعار خلافِ شریعت نہ ہوں اور عید کا موقع ہو تو ایسے اشعار پڑھنے یا سننے میں کوئی حرج نہیں ہے لیکن مفاد پرست گویوں نے اس حدیث شریف سے اپنا الو سیدھا کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، چنانچہ انھوں نے بچیوں سے ہر عمر کی پیشہ ور گلوکارہ ثابت کر دی۔ دف سے جملہ آلاتِ موسیقی جائز قرار دیے۔ اچھے اشعار سے گانوں کا جواز کشید کیا اور عید کے دن سے ''نام نہاد جشن و تہوار'' ڈھونڈ نکالے اور یہ نہ سوچا کہ اللہ خالق و مالک ہے، اس نے اپنے بندوں کے لیے جواز کی جو حد چاہی، مقرر کر دی اور اس سے تجاوز کرنا حرام کر دیا ہے۔ (ع، ر)

③ صحيح البخاري، العيدين، باب الخطبة بعد العيد، حديث: 965، وصحيح مسلم، الأضاحي، باب وقتها، حديث: 1961.

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے نماز عید سے پہلے قربانی کی، وہ نماز کے بعد دوسری قربانی کرے۔''[1]

[1] صحيح البخاري، العيدين، باب كلام الإمام والناس في خطبة العيد……، حديث: 985، وصحيح مسلم، الأضاحي، باب وقتها، حديث: 1960 .

نمازِ کسوف: سورج اور چاند گرہن کی نماز

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَا يَنْكَسِفَانِ لِمَوْتِ أَحَدٍ مِّنَ النَّاسِ ، وَلٰكِنَّهُمَا آيَتَانِ مِنْ آيَاتِ اللهِ ، فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَقُومُوا فَصَلُّوا»

''سورج اور چاند کسی کے مرنے کی وجہ سے گرہن نہیں ہوتے۔ یہ تو قدرت الٰہی کی دو نشانیاں ہیں، جب انھیں گرہن ہوتے دیکھو تو نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔''[1]

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''چاند اور سورج کا گرہن آثارِ قدرت ہیں۔ یہ کسی کے مرنے، جینے (یا کسی اور وجہ) سے نمودار نہیں ہوتے بلکہ اللہ (اپنے) بندوں کو عبرت دلانے کے لیے ظاہر فرماتا ہے۔ اگر تم ایسے آثار دیکھو تو جلد از جلد یادِ الٰہی، دعا اور استغفار کی طرف رجوع کرو۔''[2]

① صحيح البخاري، الكسوف، باب الصلاة في كسوف الشمس، حديث: 1041، وصحيح مسلم، الكسوف، باب صلاة الكسوف، حديث: 901۔ اہل جاہلیت کا عقیدہ تھا کہ سورج یا چاند اسی وقت گرہن ہوتے ہیں جب کوئی اہم شخصیت پیدا ہو یا وفات پائے یا دنیا میں کوئی اہم واقعہ رونما ہو، نبیٔ اکرم ﷺ نے اسی باطل عقیدے کی نفی فرمائی۔ (ع، ر)

② صحيح البخاري، الكسوف، باب الذكر في الكسوف، حديث:1059، وصحيح مسلم، الكسوف، باب ذكر النداء بصلاة الكسوف «الصلاة جامعة»، حديث: 912. یعنی سورج یا چاند کے گرہن ہونے کا تعلق کائنات کے واقعات سے نہیں بلکہ براہ راست اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت سے ہے اور وہ اللہ جو تمھارے سامنے انھیں بے نور کر سکتا ہے، وہ قیامت کے قریب بھی انھیں بے نور کر کے لپیٹ دینے »

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سورج گرہن ہوا تو آپ ﷺ نے ایک شخص کو یہ اعلان کرنے کا حکم فرمایا:

«إِنَّ الصَّلَاةَ جَامِعَةٌ»

'نماز (تمھیں) جمع کرنے والی ہے (یعنی نماز کے لیے جمع ہو جاؤ)۔'[1]

سورج اور چاند گرہن کی نماز کا طریقہ

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں سورج گرہن لگا۔ آپ نے باجماعت دو رکعتیں نماز پڑھی۔ آپ نے سورۂ بقرہ تلاوت کرنے کی مقدار کے قریب لمبا قیام کیا، پھر لمبا رکوع کیا، پھر سر اٹھا کر پہلے قیام سے کم لمبا قیام کیا۔[2] پھر پہلے رکوع سے کم لمبا رکوع کیا، پھر (قومہ کرکے) دو سجدے کیے، پھر کھڑے ہو کر پچھلے قیام سے کم لمبا قیام کیا، پھر پچھلے رکوع سے کم لمبا رکوع کیا، پھر پچھلے قیام سے کم لمبا قیام کیا، پھر پچھلے رکوع سے کم لمبا رکوع کیا، پھر دو سجدے کیے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیرا، اتنی دیر میں سورج روشن ہو چکا تھا۔ پھر (خطبہ دیا جس میں اللہ کی تعریف اور ثنا کی اور) فرمایا: ''سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے انھیں گرہن نہیں لگتا۔ جب تم گرہن دیکھو تو اللہ کا ذکر (کرو، اس سے دعا کرو، تکبیر کہو، نماز پڑھو اور صدقہ) کرو۔'' نیز فرمایا: ''(دوران نماز میں) میں نے جنت دیکھی۔ اگر میں اس میں

◄◄ پر قادر ہے، لہٰذا اس سے ڈرتے رہو۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر)

① صحيح البخاري، الكسوف، باب النداء ب «الصلاة جامعة» في الكسوف، حديث: 1045، وصحيح مسلم، الكسوف، باب ذكر النداء بصلاة الكسوف «الصلاة جامعة» حديث: 910.

② رکوع کے بعد قومہ کرنے کی بجائے دوبارہ قراءت شروع کر دینا ایک ہی رکعت کا تسلسل ہے، لہٰذا اس موقع پر نئے سرے سے فاتحہ نہیں پڑھی جائے گی۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر)

سے ایک انگور کا خوشہ لے لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس میں سے کھاتے اور میں نے دوزخ (بھی) دیکھی، اس سے بڑھ کر ہولناک منظر میں نے (کبھی) نہیں دیکھا۔ (اور) میں نے جہنم میں زیادہ تعداد عورتوں کی دیکھی کیونکہ وہ خاوندوں کی ناشکری کرتی ہیں۔ اگر تو ایک مدت تک ان کے ساتھ نیکی کرتا رہے، پھر ان کی مرضی کے خلاف کوئی کام کرے تو کہتی ہیں کہ میں نے تجھ سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔''[1]

سورج اور چاند کے گہنائے جانے پر آپ ﷺ گھبرا اٹھتے اور نماز پڑھتے۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ کے زمانے میں (ایک دفعہ) سورج گرہن لگا تو آپ گھبرا گئے اور گھبراہٹ میں اہل خانہ میں سے کسی کا کرتہ لے لیا، بعد میں چادر مبارک آپ کو پہنچائی گئی۔ سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا بھی مسجد میں گئیں اور عورتوں کی صف میں کھڑی ہوگئیں۔ آپ نے اتنا طویل قیام کیا کہ ان کی نیت بیٹھنے کی ہوگئی لیکن انھوں نے ادھر ادھر اپنے سے کمزور عورتوں کو کھڑے دیکھا تو وہ بھی کھڑی رہیں۔[2]

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ایک سخت گرمی کے دن سورج گرہن لگا، آپ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر نماز پڑھی۔ آپ نے اتنا طویل قیام کیا

[1] صحيح البخاري، الكسوف، باب صلاة الكسوف جماعة، حديث:1052، وصحيح مسلم، الكسوف، باب ماعرض على النبيﷺ في صلاة الكسوف من أمرالجنة والنار، حديث:907. اس سے معلوم ہوا کسی محسن کی احسان فراموشی کبیرہ گناہ ہے۔ جب کسی بندے کی احسان فراموشی کبیرہ گناہ ہے تو جو خالق کی احسان فراموشی کرتا ہے، اس کا گناہ کس قدر خطرناک ہوگا۔ اللہ ہم سب کو ہدایت دے۔ آمین۔ (ع،ر)

[2] صحيح مسلم، الكسوف، باب ماعرض على النبي ﷺ في الكسوف من أمرالجنة والنار، حديث:906. آپ کا گھبرانا اللہ کے ڈر کی وجہ سے تھا۔ جب آپ اللہ کے پیارے نبی ہو کر گھبرا اٹھتے تھے تو افسوس ہے ان امتیوں پر جو ہزارہا گناہوں کے باوجود ایسے مواقع پر اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ (ع،ر)

کہ لوگ گرنے لگے۔ [1]

سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ (ایک دفعہ سورج گرہن کی نماز میں) آپ نے اتنا لمبا قیام کیا کہ مجھے (عورتوں کی صف میں کھڑے کھڑے) ضعف آ گیا۔ میں نے برابر میں اپنی مشک سے پانی لے کر سر پر ڈالنا شروع کیا (پھر جلد ہی دوبارہ قیام نماز میں شامل ہوگئی۔) [2]

غور فرمایا آپ نے کہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر انہماک اور اہتمام سے سورج گرہن کی نماز پڑھتے تھے۔ لیکن ہم نے کبھی اس نماز کی طرف توجہ نہیں کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے عورتیں بھی سورج گرہن کی نماز پڑھتی تھیں۔ ہمیں بھی چاہیے کہ ہم مسجد میں سورج گرہن کی نماز باجماعت کا اہتمام کریں اور ہماری عورتیں بھی ضرور مساجد میں جا کر نماز میں شامل ہوں۔

① صحيح مسلم، الكسوف، باب ماعرض على النبيﷺ في صلاة الكسوف من أمرالجنة والنار، حديث: 904. ② صحيح البخاري، الكسوف، باب صلاة النساء مع الرجال في الكسوف، حديث: 1053، وصحيح مسلم، الكسوف، باب ماعرض على النبيﷺ في صلاة الكسوف من أمر الجنة والنّار، حديث: 905.

نماز استسقا

اگر قحط سالی ہو جائے، مینہ نہ برسے تو اس وقت مسلمانوں کو چاہیے کہ ایک دن تجویز کر کے سورج نکلتے ہی پرانے کپڑے پہن کر عاجزی اور زاری کرتے ہوئے آبادی سے باہر کسی کھلی جگہ میں نکلیں اور منبر بھی رکھا جائے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

«خَرَجَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مُتَبَذِّلًا مُتَوَاضِعًا مُتَضَرِّعًا حَتّٰى أَتَى الْمُصَلّٰى»

''رسول اللہ ﷺ پرانے کپڑے پہنے، خشوع اور آہستگی سے چلتے ہوئے، عاجزی اور زاری کرتے ہوئے نکلے اور نماز (استسقا) کی جگہ پہنچے۔''[1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ سے قحط سالی کی شکایت کی تو آپ نے عیدگاہ میں منبر رکھنے کا حکم دیا۔ جب سورج کا کنارہ ظاہر ہوا تو آپ نکلے اور منبر پر بیٹھے، اللہ کی بڑائی اور حمد بیان کی، پھر فرمایا: ''تم نے اپنے علاقوں میں قحط سالی اور بروقت بارش نہ ہونے کی شکایت کی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھیں حکم ہے کہ تم اسے پکارو اور اس نے تمھاری دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے۔'' پھر فرمایا:

[1] [حسن] سنن أبي داود، صلاة الاستسقاء، باب جمّاع أبواب صلاة الاستسقاء وتفريعها، حديث: 1165، وسنده حسن، وجامع الترمذي، الجمعة، باب ماجاء في صلاة الاستسقاء، حديث: 558. امام ترمذی نے، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1405، 1408 و 1419 میں، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 603 میں، امام حاکم نے المستدرك: 326/1 میں، امام ذہبی نے اور امام نووی نے المجموع: 67/5 میں اسے صحیح کہا ہے۔

«اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ، الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ، مَالِكِ يَوْمِ الدِّينِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يُرِيدُ ، اَللّٰهُمَّ أَنْتَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ الْغَنِيُّ وَنَحْنُ الْفُقَرَاءُ ، أَنْزِلْ عَلَيْنَا الْغَيْثَ وَاجْعَلْ مَا أَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَّبَلَاغًا إِلٰى حِينٍ»

''سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، بہت رحم کرنے والا، نہایت مہربان ہے۔ روز جزا کا مالک ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود (برحق) نہیں جو چاہتا ہے، وہ کرتا ہے۔ اے اللہ تو (سچا) معبود ہے، تیرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں۔ تو ہی غنی اور بے پروا ہے اور ہم (تیرے) محتاج اور فقیر (بندے) ہیں، ہم پر بارش برسا اور جو بارش تو نازل فرمائے، اسے ہمارے لیے ایک مدت تک قوت اور (مقاصد تک) پہنچنے کا ذریعہ بنا۔''[1]

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز استقا کے علاوہ کسی دعا میں اپنے دونوں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے اور انھیں دراز کیا حتیٰ کہ آپ کی بغلیں دکھائی دیں۔[2]

[1] [حسن] سنن أبي داود، صلاة الاستسقاء، باب رفع اليدين في الاستسقاء، حديث: 1173، سنده حسن، امام حاکم نے المستدرك: 1/ 328 میں، ابن حبان نے الموارد، حديث: 604 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پاکباز صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اپنا کارساز اور داتا صرف اللہ ہی کو سمجھتے تھے، وہ اسی کے در کے محتاج، اسی سے ڈرنے والے اور براہ راست اسی سے دعائیں مانگتے رہے۔ قرآن مجید نے بھی اسی عقیدے کی تعلیم دی ہے۔ (فاطر 35:14،15) لہٰذا ہم گناہ گاروں کو بھی چاہیے کہ کتاب وسنت کے مطابق صرف اللہ ہی کو اپنا کارساز اور داتا مانیں اور اس سے براہ راست دعائیں مانگیں۔ یہی نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور ان کی اطاعت کا تقاضا ہے۔ (ع،ر)

[2] صحيح البخاري، الاستسقاء، باب رفع الإمام يده في الاستسقاء، حديث: 1031، وصحيح »

ہاتھوں کو سر سے اونچا نہ لے جائیں۔ ①

آپ ﷺ کے ہاتھوں کی پشت آسمان کی طرف تھی۔ ②

پھر امام لوگوں کی طرف پیٹھ کر کے قبلہ رخ ہو جائے۔ (اور ہاتھ اٹھائے رکھے) اور مندرجہ ذیل دعائیں بڑی عاجزی سے رو رو کر پڑھے۔ اور سب لوگ بھی بڑے خضوع سے آبدیدہ ہو کر ہاتھوں کو الٹا کر کے اٹھائیں اور دعا مانگیں۔ دعائیں یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا

''اے اللہ! ہمیں پانی پلا، اے اللہ! ہمیں پانی پلا، اے اللہ! ہمیں پانی پلا۔'' ③

اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثًا مُّغِيْثًا مَّرِيْئًا مَّرِيْعًا نَّافِعًا غَيْرَ ضَآرٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ

''اے ہمارے اللہ! ہمیں پانی پلا، ہم پر ایسی خوشگوار بارش نازل فرما جو ہماری تشنگی بجھا دے۔ ہلکی پھواریں بن کر غلہ اگانے والی ہو، نفع دینے والی ہو نہ کہ نقصان پہنچانے والی، جلد آنے والی ہو نہ کہ دیر لگانے والی۔'' ④

صلاۃ استسقا میں ایک اہم مسئلہ چادر پلٹنا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت

◄ مسلم، صلاة الاستسقاء، باب رفع اليدين بالدعاء في الاستسقاء، حديث: 896,895. اس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے بلند ہاتھ آپ ﷺ دعا استسقا میں اٹھاتے تھے، اتنے کسی اور دعا میں نہیں اٹھاتے تھے، تفصیل کے لیے دیکھیے المنهاج في شرح صحيح مسلم بن الحجاج للنووي. (ع،ر)

① [صحيح] سنن أبي داود، صلاة الاستسقاء، باب رفع اليدين في الاستسقاء، حديث: 1168، وهو صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 602,601 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح مسلم، صلاة الاستسقاء، باب رفع اليدين بالدعاء في الاستسقاء، حديث: 896. ③ صحيح البخاري، الاستسقاء، باب الاستسقاء في المسجد الجامع، حديث: 1013. ④ [حسن] سنن أبي داود، صلاة الاستسقاء، باب رفع اليدين في الاستسقاء، حديث: 1169، وسنده حسن، امام ابن خزیمہ نے حديث: 1416 میں، امام حاکم نے المستدرك: 327/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

ہے کہ رسول اللہ ﷺ استسقا کے لیے نکلے، آپ نے اپنی پیٹھ لوگوں کی طرف کی اور قبلہ رخ ہو کر دعا کرنے لگے، پھر اپنی چادر پلٹی۔ ①

آپ ﷺ پر سیاہ چادر تھی، آپ نے اس کا نچلا حصہ اوپر لانا چاہا مگر مشکل پیش آئی تو آپ نے اسے اپنے کندھوں پر ہی الٹ دیا۔ ②

چادر پلٹتے وقت چادر کا اندر کا حصہ باہر کیا جائے اور دایاں کنارہ بائیں کندھے پر اور بایاں کنارہ دائیں کندھے پر ڈال لیا جائے۔ ③

امام کے ساتھ لوگ بھی اپنی چادریں الٹیں۔ ④

رسول اللہ ﷺ لوگوں کو لے کر بارش طلب کرنے کے لیے عیدگاہ کی طرف نکلے انھیں دو رکعتیں نماز پڑھائی اور اس میں بلند آواز سے قراءت کی۔ ⑤

نبی اکرم ﷺ نے نماز عید کی طرح لوگوں کو دو رکعتیں نماز استسقا پڑھائی۔ ⑥

① صحيح البخاري، الاستسقاء، باب كيف حوّل النبيﷺ ظهره إلى الناس؟ حديث: 1025، وصحيح مسلم، صلاة الاستسقاء باب: كتاب صلاة الاستسقاء، حديث : 894.

② [صحيح] سنن أبي داود، صلاة الاستسقاء، باب جمّاع أبواب صلاة الاستسقاء وتفريعها، حديث: 1164، وهو حديث صحيح، ومسند أحمد: 41/4. امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1415 میں اور امام ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ ③ [صحيح] سنن أبي داود، صلاة الاستسقاء، باب جماع أبواب صلاة الاستسقاء و تفريعها، حديث:1163، وسنده صحيح.

④ [حسن] مسند أحمد : 41/4، وسنده حسن، ابن دقیق العید نے اسے صحیح کہا ہے۔ الٹے ہاتھوں سے دعا کرنا اور چادر پلٹنا دراصل فعلی دعا ہے کہ اے مولا کریم! اس چادر اور ہاتھوں کی طرح ہمارے حالات پلٹ دے اور قحط کو خوشحالی سے بدل دے، یقیناً اس ساری کائنات کے تمام تر حالات صرف تیرے ہی اختیار میں ہیں۔

⑤ صحيح البخاري، الاستسقاء،باب الجهر بالقراءة في الاستسقاء، حديث: 1024.

⑥ [حسن] جامع الترمذي، الجمعة، باب ماجاء في صلاة الاستسقاء، حديث:558، وسنن أبي داود، صلاة الاستسقاء، باب جمّاع أبواب صلاة الاستسقاء، حديث: 1165، وسنده ««

خطبہ نمازِ استسقا سے پہلے ہے۔ ①

سیدنا عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ نے نمازِ استسقا بغیر اذان اور اقامت کے پڑھائی۔ ②

ابن بطال رحمہ اللہ نے کہا کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نمازِ استسقا میں اذان اور اقامت نہیں ہے۔

◄◄ حسن] امام ترمذی نے، امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1405 میں اور امام نووی نے المجموع: 67/5 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ① [صحیح] صحیح ابن خزیمة، جمّاع أبواب صلاة الاستسقاء، باب الخطبة قبل صلاة الاستسقاء، حدیث: 1407. امام ابن خزیمہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، وسندہ صحیح. ② صحیح البخاري، الاستسقاء، باب الدعاء في الاستسقاء قائمًا، حدیث: 1022.

نماز اشراق

ضحٰی کے معنی ہیں: دن کا چڑھنا اور اشراق کے معنی ہیں: طلوع آفتاب۔ پس جب آفتاب طلوع ہو کر ایک نیزے کے برابر بلند ہو جائے تو اس وقت نوافل کا پڑھنا نماز اشراق کہلاتا ہے۔ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اس نماز کو صلاۃ الأوّابین بھی کہا گیا ہے۔[1]

نوٹ: مغرب اور عشاء کے درمیان پڑھی جانے والی نماز کو جس روایت میں صلاۃ الاوابین کہا گیا ہے، وہ مرسل ہے (ضعیف ہے)۔

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«يُصْبِحُ عَلٰى كُلِّ سُلَامٰى مِنْ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، فَكُلُّ تَسْبِيحَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلُّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٌ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٌ عَنِ الْمُنْكَرِ صَدَقَةٌ، وَيُجْزِئُ مِنْ ذٰلِكَ رَكْعَتَانِ يَرْكَعُهُمَا مِنَ الضُّحٰى»

''ہر صبح آدمی پر لازم ہے کہ اپنے (جسم کے) ہر بند (جوڑ) کے بدلے صدقہ خیرات کرے، پس ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تحمید صدقہ ہے، ہر تہلیل صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، امر بالمعروف صدقہ ہے اور نہی عن المنکر بھی صدقہ ہے۔ اور ان سب چیزوں سے ضحٰی کی دو رکعتیں کفایت کرتی ہیں۔''[2]

[1] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب صلاۃ الأوّابین حین ترمض الفصال، حدیث: 748. [2] صحیح مسلم، صلاۃ المسافرین، باب استحباب صلاۃ الضحٰی وأن أقلها »

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے آدم کے بیٹے! خالص میرے لیے چار رکعتیں (اشراق کی) اول دن میں پڑھ میں تجھے اس دن کی شام تک کفایت کروں گا۔“ ①

معاذہ تابعیہ رحمہا اللہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نماز ضحیٰ کتنی رکعتیں پڑھتے تھے۔ سیدہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: چار رکعتیں اور جس قدر اللہ تعالیٰ چاہتا آپ (اس سے) زیادہ (بھی) پڑھتے۔ ②

سیدہ ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن غسل کیا اور (چاشت کے وقت) آٹھ رکعات نماز پڑھی۔ ③ معلوم ہوا کہ اشراق کی رکعتیں دو، چار یا آٹھ ہیں۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے میرے پیارے محبوب نبی اکرم ﷺ نے تین چیزوں کی وصیت کی۔ جب تک میں زندہ رہوں گا انھیں نہیں چھوڑوں گا: ہر (قمری) مہینے (میں ایام بیض: 14،13 اور 15 تاریخ) کے تین روزے، چاشت کی نماز اور سونے سے پہلے وتر پڑھنا۔ ④

◂◂ رکعتان......، حدیث: 720. تسبیح سے مراد ہے: سُبْحَانَ اللهِ کہنا، تحمید: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ کہنا، تہلیل: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ کہنا، تکبیر: اَللهُ اَکْبَرُ کہنا، امر بالمعروف: نیکی کا حکم یا ترغیب دینا، نہی عن المنکر: بدی سے روکنا یا نفرت دلانا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ چاشت (اشراق) کی نماز کی کم از کم تعداد دو رکعتیں ہے۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر)

① [صحیح] سنن أبي داود، التطوع، باب صلاة الضحٰی، حدیث: 1289، وهو حدیث صحیح، وجامع الترمذي، الوتر، باب ما جاء في صلاة الضحٰی، حدیث: 475. امام ترمذی اور حافظ ذہبی نے اسے حسن اور قوی الاسناد جبکہ امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 634 میں اسے صحیح کہا ہے۔ کفایت کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ تیرے کام سنواروں گا۔ واللہ اعلم۔ (ع، ر) مسند أحمد 153,201/4، وسنده صحیح ② صحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب استحباب صلاة الضحٰی......، حدیث: 719. ③ صحیح البخاري، التهجد، باب صلاة الضحٰی في السفر، حدیث: 1176، وصحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب استحباب صلاة الضحٰی، وأن أقلها رکعتان......، حدیث: (80)-336. ④ صحیح البخاري، التهجد، باب صلاة الضحٰی في الحضر، حدیث: 1178، وصحیح مسلم، صلاة المسافرین، باب استحباب صلاة الضحٰی، حدیث: 721.

نماز استخارہ

جب کسی کو کوئی (جائز) امر درپیش ہو اور وہ اس میں متردد ہو کہ اسے کروں یا نہ کروں، یا جب کسی کام کا ارادہ کرے تو اس موقع پر استخارہ کرنا سنت ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دو رکعت نفل خشوع و خضوع اور حضور قلب سے پڑھے۔ رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ بڑے اطمینان سے کرے۔ پھر فارغ ہو کر یہ دعا پڑھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَ اَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ، فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَآ اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَآ اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ، اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَ مَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ، وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدُرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ

”اے اللہ! یقیناً میں (اس کام میں) تجھ سے تیرے علم کی مدد سے خیر مانگتا ہوں اور (حصول خیر کے لیے) تجھ سے تیری قدرت کے ذریعے استطاعت مانگتا ہوں اور میں تجھ سے تیرا فضل عظیم مانگتا ہوں، بے شک تو (ہر چیز پر) قادر ہے اور میں (کسی چیز پر) قادر نہیں۔ تو (ہر کام کا انجام) جانتا ہے اور میں (کچھ) نہیں جانتا اور تو تمام

غیبوں کا جاننے والا ہے۔ الٰہی! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (جس کا میں ارادہ رکھتا ہوں) میرے لیے میرے دین، میری زندگی اور میرے انجام کار کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر کر اور آسان کر، پھر اس میں میرے لیے برکت پیدا فرما۔ اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لیے میرے دین، میری زندگی اور میرے انجام کار کے لحاظ سے برا ہے تو اس (کام) کو مجھ سے اور مجھے اس سے پھیر دے اور میرے لیے بھلائی مہیا کر جہاں (کہیں بھی) ہو۔ پھر مجھے اس کے ساتھ راضی کر دے۔" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ھٰذَا الْاَمْرَ کی جگہ اپنی حاجت کا نام لو۔[1]

اگر عربی زبان میں اپنی حاجت کا نام لے سکو تو بہتر ہے ورنہ یہ دعا انھی الفاظ سے پڑھ کر بعد میں اپنی بولی میں اپنی حاجت کا اظہار کیجیے۔

جب آپ یہ مسنون استخارہ کر کے کوئی کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ضرور اس میں بہتری کی صورت پیدا کرے گا اور برے انجام سے بچائے گا۔ استخارہ رات یا دن کی جس گھڑی میں بھی آپ چاہیں کر سکتے ہیں، سوائے اوقات مکروہہ کے۔

---

[1] صحيح البخاري، التهجد، باب ماجاء في التطوع مثنٰى مثنٰى، حديث: 1162 و6382.
بعض لوگ خود استخارہ کرنے کی بجائے دوسروں سے استخارہ کرواتے ہیں۔ یہ روش ایک وبا کی شکل اختیار کر گئی ہے جس نے جگہ جگہ دوسروں کے لیے استخارہ کرنے والے سپیشلسٹ پیدا کر دیے ہیں، حالانکہ اپنے لیے خود استخارہ کرنے کی بجائے کسی اور سے استخارہ کروانا خلاف سنت ہی نہیں بلکہ کاہن اور نجومی کی تصدیق کرنے کے مترادف ہے، خصوصاً جب استخارہ کروانے والا استخارہ کرواتا ہی اس نیت سے ہے کہ مجھے ان "بزرگوں" سے کوئی پکی خبر یا واضح مشاہدہ ملے گا جسے بعد میں وہ مِن وعَن سچا جان کر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرتا ہے، حالانکہ استخارے کے لیے نہ تو یہ لازمی ہے کہ یہ سونے سے پہلے کیا جائے اور نہ یہ لازمی ہے کہ خواب میں کوئی واضح اشارہ ہوگا۔ سیدھی سی بات ہے کہ کام کا ارادہ رکھنے والا شخص استخارہ کرے، نیک اور تجربہ کار لوگوں سے مشورہ کرے، اس کے بعد وہ جو کام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس میں بہتری پیدا کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ (ع، ر)

نماز تسبیح

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

«يَا عَبَّاسُ! يَا عَمَّاهُ! أَلَا أُعْطِيكَ؟ أَلَا أَمْنَحُكَ؟ أَلَا أَحْبُوكَ؟ أَلَا أَفْعَلُ بِكَ عَشْرَ خِصَالٍ، إِذَا أَنْتَ فَعَلْتَ ذٰلِكَ غَفَرَ اللهُ لَكَ ذَنْبَكَ أَوَّلَهُ وَآخِرَهُ، قَدِيمَهُ وَحَدِيثَهُ، خَطَأَهُ وَعَمْدَهُ، صَغِيرَهُ وَكَبِيرَهُ، سِرَّهُ وَعَلَانِيَتَهُ، عَشْرَ خِصَالٍ أَنْ تُصَلِّيَ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ تَقْرَأُ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ وَسُورَةً، فَإِذَا فَرَغْتَ مِنَ الْقِرَاءَةِ فِي أَوَّلِ رَكْعَةٍ وَّأَنْتَ قَائِمٌ قُلْتَ: سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَاللهُ أَكْبَرُ، خَمْسَ عَشْرَةَ مَرَّةً، ثُمَّ تَرْكَعُ فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ رَاكِعٌ عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ الرُّكُوعِ فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَهْوِي سَاجِدًا فَتَقُولُهَا وَأَنْتَ سَاجِدٌ عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ مِنَ السُّجُودِ فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَسْجُدُ فَتَقُولُهَا عَشْرًا، ثُمَّ تَرْفَعُ رَأْسَكَ فَتَقُولُهَا عَشْرًا، فَذٰلِكَ خَمْسٌ وَّسَبْعُونَ فِي كُلِّ رَكْعَةٍ، تَفْعَلُ ذٰلِكَ فِي أَرْبَعِ رَكَعَاتٍ، إِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تُصَلِّيَهَا فِي كُلِّ يَوْمٍ مَّرَّةً فَافْعَلْ، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ جُمُعَةٍ مَّرَّةً، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ شَهْرٍ مَّرَّةً فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِي كُلِّ سَنَةٍ مَّرَّةً، فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَفِي عُمُرِكَ مَرَّةً»

''اے چچا جان عباس ! کیا میں آپ کو کچھ عطا نہ کروں؟ کیا آپ کو کچھ عنایت نہ کروں؟ کیا میں آپ کو کوئی تحفہ پیش نہ کروں؟ کیا میں آپ کو (درج ذیل عمل کی وجہ سے) دس اچھی خصلتوں والا نہ بنادوں؟ کہ جب آپ یہ عمل کریں تو اللہ ذوالجلال آپ کے اگلے پچھلے، نئے پرانے، انجانے میں اور جان بوجھ کر کیے گئے، تمام چھوٹے بڑے، پوشیدہ اور ظاہر گناہ معاف فرما دے۔ وہ دس خصلتیں یہ ہیں: آپ چار رکعات نفل اس طرح ادا کریں کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھیں۔ جب آپ اس قراءت سے فارغ ہو جائیں تو قیام ہی کی حالت میں یہ کلمات پندرہ بار پڑھیں: سُبْحَانَ اللهِ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ ، وَاللهُ اَكْبَرُ پھر آپ رکوع میں جائیں (تسبیحات رکوع سے فارغ ہو کر) رکوع میں انھی کلمات کو دس بار دہرائیں۔ پھر آپ رکوع سے اٹھ جائیں اور (سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ وغیرہ سے فارغ ہو کر) دس بار یہی کلمات پڑھیں۔ پھر سجدے میں جائیں اور (سجدے کی تسبیحات اور دعائیں پڑھنے کے بعد) یہی کلمات دس بار پڑھیں۔ پھر سجدے سے سر اٹھائیں اور (اس جلسے میں جو دعائیں ہیں وہ پڑھ کر) دس بار یہی کلمات دہرائیں، پھر (دوسرے) سجدے میں چلے جائیں۔ (پہلے سجدے کی طرح) دس بار پھر یہی تسبیح ادا کریں۔ پھر سجدے سے سر اٹھائیں (اور جلسۂ استراحت میں کچھ اور پڑھے بغیر) دس بار اس تسبیح کو دہرائیں۔ یوں ایک رکعت میں کل پچھتر (75) تسبیحات ہو جائیں گی۔ اسی طرح چاروں رکعات میں یہ عمل دہرائیں۔ اگر آپ طاقت رکھتے ہوں تو نماز تسبیح روزانہ ایک بار پڑھیں، اگر آپ ایسا نہ کر سکتے ہوں تو ہر جمعے میں ایک بار پڑھیں۔[1] یہ بھی نہ کر سکتے

[1] اہل دنیا کو سات دنوں کی مدت معلوم ہے۔ مسلمانوں کے ہاں جمعہ سے، یہودیوں کے ہاں ہفتہ سے ››

ہوں تو ہر مہینے میں ایک بار پڑھیں۔
یہ بھی نہ کرسکیں تو سال میں ایک بار، اگر آپ سال میں بھی ایک بار ایسا نہ کرسکتے ہوں تو زندگی میں ایک بار ضرور پڑھیں۔‘‘[1]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (الخصال المكفرة اور أمالي الأذكار میں) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث کثرت طرق کی بنا پر حسن درجے کی ہے، شیخ البانی فرماتے ہیں کہ امام حاکم اور حافظ ذہبی نے اس حدیث کی تقویت کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ حق ہے کیونکہ اس کے بہت سے طرق ہیں۔ علامہ مبارکپوری نے (مرعاة، حديث: 1339) کی شرح میں اور شیخ احمد شاکر

»» اور عیسائیوں کے ہاں اتوار کے دن سے اس مدت کا آغاز ہوتا ہے۔ جس طرح ’’ہفتہ‘‘ ایک خاص دن کا نام ہے اور اس سات دنوں کی مدت کو بھی ہفتہ کہتے ہیں، اسی طرح ’’جمعہ‘‘ بھی ایک خاص دن کا نام ہے اور اس سات دنوں کی مدت کو بھی ’’جمعہ‘‘ کہتے ہیں۔ عربی میں اس مدت کو ’’اسبوع‘‘ بھی کہتے ہیں۔ اس تفصیل کو سامنے رکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ حدیث کا منشا یہ نہیں ہے کہ نماز تسبیح ہر جمعے کے دن پڑھو بلکہ مقصد یہ ہے کہ پورے سات دنوں کی مدت میں کسی وقت بھی پڑھ لو، چنانچہ صرف جمعے کا دن نماز تسبیح کے لیے خاص کرنا صحیح نہیں۔ (ع، ر)

[1] [حسن] سنن أبي داود، التطوع، باب صلاة التسبيح، حديث:1297، وسنده حسن، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ماجاء في صلاة التسبيح، حديث: 1386. امام ابن خزیمہ نے حدیث: 1216 میں، امام حاکم نے المستدرك:1/318 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ یاد رہے کہ اس حدیث شریف میں نماز تسبیح باجماعت ادا کرنے کا ذکر نہیں ہے، صرف انفرادی عمل کے طور پر نبیٔ اکرم ﷺ نے اپنے چچا جان کو اس کی ترغیب دی ہے، لہٰذا جو مسلمان نماز تسبیح ادا کرنا چاہے، اسے چاہیے کہ پہلے نماز تسبیح کا طریقہ سیکھے، پھر اسے تنہائی میں اکیلا پڑھے۔ اور یہ رویہ بھی انتہائی مہلک ہے کہ بندہ فرض نمازوں پر تو توجہ نہ دے مگر نماز تسبیح (باجماعت) ادا کرنے کے لیے ہمہ وقت بے تاب رہے، لہٰذا فرض نمازوں کے تارک کو پہلے سچی توبہ کرنی چاہیے اور فرض نمازوں کی مکمل حفاظت کرنی چاہیے، پھر وہ نماز تسبیح پڑھے تو اسے یقیناً فائدہ ہوگا۔ ان شاء اللہ العزیز۔ (ع، ر)

نے بھی اسے حسن کہا ہے۔ جبکہ خطیب بغدادی، امام نووی (نے تہذیب الأسماء و اللغات میں) اور ابن صلاح نے اسے صحیح کہا ہے۔

نوٹ: نمازتسبیح میں تسبیحات، تشہد میں التحیات سے پہلے پڑھیں۔ بخلاف دوسرے ارکان کے۔ نمازتسبیح کے بعد پڑھی جانے والی دعا کی سند سخت ضعیف ہے۔ اس کے راوی عبدالقدوس بن حبیب کو حافظ ہیثمی نے متروک اور عبداللہ بن مبارک نے کذاب کہا ہے۔

احکام الجنائز

بیمار پرسی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ، رَدُّ السَّلَامِ وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ»

"مسلمان کے مسلمان پر پانچ حقوق ہیں: ① (جب ملے تو اسے سلام کہے یا اس کے) سلام کا جواب دے۔ ② جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔ ③ جب مر جائے تو اس کا جنازہ پڑھے۔ ④ جب دعوت دے تو اسے قبول کرے۔ ⑤ اگر وہ چھینک پر [اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ] کہے، تو جواب میں [يَرْحَمُكَ اللّٰهُ] کہے۔"[1]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو مسلمان دوسرے مسلمان کی دن کے اول حصے میں (دوپہر سے پہلے) عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لیے شام تک رحمت و مغفرت کی دعا کرتے ہیں اور جو مسلمان دن کے آخری حصے میں (دوپہر کے بعد) عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لیے صبح تک رحمت اور مغفرت کی دعا کرتے ہیں، نیز اس کے لیے بہشت میں باغ ہے۔"[2]

① صحيح البخاري، الجنائز، باب الأمر باتباع الجنائز، حديث: 1240، وصحيح مسلم، السلام، باب من حق المسلم للمسلم ردالسلام، حديث: 2162. ② [حسن] سنن أبو داود، الجنائز، باب في فضل العيادة على وضوء، حديث: 3098، وهو حديث حسن، جامع ◄◄

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: ''مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی کی تیمارداری کے لیے جاتا ہے تو وہ واپس لوٹنے تک جنت کے میوے چنتا ہے۔''①

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے بیماری میں مبتلا کر دیتا ہے۔''②

آپ نے فرمایا: ''مسلمان کو جو بھی رنج، دکھ، فکر اور غم پہنچتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کانٹا (بھی) لگتا ہے تو وہ تکلیف اس کے گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے۔''③

مزید فرمایا: ''جب کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کے گناہ اس طرح مٹاتا ہے جس طرح (پت جھڑ میں) درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔''④

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بخار (ہو جائے تو اس) کو برا نہ کہو کیونکہ بخار آدمی کے گناہ اس طرح دور کرتا ہے جس طرح بھٹی لوہے سے میل کو دور کرتی ہے۔''⑤

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ مسافر اور مریض کو ان اعمال کے برابر اجر دیتا ہے جو وہ گھر میں اور تندرستی کی حالت میں کیا کرتا تھا۔''⑥

›› الترمذي، الجنائز، باب ماجاء في عيادة المريض، حديث:969 امام ترمذی نے اسے حسن جبکہ امام ابن حبان نے الموارد، حديث:710 [وسنده حسن] میں، حاکم نے 342,341/1 میں اور حافظ ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ ① صحيح مسلم، البر والصلة، باب فضل عيادة المريض، حديث: 2568. ② صحيح البخاري، المرضى، باب ماجاء في كفارة المرض، حديث: 5645. ③ صحيح البخاري، المرضى، باب ماجاء في كفارة المرض، حديث: 5640-5642، وصحيح مسلم، البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أوحزن......، حديث:2572. ④ صحيح البخاري، المرض، باب شدة المرض، حديث: 5647، و صحيح مسلم، البر و الصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أوحزن......، حديث: 2571. ⑤ صحيح مسلم، البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أوحزن......، حديث: 2575. ⑥ صحيح البخاري، الجهاد و السير، باب يكتب للمسافر مثل ماكان يعمل في الإقامة، ««

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب میں کسی بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں (آنکھوں) میں آزماتا ہوں (اور اسے بینائی سے محروم کرتا ہوں) پھر اگر وہ صبر کرے تو اس کے بدلے میں اسے جنت دوں گا۔''①

رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک کالی عورت آئی اور عرض کی کہ مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے اور میرا ستر کھل جاتا ہے، آپ میرے لیے اللہ سے دعا کریں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر تو صبر کرے گی تو تیرے لیے جنت ہے اور اگر چاہے تو دعا کیے دیتا ہوں کہ اللہ تجھے صحت سے نوازے۔'' وہ کہنے لگی کہ میں صبر کروں گی۔ پھر کہنے لگی کہ میرا ستر کھل جاتا ہے، اللہ سے دعا کریں کہ وہ نہ کھلے (تاکہ میں بے پردہ نہ ہوؤں۔) چنانچہ آپ ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔②

عیادت کی دعائیں

جب مریض کی عیادت کے لیے جائیں تو رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی مندرجہ ذیل دعائیں اس کے حق میں کریں:

پہلی دعا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی تیمارداری کے لیے جاتا ہے اور اس کے سر کے پاس بیٹھ کر سات مرتبہ یہ کلمات پڑھتا ہے تو وہ شفایاب ہو جاتا ہے الا یہ کہ اس کی موت کا وقت ہی آ چکا ہو۔''

أَسْأَلُ اللّٰهَ الْعَظِيمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ أَنْ يَّشْفِيَكَ

① صحيح البخاري، المرضى، باب فضل من ذهب بصره، حديث: 5653. ② صحيح البخاري، المرضى، باب فضل من يصرع من الريح، حديث: 5652، وصحيح مسلم، البر والصلة، باب ثواب المؤمن فيما يصيبه من مرض أو حزن......، حديث: 2576.

”میں ! بزرگ و برتر اللہ، عرش عظیم کے رب سے سوال کرتا ہوں کہ تجھے شفا سے نوازے۔“①

دوسری دعا: رسول اللہ ﷺ ایک اعرابی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور اس سے یہ کلمات کہے:

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ إِنْ شَآءَ اللهُ

”کوئی حرج نہیں (غم نہ کر) اگر اللہ نے چاہا تو (یہی بیماری تجھے گناہوں سے) پاک کرنے والی ہے۔“②

تیسری دعا: سیدہ امی عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ مریض (کے جسم) پر اپنا دایاں ہاتھ پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے تھے:

أَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَآءَ إِلَّا شِفَآؤُكَ شِفَآءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا

”اے انسانوں کے رب ! بیماری کو دور کر اور شفا دے۔ تو ہی شفا دینے والا ہے۔ تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں، ایسی شفا (دے) جو کسی بیماری کو نہیں چھوڑتی۔“③

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب کسی مسلمان کو تکلیف (مصیبت یا نقصان) پہنچے تو وہ یہ کہے:

① [صحیح] سنن أبي داود، الجنائز، باب الدعاء للمريض عندالعيادة، حديث: 3106، وهو حديث صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حديث:714 میں، امام حاکم نے المستدرك: 342/1-416/4 میں اور امام نووی نے المجموع: 110/5 میں اسے صحیح کہا ہے۔ ② صحيح البخاري، المرض، باب عيادة الأعراب، حديث: 5656. ③ صحيح البخاري، الطب، باب مسح الراقي الوجع بيده اليمنى، حديث:5750، وصحيح مسلم، السلام، باب استحباب رقية المريض، حديث: 2191.

إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ أْجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِّنْهَا

''ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ اے اللہ! مجھے میری مصیبت میں اجر اور نعم البدل عطا فرما۔'' تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اس سے اچھی چیز عنایت فرما دیتا ہے۔''[1]

چوتھی دعا: معوّذات کا دم: سیدہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو اپنے آپ پر معوّذات (قرآن کی آخری تین سورتوں) سے دم کرتے اور اپنے جسم پر اپنا ہاتھ پھیرتے۔ جب آپ کی تکلیف بڑھ گئی تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا معوّذات پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیماری کی حالت میں دم کرتی تھیں اور حصول برکت کے لیے آپ کے ہاتھوں میں پھونک کر ان کو آپ کے جسم مبارک پر پھیرتی تھیں۔[2]

پانچویں دعا: سیدنا عثمان بن ابو العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جسم کے درد کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: ''اپنا ہاتھ درد کی جگہ پر رکھو، پھر بِسْمِ اللّٰهِ کہو اور سات دفعہ یہ کلمات پڑھو:

أَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَ أُحَاذِرُ

''میں اللہ کے ساتھ اور اس کی قدرت کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اس چیز کی برائی سے جو میں پاتا (محسوس کرتا) ہوں اور جس سے ڈرتا ہوں۔''

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری تکلیف دور کر دی۔[3]

[1] صحيح مسلم، الجنائز، باب مايقال عند المصيبة؟ حديث: 918. [2] صحيح البخاري، فضائل القرآن، باب فضل المعوذات، حديث: 5016، وصحيح مسلم، السلام، باب رقية المريض بالمعوذات والنفث، حديث: 2192. [3] صحيح مسلم، السلام، باب استحباب ◄

چھٹی دعا: رسول اللہ ﷺ سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو ان الفاظ کے ساتھ دم کیا کرتے تھے:

أُعِيذُكُمَا بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ

''میں تم دونوں کو اللہ کے تمام کامل کلمات کے ساتھ (اس کی) پناہ میں دیتا ہوں ہر شیطان اور زہریلے جانور کی برائی سے اور ہر نظر بد سے۔''

پھر فرمایا: ''تمھارے باپ ابراہیم علیہ السلام (بھی) ان کلمات کے ساتھ اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام کے لیے (اللہ کی) پناہ طلب کیا کرتے تھے (اور انھیں دم کرتے تھے)۔''[1]

ساتویں دعا: جبریل امین علیہ السلام کا دم: سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرئیل علیہ السلام نے آ کر کہا: اے محمد! کیا آپ بیمار ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''ہاں'' تو جبرئیل علیہ السلام نے (یہ) پڑھا (اور آپ پر دم کیا):

بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُّؤْذِيكَ، مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ أَوْ عَيْنٍ حَاسِدٍ، اَللّٰهُ يَشْفِيكَ بِسْمِ اللّٰهِ أَرْقِيكَ

''اللہ تعالیٰ کا نام لے کر میں آپ پر دم کرتا ہوں ہر اس چیز سے جو آپ کو تکلیف دے، ہر نفس اور ہر حاسد کی آنکھ کے شر سے، اللہ تعالیٰ آپ کو شفا دے۔ میں اللہ کا نام لے کر آپ پر دم کرتا ہوں۔''[2]

»» وضع يده على موضع الألم مع الدعاء، حديث: 2202. [1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 10، حديث: 3371، وسنن أبي داود، السنة، باب في القرآن، حديث: 4737، وجامع الترمذي، الطب، باب كيف يعوذ الصبيان؟ حديث: 2060 واللفظ لهما.

[2] صحيح مسلم، السلام، باب الطب و المرض و الرقى، حديث: 2186. ان احادیث سے معلوم ہوا کہ (1) اپنے آپ پر خود دم کرنا (2) جو دم کروانے آئے اسے دم سکھانا کہ وہ خود ہی اپنے آپ پر دم ««

»» کرے (3) مریض کے مطالبے کے بغیر اسے دم کرنا (4) یا مریض کا کسی سے دم کروانا سب جائز ہے، لیکن افسوس کہ مسلمان صرف آخری جائز (دم کروانا) پر ہی عمل کرتے ہیں۔ اپنے آپ کو دم کرنے کی سنت تقریباً مفقود ہو چکی ہے کیونکہ اس میں ایک آدھ دعا یاد کرنی پڑتی ہے۔ یاد رکھیے! براہ راست اللہ تعالیٰ سے مانگنا انتہائی سعادت کی بات ہے، یہ عین عبادت ہے اور مریض کی دعا تو ویسے بھی بہت قبول ہوتی ہے، لہٰذا اسے چاہیے کہ نہ صرف خود دم کرے بلکہ استغفار کو معمول بنائے، اس سے تکلیف سے جلد نجات ملے گی اور درجات بڑھیں گے، نیز خوب دعائیں کرے اللہ قبول کرے گا۔ ان شاء اللہ۔ (ع، ر)

تجہیز و تکفین

عالم نزع میں تلقین

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''ان لوگوں کو جو مرنے کے قریب ہوں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تلقین کرو۔''①

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا آخری کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہوا، وہ جنت میں داخل ہوگا۔''②

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم بیمار یا میت کے پاس جاؤ تو بھلائی کی بات کہو کیونکہ اس وقت تم جو کچھ کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔''③

مرنے والے کے پاس سورۂ یٰسین پڑھنے والی روایت (سنن أبي داود، حديث: 3121) کو

① صحيح مسلم، الجنائز، باب تلقين الموتى: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، حديث: 917,916. یعنی ان کے قریب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھو تاکہ اسے سن کر وہ بھی پڑھیں۔ لیکن افسوس کہ آج کے جہلاء، زندہ اور قریب المرگ کو تو اس کی تلقین نہیں کرتے، البتہ موت کے بعد چارپائی کو کندھا دیتے وقت کہتے جاتے ہیں: ''کلمۂ شہادت'' حالانکہ خیر القرون کے مسلمانوں میں سے کسی نے بھی یہ کام نہیں کیا، پھر یہ آج ہمارے دین کا حصہ کیسے بن سکتا ہے؟ (ع،ر)

② [حسن] سنن أبي داود، الجنائز، باب في التلقين، حديث: 3116، وسنده حسن، امام حاکم نے المستدرك: 351/1، 500 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ کیونکہ اس نے آثار موت دیکھ کر نہیں بلکہ اللہ سے ڈر کر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھا لیکن چند ہی لمحوں بعد اللہ کی قضا آ گئی اور لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اس کی زندگی کا آخری کلام بن گیا۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین۔ (ع،ر)

③ صحيح مسلم، الجنائز، باب ما يقال عند المريض أو الميت، حديث: 919.

علامہ نووی نے ضعیف کہا ہے اور امام دار قطنی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس بارے میں نبی اکرم ﷺ سے کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے۔ ①

موت کی آرزو کرنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''موت کی آرزو نہ کرو۔ اگر تم نیک ہو تو شاید زیادہ نیکی کر سکو اور اگر بدکار ہو تو، توبہ کر کے اللہ کو راضی کر سکو۔'' ②

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''موت کی آمد سے پہلے اس کی آرزو کرو نہ موت کی دعا کرو کیونکہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کی (نیکی کرنے کی) امید ختم ہو جاتی ہے اور مومن کی لمبی عمر اسے نیکیوں ہی میں آگے بڑھاتی ہے۔'' ③

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے میرا کندھا پکڑ کر فرمایا: ''دنیا میں اس طرح رہ گویا کہ تو مسافر بلکہ راہی ہے۔'' اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے: جب شام ہو تو صبح کا انتظار نہ کر۔ جب صبح ہو تو شام کا انتظار نہ کر۔ تندرستی کو بیماری اور زندگی کو موت سے پہلے غنیمت جان۔ ④

خودکشی سخت گناہ ہے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے آپ کو گلا گھونٹ کر مارتا ہے، وہ جہنم میں اپنا گلا گھونٹتا رہے گا اور جو شخص نیزہ چبھو کر اپنی جان دیتا ہے، وہ جہنم میں اپنے آپ کو نیزہ مارتا رہے گا۔'' ⑤

① التلخيص الحبير: 2/104. ② صحيح البخاري، التمني، باب مايكره من التمني، حديث: 7235. ③ صحيح مسلم، الذكر والدعاء، باب كراهة تمني الموت لضر نزل به، حديث: 2682. ④ صحيح البخاري، الرقاق، باب قول النبي ﷺ: كن في الدنيا كأنك غريب......، حديث: 6416. ⑤ صحيح البخاري، الجنائز، باب ما جاء في قاتل النفس، حديث: 1365.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے (ایک ایسے ہی شخص کے متعلق) فرمایا: ''میرے بندے نے اپنی جان خود لی، اس لیے میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔''[1]

میت کو بوسہ دینا

جس کا کوئی قریبی دوست یا عزیز فوت ہو جائے تو اس کا میت کو فرط محبت سے بوسہ دینا جائز ہے کیونکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی وفات پر آپ کو بوسہ دیا تھا۔[2]

میت کا غسل

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو نہلا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: ''اسے تین، پانچ یا سات بار پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور آخری بار (پانی میں) کچھ کافور بھی ملا لو۔'' ایک روایت میں ہے: ''غسل دائیں طرف اعضائے وضو سے شروع کرو۔'' (سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ) ہم نے (غسل کے بعد) اس کے بالوں کی تین چوٹیاں گوندھیں اور انھیں پیچھے ڈال دیا۔[3]

① صحيح البخاري، الجنائز، باب ماجاء في قاتل النفس، حديث: 1364، وصحيح مسلم، الجنائز، باب ترك الصلاة على القاتل نفسه، حديث: 978، صحیح مسلم کی اس روایت میں ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، لہٰذا معزز اہل علم اس کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں تاکہ باقی لوگوں کو عبرت حاصل ہو۔ (ع، ر)

② صحيح البخاري، الجنائز، باب الدخول على الميت بعد الموت إذا أدرج في أكفانه، حديث: 1242,1241.

③ صحيح البخاري، الجنائز، باب يجعل الكافور في الأخيرة، حديث: 1259-1255، وصحيح مسلم، الجنائز، باب في غسل الميت، حديث: 939. اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو عورتیں ہی غسل دیں گی، یاد رہے کہ غسل میت کا طریقہ درج ذیل ہے اور غسل کے دوران میں اکرام میت کا بہت خیال رکھنا چاہیے، تفصیل یہ ہے:

میت کا کفن

رسول اللہ ﷺ کو سفید رنگ کے تین سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ان میں کرتہ تھا نہ عمامہ۔[1]

میت کا سوگ

سیدہ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا بھائی فوت ہو گیا۔ تین دن بعد انھوں نے خوشبو منگوائی اور

وفات کے فوراً بعد میت کا منہ اور آنکھیں بند کی جائیں، بازو، ٹانگیں اور ہاتھ پاؤں کی انگلیاں بھی سیدھی کر لی جائیں، نیز قمیص اور بنیان وغیرہ اتار کر چادر سے میت کا بدن ڈھانپ دیا جائے۔

پانی اور بیری کے پتے ابال لیے جائیں، پھر نیم گرم پانی ہی استعمال کیا جائے، نیز پانی کم از کم استعمال کیا جائے۔لکڑی کا ایک تختہ ایسی جگہ رکھا جائے جہاں پانی کا نکاس اور گندگی کو ٹھکانے لگانا آسان ہو، میت کو اس تختے پر لٹایا جائے۔ناف سے گھٹنوں تک کی جگہ کپڑے سے ڈھانپ دی جائے اور دوران غسل میت کی شرمگاہ پر نظر پڑے نہ کپڑے کے بغیر اسے ہاتھ لگے۔

اگر جسم زخمی ہو اور اس پر پٹیاں بندھی ہوئی ہوں تو احتیاط سے پٹیاں کھول کر روئی اور نیم گرم پانی سے آہستہ آہستہ زخم دھوئے جائیں۔ ہر کام کی ابتدا دائیں طرف سے کریں الا یہ کہ صرف بائیں جانب توجہ کی مستحق ہو۔

ناف کی طرف ہاتھ سے میت کا پیٹ دو یا تین دفعہ دبایا جائے (تاکہ اندر رکی ہوئی گندگی امکانی حد تک خارج ہو جائے) پھر بائیں ہاتھ پر کپڑے کا دستانہ وغیرہ (جو کفن کے ساتھ بنایا جاتا ہے) پہن کر پہلے مٹی کے تین ڈھیلوں، پھر پانی سے اس کا استنجا کریں۔اگر زیر ناف بالوں کی صفائی باقی ہو تو کر لی جائے۔

ناک، دانت، منہ کا خلال اور کانوں میں اچھی طرح گیلی روئی پھیر کر ان کی الگ سے صفائی کر لی جائے تاکہ بعد میں وضو کے دوران تین دفعہ سے زیادہ نہ دھونا پڑے۔

بسم اللہ پڑھ کر میت کو مسنون وضو کرایا جائے (سر کا مسح اور پاؤں رہنے دیں۔)

تین دفعہ اچھی طرح سر دھوئیں۔

حسب ضرورت صابن استعمال کرتے ہوئے پورا جسم تین، پانچ یا سات مرتبہ اچھی طرح دھوئیں۔آخری دفعہ نہلاتے وقت پانی میں کچھ کافور ملا لیں۔سب سے آخر میں پاؤں دھوئیں۔(ع،ر)

[1] صحيح البخاري، الجنائز، باب الثياب البيض للكفن، حديث: 1264.

اسے ملا، پھر کہا: مجھے خوشبو کی ضرورت نہیں تھی مگر میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: ''جو عورت اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو، اس کے لیے حلال نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی میت پر سوگ کرے، سوائے شوہر کے جس کا سوگ چار ماہ دس دن ہے۔''①

سیدہ ام عطیہ رضی اللہ عنہا کا لڑکا فوت ہو گیا۔ تیسرے دن انھوں نے زردی منگوا کر بدن پر ملی اور کہا: ہمارے لیے شوہر کے علاوہ کسی اور (کی وفات) پر تین دن سے زیادہ سوگ کرنا ممنوع ہے۔②

میت پر رونا

اگر میت کو دیکھ کر رونا آئے اور آنسو جاری ہوں تو منع نہیں، اس لیے کہ یہ بے اختیار رونا ہے جو جائز ہے۔ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آنکھ کے رونے اور دل کے پریشان ہونے کی وجہ سے عذاب نہیں کرتا بلکہ زبان (کے چلّانے اور واویلا کرنے) کی وجہ سے عذاب کرتا ہے۔''③

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ''(اللہ کے ہاں) وہ صبر معتبر ہے جو صدمے کے شروع میں ہو۔''④ یعنی واویلا اور بین کرنے کے بعد صبر کرنا، صبر نہیں ہے۔ اصل صبر یہ ہے کہ مصیبت کے شروع ہی میں تسلیم و رضا کا مظاہرہ کیا جائے اور اظہار غم کے فطری طریقے کے علاوہ اور کچھ نہ کیا جائے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''وہ ہم میں سے

① صحيح البخاري، الجنائز، باب إحداد المرأة على غير زوجها، حديث: 1282. ② صحيح البخاري، الجنائز، باب إحداد المرأة على غير زوجها، حديث:1279. ③ صحيح البخاري، الجنائز، باب البكاء عند المريض، حديث: 1304، و صحيح مسلم، الجنائز، باب البكاء على الميت، حديث: 924. یعنی نوحہ، ماتم اور بین کرنا ممنوع اور باعث عذاب ہے۔ ④ صحيح البخاري، الجنائز، باب الصبر عند الصدمة الأولى، حديث: 1302، وصحيح مسلم، الجنائز، باب في الصبر على المصيبة عند الصدمة الأولى، حديث: 926.

نہیں ہے جو رخسار پیٹے، گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی پکار پکارے (نوحہ اور واویلا کرے)۔“[1]

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: ”میں بیزار ہوں اس سے جو (موت کی مصیبت میں) سر کے بال نوچے، چلّا کر روئے اور اپنے کپڑے پھاڑے۔“[2]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے (اس) مومن بندے کے لیے بہشت کے سوا کوئی بدلہ نہیں جس کے پیارے کو میں اہل دنیا سے قبض کرتا ہوں اور وہ (اس کی موت پر) صبر کرتے ہوئے ثواب کی امید رکھتا ہے۔“[3]

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جاہلیت کے چار کام ایسے ہیں جنھیں میری امت کے لوگ نہیں چھوڑیں گے: ① اپنے حسب میں فخر کرنا۔ ② (کسی کے) نسب میں طعن کرنا۔ ③ ستاروں کے ذریعے پانی طلب کرنا ④ نوحہ کرنا۔“ اور یہ بھی فرمایا: ”اگر نوحہ کرنے والی عورت مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اس پر گندھک کی قمیص اور خارش کا کرتا ہوگا۔“[4]

رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ابراہیم جب حالت نزع میں تھے تو آپ نے انھیں اٹھایا اور فرمایا: ”آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور دل غمگین ہے مگر اس کے باوجود ہم کچھ نہیں کہیں گے، سوائے اس (بات) کے جس سے ہمارا رب راضی ہو اور اے ابراہیم! ہم تیری جدائی کے

① صحيح البخاري، الجنائز، باب ليس منا من شق الجيوب، حديث:1294، وصحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم ضرب الخدود وشق الجيوب......، حديث: 103. ② صحيح البخاري، الجنائز، باب ماينهٰى من الحلق عند المصيبة، حديث: 1296، وصحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم ضرب الخدود وشق الجيوب، حديث: 104. ③ صحيح البخاري، الرقاق، باب العمل الذي يبتغي به وجه اللّٰه......، حديث:6424.

④ صحيح مسلم، الجنائز، باب في التشديد في النياحة، حديث:934، اہل جاہلیت کا عقیدہ تھا کہ ستاروں کی نقل وحرکت اور طلوع وغروب کا بارش اور دیگر زمینی واقعات وحوادث کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ آج کل علم نجوم بھی انھی شرکیہ خرافات سے عبارت ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ آمین۔ (ع،ر)

سبب غمگین ہیں۔"[1]

رسول اللہ ﷺ کا نواسہ فوت ہوا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: "یہ وہ رحمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کی ہے اور اللہ اپنے بندوں میں سے رحمت کرنے والوں ہی پر رحمت کرتا ہے۔"[2]

نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: "جس عورت کے تین بچے مر جائیں تو وہ (اس کے لیے) جہنم کی آگ سے آڑ بنیں گے۔" ایک عورت نے پوچھا کہ اگر دو بچے مر جائیں تو؟ آپ نے فرمایا: "دو بچے بھی۔" سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس سے مراد وہ بچے (ہیں) جو ابھی بالغ نہ ہوئے ہوں۔"[3]

ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ان بچپنے میں فوت ہونے والے بچوں پر (اپنی) رحمت اور فضل کے سبب ان کے مسلمان والدین کو جنت میں داخل کرے گا۔"[4]

---

① صحيح البخاري، الجنائز، باب قول النبي ﷺ : إنا بك لمحزونون، حديث:1303، وصحيح مسلم، الفضائل، باب رحمته ﷺ الصبيان والعيال......، حديث:2315. معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ محبوب کی محبت میں آ کر اپنے فیصلے نہیں بدلتا بلکہ جو چاہتا ہے، سو کرتا ہے، وہ کسی کی طاقت سے مرعوب ہوتا ہے نہ کسی کی محبت سے مغلوب۔ (ع،ر)

② صحيح البخاري، الجنائز، باب قول النبي ﷺ: يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه......، حديث: 1284، وصحيح مسلم، الجنائز، باب البكاء على الميت، حديث 923.

③ صحيح البخاري، الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب، حديث: 1250,1249، وصحيح مسلم، البر والصلة، باب فضل من يموت له ولد فيحتسبه، حديث: 2634,2633. ④ صحيح البخاري، الجنائز، باب فضل من مات له ولد فاحتسب، حديث: 1248.

تعزیت[1] کے مسنون الفاظ

آپ نے اپنے نواسے کے متعلق جو حالت نزع میں تھے، اپنی بیٹی کو یہ کلماتِ تعزیت بھیجے:

> إِنَّ لِلّٰهِ مَآ اَخَذَ وَلَهٗ مَآ اَعْطٰى، وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى

''یقیناً اللہ کا (مال) ہے جو اس نے لے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دے رکھا ہے، اس کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے۔'' (پھر آپ نے پیغام لے جانے والے سے کہا کہ) ''اسے حکم دینا کہ صبر کرکے اس کے اجر و ثواب کی امید رکھے۔''[2]

معلوم ہوا کہ اس دعا کے بعد لواحقین کو صبر کرنے اور ثواب کی امید رکھنے کی تلقین بھی کرنی چاہیے۔

---

① تعزیت کا مطلب وعدۂ اجر کی بنا پر صبر کی تلقین و ترغیب دینا اور میت و مصیبت زدہ کو دعا دینا ہے۔

② صحيح البخاري، التوحيد، باب قول الله تبارك و تعالىٰ: ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ﴾، حديث:7377، وصحيح مسلم، الجنائز، باب البكاء على الميت، حديث: 923.

نماز جنازہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«مَا مِنْ رَّجُلٍ مُّسْلِمٍ يَّمُوتُ فَيَقُومُ عَلٰى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا لَّا يُشْرِكُونَ بِاللّٰهِ شَيْئًا إِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيهِ»

''جس مسلمان کے جنازے میں ایسے چالیس آدمی شامل ہوں جو اللہ کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتے ہوں تو اللہ تعالیٰ اس (میت کے حق) میں ان کی سفارش قبول کرتا ہے۔'' ①

نماز جنازہ پڑھنے کے لیے میت کی چارپائی اس طرح رکھیں کہ میت کا سر شمال کی سمت (قبلے کی دائیں جانب) اور پاؤں جنوب کی جانب ہوں، پھر باوضو ہو کر صفیں باندھیں۔ میت اگر مرد ہے تو امام (اس کے) سر کے سامنے کھڑا ہو اور اگر عورت ہے تو اس کے درمیان کھڑا ہو۔ ②

پھر دل میں نیت کر کے دونوں ہاتھ کندھوں یا کانوں تک اٹھائیں اور پہلی تکبیر کہہ کر سورۂ فاتحہ پڑھیں۔

① صحيح مسلم، الجنائز، باب من صلّى عليه أربعون شفعوا فيه، حديث: 948. ② [حسن] جامع الترمذي، الجنائز، باب ما جاء أين يقوم الإمام من الرجل والمرأة؟ حديث: 1034، وسنن أبي داود، الجنائز، باب أين يقوم الإمام من الميت إذا صلى عليه؟ حديث: 3194، وسنده حسن، امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ نیز دیکھیے صحيح البخاري، حديث: 1332، وصحيح مسلم، حديث: 964.

جنازے میں سورۂ فاتحہ

سیدنا ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نماز جنازہ میں سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے تکبیر کہی جائے، پھر فاتحہ پڑھی جائے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور میت کے لیے دعا کی جائے اس کے بعد سلام (پھیرا جائے۔) ①

طلحہ بن عبداللہ بن عوف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپ نے سورۂ فاتحہ پڑھی اور فرمایا: (میں نے یہ اس لیے کیا ہے) تاکہ تم جان لو کہ یہ سنت ہے۔ ②

طلحہ بن عبداللہ رحمہ اللہ کی ایک روایت میں فاتحہ کے بعد کوئی دوسری سورت پڑھنے کا بھی ذکر ہے۔ ③

معلوم ہوا کہ تکبیر اولیٰ کے بعد سورۂ فاتحہ کا پڑھنا سنت ہے۔ سورۂ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھ کر امام کو دوسری تکبیر کہنی چاہیے اور پھر نماز والا درود شریف پڑھیں۔ اس کے بعد تیسری تکبیر کہہ کر ان دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھیں:

پہلی دعا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَآئِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَأُنْثَانَا، اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى الْإِسْلَامِ وَمَنْ

① [صحيح] المصنف لعبدالرزاق، الجنائز، باب القراءة والدعاء في الصلاة على الميت: 490,489/3، حديث: 6428. حافظ ابن حجر نے التلخيص الحبير: 122/2 میں اسے صحیح کہا ہے۔ المنتقى لابن الجارود، حديث: 540، وسنده صحيح. ② صحيح البخاري، الجنائز، باب قراءة فاتحة الكتاب على الجنازة، حديث: 1335. اس سے جہری قراءت بھی ثابت ہوئی، تعجب ہے جو لوگ اٹھتے بیٹھتے "فاتحہ" کا نام لیتے ہیں، وہ نماز جنازہ میں اسے پڑھتے ہی نہیں۔ (ع، ر)
③ [صحيح] سنن النسائي، الجنائز، باب الدعاء، حديث: 1989، وسنده صحيح.

تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى الْإِيمَانِ، اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ

''اے اللہ! ہمارے زندہ اور مردے کو، چھوٹے اور بڑے کو، مرد اور عورت کو، حاضر اور غائب کو بخش دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جسے تو زندہ رکھے، اسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جسے تو فوت کرے، اسے ایمان پر فوت کر۔ اے اللہ! ہمیں اس (میت) کے اجر سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد ہمیں کسی گمراہی (آزمائش) میں نہ ڈال۔''①

دوسری دعا

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ وَاعْفُ عَنْهُ وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهِ وَأَهْلًا خَيْرًا مِّنْ أَهْلِهِ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهِ وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَأَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ

''الٰہی! اسے معاف فرما، اس پر رحم فرما، اسے عافیت میں رکھ، اس سے درگزر فرما، اس کی بہترین مہمانی فرما، اس کی قبر فراخ فرما، اس کے (گناہ) پانی، برف اور اولوں سے دھو ڈال، اسے گناہوں سے اس طرح صاف کر دے جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل سے صاف کیا ہے۔ اسے اس کے (دنیا والے) گھر سے بہتر گھر،

① [حسن] سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في الدعاء في الصلاة على الجنازة، حديث: 1498، وسنن أبي داود، الجنائز، باب الدعاء للميت، حديث: 3201، وسنده حسن، امام ابن حبان نے الموارد، حدیث: 757 میں اسے صحیح کہا ہے۔ یحییٰ بن ابی کثیر نے سماع کی تصریح کر دی ہے۔ والحمدللہ

(دنیا کے) لوگوں سے بہتر گھر والے اور اس کی بیوی سے بہتر جوڑا عطا فرما، اسے بہشت میں داخل فرما اور (فتنۂ قبر،) عذاب قبر اور عذاب جہنم سے بچا۔"①

تیسری دعا

اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِیْ ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جَوَارِكَ فَقِهِ مِنْ فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَ عَذَابِ النَّارِ وَاَنْتَ اَهْلُ الْوَفَآءِ وَالْحَقِّ، فَاغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ، اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

"الٰہی! یہ فلاں بن فلاں تیرے ذمے اور تیری رحمت کے سائے میں ہے۔ اسے فتنۂ قبر اور آگ کے عذاب سے بچا، تو (اپنے وعدے) وفا کرنے والا اور حق والا ہے۔ الٰہی! اسے معاف کر دے اور اس پر رحم فرما، بلاشبہ تو بخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔"②

جنازے کے مسائل

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو مومن ثواب کی نیت سے کسی مسلمان کے جنازہ کے ساتھ جاتا ہے اور جنازہ ہونے اور تدفین سے فارغ ہونے تک ساتھ رہتا ہے تو اس کے لیے دو قیراط ثواب ہے۔ ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے اور جو (صرف) جنازہ پڑھ کر واپس آ جاتا ہے تو اس کے لیے ایک قیراط ہے۔"③

● رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میت کو جلد دفن کرو۔ اگر وہ نیک ہے تو جس طرف تم اسے

① صحيح مسلم، الجنائز، باب الدعاء للميت في الصلاة، حديث: 963. ② [صحيح] سنن ابن ماجه، الجنائز، باب ماجاء في الدعاء في الصلاة على الجنازة، حديث: 1499، وسنن أبي داود، الجنائز، باب الدعاء للميت، حديث: 3202، وهو حديث صحيح، امام ابن حبان نے الموارد، حديث: 758 میں اسے صحیح کہا ہے۔ الأوسط لابن المنذر: 441/5، حديث: 3173. ③ صحيح البخاري، الإيمان، باب اتباع الجنائز من الإيمان، حديث: 47و1325، و صحيح مسلم، الجنائز، باب فضل الصلاة على الجنازة واتباعها، حديث: 945.

بھیج رہے ہو، وہ اس کے لیے فائدہ مند ہے اور اگر وہ برا ہے تو وہ بوجھ ہے جسے تم اپنی گردنوں سے اتار دو گے۔"①

- سنت یہ ہے کہ نماز جنازہ میں سورۂ فاتحہ اور دعائیں آہستہ پڑھی جائیں۔②
- سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جنازے میں (تعلیماً) فاتحہ بلند آواز سے پڑھی۔③ لہٰذا جنازے میں امام تعلیماً اونچی آواز سے قراءت کر سکتا ہے۔
- نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: "جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص جنازے کے ساتھ جائے اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک جنازہ نہ رکھا جائے۔"④

① صحيح البخاري، الجنائز، باب السرعة بالجنازة، حديث: 1315، وصحيح مسلم، الجنائز، باب الإسراع بالجنازة، حديث: 944. ② [صحيح] سنن النسائي، الجنائز، باب الدعاء، حديث : 1991، وهو حديث صحيح، حافظ ابن حجر نے فتح الباري:3/204 میں اسے صحیح کہا ہے۔ المنتقٰى لابن الجارود: 540، وسنده صحيح.

③ [صحيح] سنن النسائي، الجنائز، باب الدعاء، حديث: 1990، وسنده صحيح، امام حاکم نے المستدرك:1/358،386 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے، نیز اس کی اصل صحیح بخاری میں ہے، دیکھیے حدیث:1335. تعلیم کے علاوہ مطلقاً جائز ہونے کی بنا پر بھی بلند آواز سے جنازہ پڑھایا جا سکتا ہے، چنانچہ سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبیٔ اکرم ﷺ نے نماز جنازہ میں ایک دعا پڑھی جو میں نے یاد کر لی اور میں نے تمنا کی کاش کہ یہ میرا جنازہ ہوتا۔ دیکھیے صحيح مسلم، الجنائز، باب الدعاء للميت في الصلاة، حديث: 963.(ع،ر)

④ صحيح البخاري، الجنائز، باب من تبع جنازة فلا يقعد حتى توضع......، حديث: 1310. بعض علماء کے نزدیک یہ حکم استحباب کے طور پر ہے جبکہ بعض دوسرے اسے منسوخ قرار دیتے ہیں، اس کی دلیل سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: [كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَمَرَنَا بِالْقِيَامِ فِي الْجَنَازَةِ، ثُمَّ جَلَسَ بَعْدَ ذٰلِكَ، وَأَمَرَنَا بِالْجُلُوسِ] "رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جنازے کے بارے میں کھڑے ہونے کا حکم دیا تھا، پھر اس کے بعد آپ بیٹھے رہتے اور ہمیں بھی بیٹھنے کا حکم دیا۔" (ع۔و) (مسند أحمد: 1/83، حديث: 627، وشرح معاني الآثار للطحاوي: 1/282، دیکھیے أحكام الجنائز للألباني، ص: 100)

- نبی اکرم ﷺ نے شہداء کو خون سمیت دفنانے کا حکم دیا، ان پر نماز جنازہ پڑھی نہ انھیں غسل دیا۔ ①
- سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کی چار تکبیریں روایت کیں۔ ②
- سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نماز جنازہ پر چار تکبیرات کہتے۔ ایک جنازے پر انھوں نے پانچ تکبیرات کہیں اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس طرح بھی کرتے تھے۔ ③
- رسول اللہ ﷺ نے سہیل اور ان کے بھائی رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ مسجد میں پڑھائی۔ ④
- سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ صہیب رضی اللہ عنہ نے مسجد میں پڑھائی۔ ⑤
- رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''چار مسلمان جس مسلمان کی تعریف کریں اور اچھی شہادت دیں، اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا۔'' ہم نے عرض کیا: اور تین؟ آپ نے فرمایا: ''تین بھی۔'' ہم نے عرض کیا: اور دو؟ آپ نے فرمایا: ''دو بھی۔'' پھر ایک کے متعلق ہم نے سوال نہ کیا۔ ⑥

غائبانہ نماز جنازہ

غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا مشروع ہے اور اس کی دلیل وہ حدیث جو صحیح بخاری (حدیث: 1248,1318,1320,1327,1328,1333 وغیرہ) اور صحیح مسلم (حدیث: 951) میں نجاشی شاہ حبشہ کے حوالے سے آئی ہے۔ ⑦

① صحيح البخاري، الجنائز، باب الصلاة على الشهيد، حديث: 1343و1347. ② صحيح البخاري، الجنائز، باب التكبير على الجنازة أربعًا، حديث: 1333، وصحيح مسلم، الجنائز، باب في التكبير على الجنازة، حديث: 951. ③ صحيح مسلم، الجنائز، باب الصلاة على القبر، حديث: 957. ④ صحيح مسلم، الجنائز، باب الصلاة على الجنازة في المسجد، حديث: 973. ⑤ السنن الكبرٰى للبيهقي، 52/4، وسنده صحيح، الجنائز، باب الصلاة على الجنازة في المسجد. ⑥ صحيح البخاري، الجنائز، باب ثناء الناس على الميت، حديث: 1368و2643.

⑦ غائبانہ نماز جنازہ کے متعلق علمائے متقدمین میں اختلاف ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ »

قبر پر نماز جنازہ

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سیاہ رنگ کی ایک خاتون مسجد (نبوی) میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ وہ نظر نہ آئی تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں پوچھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا

»» اور دیگر جمہور سلف صالحین اسے جائز کہتے ہیں۔ جبکہ احناف اور مالکی حضرات اسے ناجائز خیال کرتے ہیں۔ جواز کا قول راجح ہے۔ جس کی دلیل مندرجہ ذیل فرمان نبوی ہے: ''آج حبشہ سے تعلق رکھنے والا ایک نیک سیرت انسان (شاہ حبش) فوت ہوگیا ہے، آؤ ہم اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔'' راوی کہتے ہیں کہ ہم نے صفیں درست کیں اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، (نماز جنازہ کے وقت) ہم نے صف بندی کر رکھی تھی۔ صحيح البخاري، الجنائز، باب الصفوف على الجنازة، حديث: 1320.
صحیح بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے: ''رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر عیدگاہ تشریف لے گئے۔ اور وہاں چار تکبیروں کے ساتھ اس کی نماز جنازہ ادا کی۔'' الجنائز، باب التكبير على الجنازة أربعا، حديث: 1333.
بعض لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ کا اہتمام اس لیے کیا تھا کہ وہ مسلمانوں کی سرزمین کے علاوہ (بِغَيْرِ أَرْضِكُمْ) غیر ملک میں فوت ہوا تھا اور اس کا جنازہ نہیں پڑھا گیا تھا۔ یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ ایک ملک کا سربراہ مسلمان ہو اور اس کے اسلام کا چرچا بھی ہو چکا ہو لیکن وہاں اس کا ہمنوا نہ ہو حتیٰ کہ اعیان سلطنت، اہل خانہ اور دوست احباب بھی اس نعمت سے محروم رہے ہوں اور اس کی نماز جنازہ نہ پڑھی گئی ہو۔ الفتح الرباني: 223/7
البتہ غائبانہ نماز جنازہ کے لیے دیگر ذرائع ابلاغ کو استعمال نہ کیا جائے جیسا کہ ہمارے ہاں آج کل رواج کے طور پر کیا جاتا ہے۔ وہاں خطابات کا بھی قطعاً اہتمام نہ ہو، ایسا کرنا رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت نہیں۔ [والله أعلم بالصواب] (حافظ عبدالستار الحماد حفظہ اللہ۔)
چونکہ نجاشی بلاد کفر میں فوت ہوا تھا جیسا کہ مسند أحمد: 7/4 و 64 وغیرہ حدیث میں [بِغَيْرِ أَرْضِكُمْ] کے الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔ [بِغَيْرِ أَرْضِكُمْ] کا مطلب یہ ہے کہ وہ سرزمین مدینہ میں فوت نہیں ہوا اگر یہاں فوت ہوتا تو تم ضرور اس کا جنازہ پڑھتے، لہٰذا اس کی نماز جنازہ ادا کرنے کا اہتمام کرو۔ (عون المعبود: 198/2)، لہٰذا جو مسلمان بلاد کفر میں فوت ہو جائے، اس کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا بلاشبہ مشروع ہے اور جو مسلمان میت مذکورہ کیفیت کا حامل نہ ہو تو اس کا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا بھی مذکورہ ««

کہ وہ فوت ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا: ''تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی؟ مجھے اس کی قبر بتاؤ۔'' صحابہ نے آپ کو اس کی قبر بتائی۔ پھر آپ نے قبر پر نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا: ''یہ قبریں تاریکی اور ظلمت سے بھری ہوتی ہیں۔ میری نماز کے سبب اللہ تعالیٰ ان کو روشن کر دیتا ہے۔''①

»» دلیل کے عموم کی وجہ سے اور نجاشی کے ساتھ تخصیص کی صریح دلیل نہ ہونے کی بنا پر جائز ہے لیکن چونکہ نبی اکرم ﷺ، خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم و دیگر سلف کا عام معمول یہ نہیں تھا، لہٰذا نبی اکرم ﷺ اور خلفاء راشدین کے عام معمول کو اپنانا ہی افضل و بہتر ہے۔ بالخصوص جب کہ غائبانہ نماز جنازہ کو حصول شہرت اور دیگر نام نہاد سیاسی و مالی مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہو۔ تفصیل کے لیے دیکھیے أحكام الجنائز للألباني، ص: 115 اور فتاویٰ الدين الخالص: 172/7. (ع۔و)

① صحيح البخاري، الجنائز، باب الصلاة على القبر بعد مايدفن، حديث:1337، وصحيح مسلم، الجنائز، باب الصلاة على القبر، حديث: 956. اس سے معلوم ہوا کہ مسجد کی صفائی کرنے کی بڑی فضیلت ہے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ عالم الغیب نہیں تھے۔ (ع،ر)

تدفین وزیارت

● سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

«ثَلَاثُ سَاعَاتٍ كَانَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَنْهَانَا أَنْ نُّصَلِّيَ فِيهِنَّ أَوْ أَنْ نَّقْبُرَ فِيهِنَّ مَوْتَانَا حِينَ تَطْلُعُ الشَّمْسُ بَازِغَةً حَتّٰى تَرْتَفِعَ ، وَحِينَ يَقُومُ قَائِمُ الظَّهِيرَةِ حَتّٰى تَمِيلَ الشَّمْسُ وَحِينَ تَضَيَّفُ الشَّمْسُ لِلْغُرُوبِ حَتّٰى تَغْرُبَ»

رسول اللہ ﷺ نے تین اوقات میں نماز پڑھنے اور مُردوں کو دفن کرنے سے منع فرمایا:
① طلوع آفتاب کے وقت حتیٰ کہ بلند ہو جائے۔ ② جب سورج دوپہر کے وقت عین سر پر ہو حتیٰ کہ ڈھل جائے۔ ③ غروب آفتاب کے وقت حتیٰ کہ غروب ہو جائے۔[1]

● سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نماز فجر اور نماز عصر کے بعد نماز جنازہ ادا کی جاسکتی ہے۔[2]

● قبر گہری کھودیں، اسے ہموار اور صاف رکھیں۔[3]

● میت کو قبر کے پاؤں کی طرف سے قبر میں داخل کریں۔[4]

① صحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهي عن الصلاة فيها، حديث: 831. ② الموطأ للإمام مالك، الجنائز، باب الصلاة على الجنائز بعد الصبح إلى الأسفار......، حديث : 548. اس کی سند صحیح بلکہ اصح الاسانید ہے۔ ③ [صحيح] سنن أبي داود، الجنائز، باب في تعميق القبر، حديث: 3215، وسنده صحيح، جامع الترمذي، الجهاد، باب ماجاء في دفن الشهداء، حديث: 1713. امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ ④ [صحيح] سنن أبي داود، ◄◄

● میت کو قبر میں رکھتے ہوئے یہ دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

''اللہ کے نام سے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقے پر (اسے دفن کرتے ہیں)۔''[1]

● سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ میرے لیے لحد بنانا اور اس پر کچی اینٹیں لگانا جیسے رسول اللہ ﷺ کے لیے کیا گیا تھا۔[2]

● آپ ﷺ کی قبر اونٹ کی کوہان جیسی تھی۔[3]

● پھر قبر پر مٹی ڈال کر سب لوگ میت کے لیے بخشش اور ثابت قدمی کی دعا مانگیں۔[4]

جنازے کے بعد قبرستان سے نکل کر اجتماعی طور پر اور ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، لہٰذا یہ بدعت ہے۔[5]

»» الجنائز، باب كيف يدخل الميت قبره؟ حديث: 3211، وسنده صحيح، امام بیہقی نے: 54/4 میں اسے صحیح کہا ہے۔

① [صحيح] سنن أبي داود، الجنائز، باب في الدعاء للميت إذا وضع في قبره، حديث: 3213، وهو حديث صحيح، امام حاکم نے المستدرك: 366/1 میں اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔(شاهده عند الحاكم: 366/1 وسنده صحيح) افسوس کہ یہ سنت بھی بعض علاقوں میں مٹی چلی جارہی ہے کیونکہ لوگوں نے اس کا متبادل ڈھونڈ رکھا ہے، یعنی وہی نعرہ ''کلمۂ شہادت'' «أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ» جس کا اس موقع پر پڑھنا ثابت نہیں ہے۔(ع،ر) ② صحيح مسلم، الجنائز، باب في اللحد ونصب اللبن على الميت، حديث: 966. ③ صحيح البخاري، الجنائز، باب ما جاء في قبر النبي ﷺ وأبي بكر وعمر رضی اللہ عنہما، حديث: 1390. ④ [حسن] سنن أبي داود، الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للميت......، حديث: 3221، وسنده حسن، امام حاکم نے المستدرك: 370/1 میں اور حافظ ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔

⑤ نماز جنازہ کے فوراً بعد میت کی چارپائی کے پاس جمع ہو کر اور اسی طرح تدفین کے بعد چالیس قدموں کے فاصلے پر پہنچ کر میت کے لیے دعائے مغفرت کا خصوصی اہتمام والتزام کرنا سراسر بدعت ہے۔(ع۔ر)

قبروں کو پختہ بنانے کی ممانعت

قبروں کو اونچا کرنا، پختہ بنانا، ان پر گنبد اور قبے بنانا حرام ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پختہ قبریں اور ان پر عمارت (گنبد وغیرہ) بنانے سے منع کیا، نیز آپ نے قبروں پر بیٹھنے اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے (بھی) منع فرمایا ہے۔ (چاہے کوئی شخص مجاور بن کر بیٹھے یا چلہ کشی کے لیے، سب ناجائز ہے۔) ①

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر (کتبہ لگانے) لکھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ ②

سیدنا علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ میں ہر تصویر مٹا دوں اور ہر اونچی قبر برابر کر دوں۔ ③

امہات المومنین سیدہ ام حبیبہ اور سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ سے (ملک حبشہ کے) ایک گرجے کا ذکر کیا کہ اس میں تصویریں لگی تھیں۔ آپ نے فرمایا: ''جب ان لوگوں کا کوئی نیک شخص مر جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بناتے اور وہاں تصویریں بناتے۔ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے سامنے بدترین مخلوق ہوں گے۔'' ④

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری بیماری (مرض الموت) میں فرمایا: ''اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے جنھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو (عملاً) مسجدیں بنا لیا۔'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اگر اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو مسجد بنا لیں گے تو آپ کی قبر

① صحيح مسلم، الجنائز، باب النهي عن تجصيص القبر والبناء عليه، حديث: 970، وباب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه، حديث: 972. ② [صحيح] سنن أبي داود، الجنائز، باب في البناء على القبر، حديث: 3226، وهو حديث صحيح، حاکم نے المستدرك: 380/1 میں اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ وأصله عند مسلم (: 970) ③ صحيح مسلم، الجنائز، باب الأمر بتسوية القبر، حديث: 969. ④ صحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن بناء المسجد على القبور......، حديث: 528.

کھلی جگہ میں ہوتی۔ ①

قبروں کی زیارت

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تمھیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا۔ اب تم ان کی زیارت کیا کرو۔'' ②

ایک روایت میں آپ ﷺ نے قبروں کی زیارت کا مقصد و فائدہ بیان فرمایا ہے کہ یہ موت یاد دلاتی ہے۔ ③

شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبیٔ اکرم ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی مگر اس کے بعد آپ نے اجازت دے دی تو اس میں مرد، عورت دونوں شامل ہیں۔ آپ ﷺ ایک ایسی عورت پر سے گزرے جو قبر پر بیٹھی رو رہی تھی، آپ نے اسے اللہ سے ڈرنے اور صبر کرنے کا حکم دیا۔ ④

اگر عورتوں کا قبرستان جانا ناجائز ہوتا تو آپ اسے قبرستان میں آنے سے بھی منع کر دیتے۔

سیدہ امی عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کے لیے گئیں، ان سے پوچھا گیا: کیا نبیٔ اکرم ﷺ نے (عورتوں کو) اس سے منع نہیں کیا تھا؟ تو امی نے فرمایا: پہلے منع کیا تھا، پھر اجازت دے دی تھی۔ ⑤

① صحيح البخاري، الجنائز، باب ماجاء في قبر النبي ﷺ......، حديث: 1390، وصحيح مسلم، المساجد، باب النهي عن بناء المسجد على القبور......، حديث: 529. ② صحيح مسلم، الجنائز، باب استئذان النبي ﷺ ربه عزوجل في زيارة قبر أمه، حديث: 977. ③ صحيح مسلم، الجنائز، باب استئذان النبي ﷺ ربه عزوجل في زيارة قبر أمه، حديث: (108)-976. ④ صحيح البخاري، الجنائز، باب قول الرجل للمرأة عند القبر: اصبري، حديث: 1252، وصحيح مسلم، الجنائز، باب في الصبر على المصيبة عند الصدمة الأولٰى، حديث: (15)-926. ⑤ [صحيح] المستدرك للحاكم، الجنائز: 376/1، حديث: 1392، ◄◄

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ جب میں قبرستان میں جاؤں تو کون سی دعا پڑھوں۔ آپ نے دعا سکھائی (جو چند سطروں کے بعد ذکر کی جا رہی ہے۔)[1]

اس سے بھی معلوم ہوا کہ عورتوں کا قبرستان جانا جائز ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت سے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''[2]

معلوم ہوا کہ عورتوں کے لیے بکثرت زیارت تو منع ہے مگر کبھی کبھار اپنے اقرباء کی قبروں کی زیارت کے لیے جانا جائز ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مُردوں کو برا نہ کہو جو اعمال انھوں نے کیے تھے وہ انھیں مل گئے۔''[3]

زیارت قبور کی دعائیں

جو شخص قبروں کی زیارت کرنے جائے وہ یہ دعا پڑھے:

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَيَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِيْنَ وَإِنَّآ إِنْ شَآءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ أَسْأَلُ اللهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ

''مومن اور مسلمان گھر والوں پر سلامتی ہو۔ ہم میں سے آگے جانے والوں اور

◄◄ وسندہ صحیح، حافظ ذہبی نے اسے صحیح اور حافظ عراقی نے جید کہا ہے۔ [1] صحيح مسلم، الجنائز، باب مايقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها؟ حديث: (103)-974. [2] [حسن] جامع الترمذي، الجنائز، باب ماجاء في كراهية زيارة القبور للنساء، حديث: 1056، وسنده حسن، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا ہے۔ [3] صحيح البخاري، الجنائز، باب ماينهٰى من سب الأموات، حديث: 1393.

پیچھے رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم بھی عنقریب تم سے ملنے والے ہیں۔ میں اللہ تعالیٰ سے اپنے اور تمھارے لیے عافیت کی دعا کرتا ہوں۔''①

① صحیح مسلم، الجنائز، باب مایقال عند دخول القبور والدعاء لأهلها؟ حدیث: 103-(974، 975).

دیگر نمازیں

نمازتوبہ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص گناہ کرتا ہے، پھر وضو کر کے نماز ادا کرتا ہے اور توبہ استغفار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔''①

لیلۃ القدر کے نوافل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے لیلۃ القدر میں ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے قیام کیا، اس کے گزشتہ تمام گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔''②

لیلۃ القدر رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں (27,25,23,21 اور 29) میں سے کوئی ایک رات ہے۔

پندرھویں شعبان کے نوافل

پندرھویں شعبان کی رات (شب براءت) کے نوافل کے لیے قیام کرنے اور جاگنے کا

① [حسن] جامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في الصلاة عندالتوبة، حديث: 406، وسنده حسن، وسنن ابن ماجه، إقامة الصلوات، باب ما جاء في أن الصلاة كفارة، حديث: 1395. امام ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ اور یہ کسی بھی گناہ سے توبہ کرنے کی افضل ترین صورت ہے۔ (ع،ر) سنن أبي داود، حديث : 1521. ② صحيح البخاري، الإيمان، باب قيام ليلة القدر من الإيمان، حديث: 35و2014، وصحيح مسلم، صلاة المسافرين، باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، حديث: 760.

اہتمام کرنا احادیث صحیحہ سے ثابت نہیں۔ اسی طرح (صرف) پندرہ شعبان کو روزہ رکھنے والی روایت بھی (جو سنن ابن ماجہ، حدیث: 1388 میں ہے) سخت ضعیف ہے۔ اور اس کے جتنے بھی شواہد ہیں سب کے سب ضعیف ہیں۔

پیارے بھائیو اور بہنو! اللہ، قیامت کے روز صرف وہی نماز قبول کرے گا جو نبیٔ رحمت ﷺ کی نماز کے نمونے کے مطابق ہوگی۔

اس کتاب میں آپ نے نبیٔ اکرم ﷺ کی نماز کا پیارا نمونہ دیکھ لیا ہے۔ ہماری نہایت خلوص سے یہ درخواست ہے کہ آپ اپنی نمازیں اپنے پیارے رسول اکرم ﷺ کے نمونے کی روشنی میں پڑھا کریں تا کہ ان نورانی نمازوں کو اللہ کے پاس قبول عام حاصل ہو۔ اگر نمونے کے مطابق آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر کوئی نکتہ چینی کرے یا احادیث رسول ﷺ کے مقابل بزرگوں اور ائمۂ کرام رحمہم اللہ کے اقوال پیش کرے تو آپ اس کی نادانی سے اجتناب کرتے ہوئے عمل بالقرآن والحدیث پر کاربند رہیں کیونکہ جس طرح نبیٔ اکرم ﷺ کی ذات روئے زمین کے تمام بزرگوں اور اماموں سے اعلیٰ وارفع ہے، اسی طرح آپ کی تعلیم، سنت اور طریقہ بھی روئے زمین کے تمام طریقوں سے اعلیٰ وارفع ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام قارئین کو عمل صالح کی توفیق دے۔ (آمین!)